

جمہوریۂ افلاطون

جمہوریہ افلاطون 1935



سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

جمہوریۂ افلاطون

یعنی

افلاطون کی کتاب "جمہوریہ" کا انگریزی ترجمہ

از

جان لیولن ڈیویس، ایم۔ اے۔، اور ڈیوڈ جیمس واگھان، ایم۔ اے۔

اور اس انگریزی ترجمہ کا اُردو ترجمہ

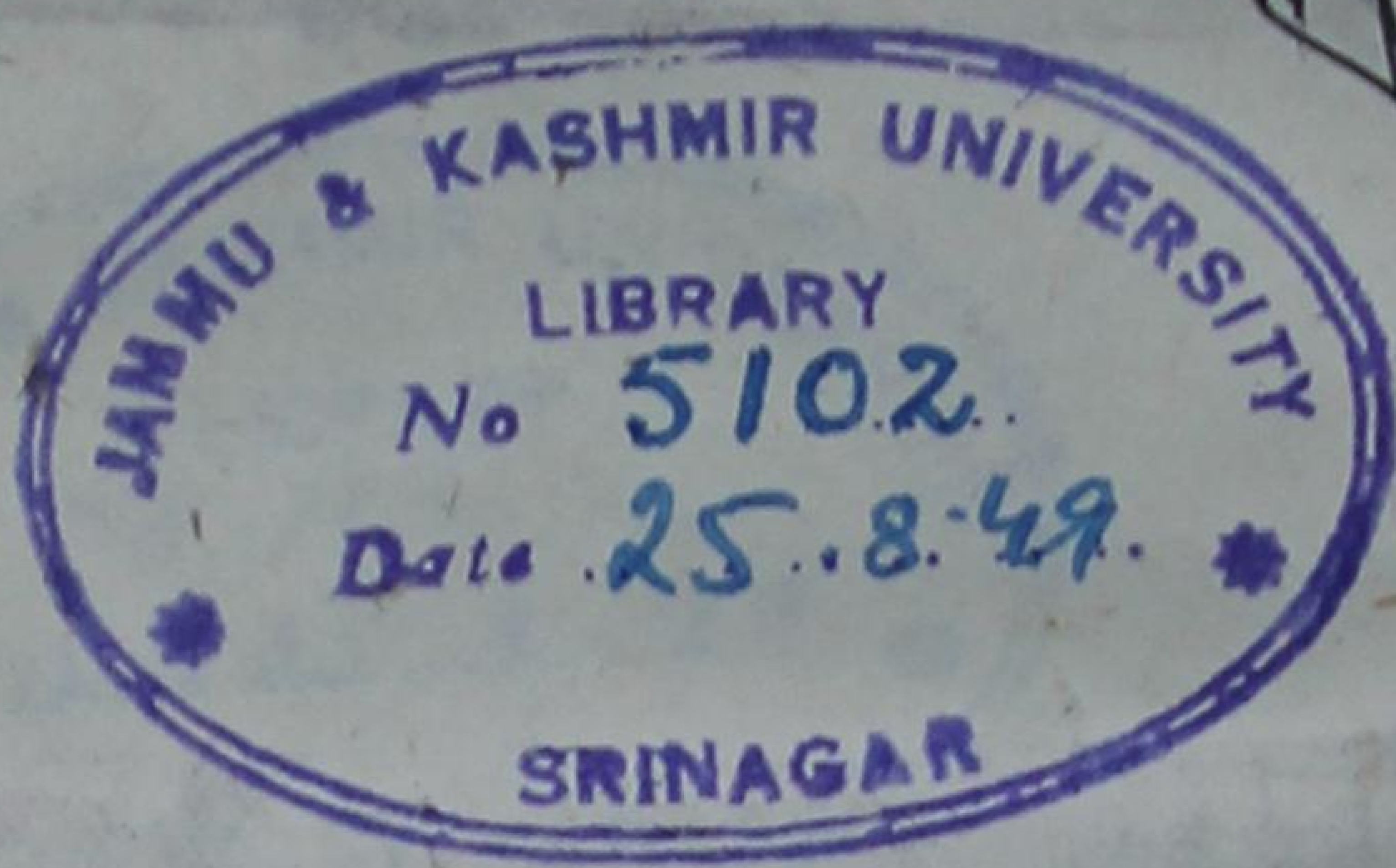
از

مولوی مرزا محمد ہادی صاحب، بی۔ اے۔
رُکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی

سنہ ۱۳۵۳ھ م سنہ ۱۳۴۴ف م سنہ ۱۹۳۵ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن





یہ کتاب مسرز میکملن اینڈ کمپنی کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ کرکے
طبع وشائع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

جمہوریۂ افلاطون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہوریہ افلاطون

تمہید

افلاطون کا یہ مکالمہ جس کا مشہور نام ری پبلک (جمہوریہ) ہے مسلمہ طور سے افلاطون کی تصانیف کثیرہ کا گل سرسبد ہے۔ افلاطون کے وہ تمام تصانیف جو مکالمات اور مکاتبات کی صورت میں اگلے وقتوں سے بحفاظت ہم کو پہنچے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تصانیف کی زمانے نے حد سے زیادہ قدر کی یہی سبب ان کی نگہداشت کا ہوا۔ اور انھیں کے سبب سے افلاطون کا نام نامی تاریخ میں ایسا مشہور رہا کہ ہر شخص خواندہ و ناخواندہ اس کی عظمت کا مقر ہے مگر ہم کو افلاطون کی ذات کے متعلق خلاف توقع بہت ہی کم علم ہے اگرچہ افلاطون ایسے عہد میں تھا جس کی تاریخ کافی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اپنے زمانۂ حیات میں کامل شہرت حاصل کر چکا تھا اور یہ شہرت اس کی طولانی حیات کے آخر تک برقرار بلکہ روز افزوں رہی۔ صرف اس کے سوانح حیات ہی پردۂ خفا میں نہیں رہے بلکہ اس کی تصانیف کے باہمی تعلقات اور اسباب تالیف سے بھی ہم کو اطلاع نہیں اس پوشیدگی کا صرف ایک ہی باعث

ہمارے مطمح نظر ہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اس دانشمند کو اپنی شخصیت اور ذاتیت کے پوشیدہ رکھنے کا خود ہی شوق تھا اور یہ اس کی عالی دماغی اور احتیاط کا خاصہ تھا۔

جو واقعات اس کی زندگی کے سب کے نزدیک مسلم ہیں وہ صرف اس قدر ہیں کہ اس سے ایک مختصر خاکہ اس کے سوانح حیات کا بنایا جا سکتا ہے۔ اس پر کافی اطمینان اور اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اس کے مکالمات کا سین اسی کے زمانہ کا ہے اور جو لوگ گفتگو کرنے والے لکھے گئے ہیں وہ اکثر معروف و مشہور اشخاص ہیں جو اس زمانہ میں زندہ سلامت موجود تھے اور ان میں افلاطون کے حقیقی بھائی بھی ہیں مگر اس سے بھی کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا جو سوانح نویس کے کام کا ہو۔ بہرطور ان میں بعض خطوط ہیں جو افلاطون کی طرف منسوب ہیں۔ ان سے بہت کچھ احوال اس حکیم دانا کے افعال اور ارادت کے دستیاب ہوتے ہیں خصوصاً سیاسی حصہ اس کے سوانح کا۔ مگر ان خطوط کو اکثر متاخرین جعلی قرار دیتے ہیں خیال یہ ہے کہ افلاطون کے بعض تلامذہ کے لکھے ہوئے ہیں۔ مسٹر گروٹ اپنے جوش میں کہ افلاطون فوق الانسانی پایہ سے گرا دیا جائے اس حکیم الہی کی طرف ایسی تالیفات کو منسوب کرتا ہے جو اس کی شان رفیع کے شایاں نہیں ہیں۔ مگر یہ محققانہ بحث اگر چھیڑ دی جائے تو یہ سوال از سر نو پیدا ہوگا اور گمان غالب ہے کہ اکثر اشخاص اسی نتیجہ پر پہنچیں جس پر گروٹ پہنچا ہے۔ پھر بلا تکلف وہ دلچسپ واقعات جو ان خطوط میں مندرج ہیں افلاطون کے سوانح حیات میں اضافہ کرتا ہوں گے۔ جس حد تک ہمارے علم میں ہیں درحالیکہ مشکگین نقاد اس حد تک تسلیم کرنے پر اب بھی آمادہ ہیں کہ اکثر واقعات جو ان خطوط میں درج ہیں صحیح ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔

افلاطون کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے سنہ ۴۳۰ یا ۴۲۸ سنہ ۴۲۷ ق م اور مقام ولادت یا اثینہ ہے یا ایجنہ سال فوت سنہ ۳۴۷ ق م پس سنین حیات یا ۸۰ سال ہیں یا باختلاف روایت ۸۲ سال۔ اگر ہم سال ولادت سب کے

واقعات یونان

آخر والا مان لیں (۴۲۷ھ) تو ابتدائے محاربۂ پیلوپونیس کے چار
برس کے بعد اسکی ولادت کا وقوع ماننا پڑیگا تھیوسی دیدس کی تاریخ میں
۱۶ یا ۱۷ سال اس کی اوایل حیات کے درج ہوں گے جہاں تھیوسی دیدیس
نے اس فسانہ کو چھوڑا ہے۔ وہاں سے زنوفن نے اسے اٹھایا ہے اور ۴۸
سال تک جاری رکھا ہے جنگ منی تی نیہ تک جس کا سنہ ۳۶۲ ق م ہے۔
افلاطون کی قسمت میں تھا کہ ایک طولانی نزاع قومی کے زمانہ میں اس کی
نشو ونما ہوا اور وہ عمر کہولت تک پہنچے اس زمانہ میں عجیب انقلابات اور
واقعات عظیمہ کا ظہور ہوا اور انجام اس کا یہ ہو کہ ملک بالکل پست ہو جائے۔
اثنیہ (اے تھینس) سنہ ۴۰۴ ق م مفتوح ہوا۔ مابعد ایک قلیل مدت تک
تیس امرا کی حکومت رہی جن کے سرغنہ کرتیاس (افلاطون کا ماموں) اور
تھرامینس تھے۔ اس تیس کی حکومت خود اختیاری کا تھراسی بیولس سے انتزاع
ہوا اور جمہوریت قدیم پھر قایم ہوگئی۔

سنہ ۳۹۹ ق م میں نہایت شرمناک واقعہ روبکاری اور قتل سقراط
کا پیش آیا۔ آئندہ نیم صدی میں کوئی کارنمایاں اثنیہ میں ظہور پذیر نہیں ہوا
لیکن رانی کرتیس وخیریاس وتموتھیوس وغیرہ کی لیاقت ان کے زیر ہدایت
وکمانداری شاندار انقلابات زمانہ میں مشارکت رہی اور کارہائے نمایاں
کا وقوع ہوا۔ اور ایگسی لاس بادشاہ لیسی دیمین اپامنیاندس تھیبہ کا باشندہ
اس عہد کے نامی اور نامور فرمانروا تھے جو ہر دو طرف محاربات عظیمہ لیوکترا
سنہ ۳۷۱ ق م ومین تینی سنہ ۳۶۲ ق م میں شریک رہے اور کارنمایاں کئے۔
مین تینی کی جنگ کے بعد یونان کی تاریخ میں شوکت فیلقوس شاہ مقدونیہ کا
رفتہ رفتہ ظہور استحکام کے ساتھ ہونے لگا۔ افلاطون کی وفات سے پہلے
دیماستھینس کے موعظے فیلقوس کے خلاف بہت شہرت پذیر ہوئے اور
اس کی وفات کے بعد ایک ہی سال کے اندر فیلقوس نے قوشین قوم کو
تباہ کر کے حرب مقدس کے ختم ہونے پر اپنی عظمت کل یونان میں قایم
کردی تھی

معاملاتِ یونان کے سیلاب کی روانی کے ساتھ ہی ساتھ ایسی نیم صدی کے اندر ہی اندر زیر حکومت دیونسوس اور دایون کے جزیرہ صقلیہ نے بھی دلچسپی اور اہمیت پیدا کرلی دیونسوس۔ دو فرمانروا اسی نام کے تھے۔ دیونسوس بزرگ نے بڑی زور و شور سے سراقوس میں حکمرانی کی تقریباً ایک چہارم صدی تک اور ۳۶۷ ق م میں فوت ہوا اس کے بیٹے نے بھی اسی شان و شوکت سے بارہ برس فرمانروائی کی اس کو دایون نے وطن سے نکالدیا مگر وہ بھی چار ہی سال کی حکومت کے بعد مغلوب ہوکے قتل ہوا۔

افلاطون نے جو اسی عہد میں بقید حیات تھا عجیب و غریب انقلابات کا مشاہدہ کیا اسی وجہ سے اس نے متعدد سیاسی واقعات جن کا ذکر بطور تمثیل کتاب جمہوریہ میں کیا ہے وہ چشم دید ہے مگر وہ بذات خود عملی سیاسیات کے لیئے موزوں نہ تھا۔ اس نے بہت عمدہ تعلیم پائی تھی اس کے والدین دولتمند تھے خود بھی توانا اور تندرست تھا۔ اس نے اپنے زمانہ کے جملہ کمالات میں بہرۂ وافی حاصل کیا تھا۔ اس زمانہ کے رسم کے موافق وہ شہری فرائض کے بجالانے پر مجبور کیا گیا تھا بلکہ فوجی خدمت بھی ادا کی تھی۔ مگر ہم کو اس کی خبر نہیں ملی کہ وہ اثنیہ کے سیاسی احاطہ میں بھی داخل ہوا یا نہیں۔ ماورا ان امور کے جو مکتوب ہفتم میں مندرج ہیں اور کچھ معلوم نہو سکا اس مکتوب میں لکھا ہے کہ اس کے اقربا اور متوسلین نے حکومت ثلثین (تیس آدمیوں کی فرمانروائی) میں شرکت کے لیئے اس کو مدعو کیا تاکہ وہ کوئی سیاسی خدمت بجالائے اور اس کو اس شرکت کی تمنا تھی مگر جب اس نے ان حکام ثلثین کے جور و اغتساف پر نظر کی خصوصاً جب اس نے دیکھا کہ انھوں نے سقراط پر ایک شہری کی ضرر رسانی کے لیئے زور ڈالا اگرچہ اس حکیم بزرگ نے ہرگز قبول نہیں کیا لہذا افلاطون نے خانہ نشینی کو خدمت عوام پر ترجیح دی۔ سیاسی امور میں شرکت کرنے کی کچھ خواہش افلاطون کو اس زمانہ میں ہوئی تھی جب جمہوریت دوبارہ قائم ہوئی گر اسی زمانہ میں واقعہ ہائلہ یعنی سقراط پر مقدمہ قائم ہونا اور قتل کا فتویٰ دیا جانا اور قتل ہونا واقع ہوا۔

ان امور کی بنا پر افلاطون نے بہمہ وجوہ سیاست سے اجتناب کیا۔
افلاطون نے دو مرتبہ سیاسیات میں داخل ہونے کا قصد کیا مگر دونوں مرتبہ من بعد انکار کیا اور باز رہا۔ دونوں مرتبہ انکار کا باعث سقراط ہوا۔ سقراط کی جلالت قدر افلاطون کے دل پر ایسی حاوی ہوئی کہ مدت العمر اس قوت کے اثر سے نہ نکلا تمام زندگی سقراط کی تصویر اس کے پیش نظر رہی سقراط جب قتل ہوا افلاطون کی عمر ۲۸ سال کی تھی۔ آٹھ برس تک افلاطون نے سقراط کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا اور اس کی خدمت میں رہا۔ استاد اور شاگرد میں انتہا کا خلوص تھا۔ اگرچہ ہمارے پاس اس مخلصانہ تعلق کی کوئی یادداشت موجود نہیں ہے۔ مگر افلاطون کی تصنیفات سے واضح ہے کہ افلاطون کی تمام زندگی اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ افلاطون نے اپنی پوری زندگی فلسفہ کے لیے وقف کردی تحقیقات کے وادی میں وہ اسی مسلک پر چلتا رہا جن کا نشان سقراط نے دیا تھا۔ استاد کی تصویر کبھی اس کی چشم بصیرت سے اوجھل نہیں ہوئی۔ کمال خلوص اور آزادی کے ساتھ افلاطون نے اپنے مکالمات میں جو کچھ کہنا چاہا ہے گویا وہ سقراط کی زبانی کہوایا ہے یہ ظاہر ہے کہ افلاطون کی دقیقہ سنجی اور سقراط کے سادے اور سلیس بیان میں بڑا فرق تھا مگر افلاطون کو یقین تھا کہ وہ اسی مسلک پر چل رہا ہے جس کا بزرگ استاد رہبر تھا اور اس نے وہی اصول اور طریق اختیار کیے ہیں جو خود استاد کے تھے۔

سقراط کی وفات ۳۹۹ء ق م کے بعد افلاطون میگارہ میں چلا آیا تھا یہ نہیں معلوم کہ کب تک وہاں مقیم رہا مگر اس واقعہ کے بارہ برس کے اندر ہی اندر اس نے سیر و سیاحت اختیار کی اولاً سیرین میں گیا پھر مصر (ایجپٹ) اور اطالیہ اور صقالیہ پہنچا۔ جب صقلیہ میں تھا تو اس نے سراقوس میں دایونیس (دایونسوس) سے شناسائی پیدا کی۔ ایک عجیب افسانہ مشہور ہے کہ دیونسوس نے گویا غلام بنا کے بیچ ڈالا مگر یہ روایت مشکوک ہے القصہ مقام ایجنہ میں زرفدیہ کی ادائی کے بعد غلامی کی قید سے آزاد ہوا اور اثینیہ (مدینۃ الحکما) میں واپس

آیا۔ یہاں اس نے مستقل سکونت اختیار کی اور فلسفہ کی تعلیم کا آغاز کیا
مابین ۳۸۸ ق م ۳۸۶ ق م۔

اس زمانہ سے ایک مدت (چالیس سال) تک ایک نامور اور عالیشان استاد کی حیثیت سے نہایت امن اور عافیت کی زندگی بسر کی صرف دو مرتبہ اس میں فی الجملہ تخلل بھی ہوا۔ سقراط کی طرح افلاطون نے بھی تعلیم کا کوئی اجوز نہیں لیا وہ مکالمات کے طور پر تعلیم دیتا تھا اس کے ہمعصر فلاسفہ میں کسی کو ایسی شہرت نہیں نصیب ہوئی جو اس کو حاصل تھی اور اس کے پاس اطراف وجوانب سے طالب علم فراہم ہوگئے تھے ان سب میں ارسطاطالیس کا نام مشہور رہے جو افلاطون کے فلسفہ کا مخالف گویا اس کا رقیب تھا۔

افلاطون سے اس کے زمانۂ حیات میں یہ درخواست کی گئی کہ وہ اپنی سیاسیات کی معلومات ایک ریاست کی فرمانروائی میں صرف کرے۔ جب دیونسوس اکبر نے انتقال کیا اس کا بیٹا جانشین ہوا اس میں ذاتی قوت فرمانروائی کی نہ تھی اور مستقل مزاج بھی نہ تھا اپنی حکومت کے آغاز میں وہ افلاطون کے قدر شناس دوست دایون کے زیر اثر تھا۔ یہ ایک عمدہ موقع ملا تھا کہ فرمانروائی صحیح اصول پر قایم کی جائے۔ دایونسیوس بھی رہنمائی کے قبول کرنے پر آمادہ تھا۔ دایون بمنت مصر تھا کہ افلاطون آئے اور ہدایت فرمائے۔ افلاطون بادل ناخواستہ اس مقصد کے لیئے سراقوس جانے پر مجبور ہوا۔ اس سفر کا قصہ ساتویں مکتوب میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ افلاطون دایونسیوس کی مدار المہامی کے لیئے دلی خوشی سے آمادہ نہیں ہوا یا جس کام کا قصد کیا گیا تھا وہ ناممکن العمل معلوم ہوا۔ بہرطور دایونسیوس زیادہ مدت تک دایون اور افلاطون کا مطیع فرمان نہ رہ سکا۔ اس نے دایون کو سراقوس سے جلاوطن کردیا اگرچہ افلاطون کی خاطر مدارات میں کمی نہیں ہوئی مگر وہ چند ہی روز میں اثینیہ کو واپس ہوا۔ افلاطون دوبارہ ابھی دایونسیوس کی ملاقات کو گیا تھا تاکہ دایون کا کچھ کام نکل سکے مگر وہ اس مرتبہ بھی ناکامیاب رہا اور اس کے سراقوسی تجربہ سے کوئی کام نہ ہوا

بلکہ آخر کار اس کی یاد بھی رنج اور ندامت سے خالی نہ تھی۔

جمہوریہ کے ناظر کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ افلاطون کے تصانیف کی نظم و ترتیب کے مشکل مسئلے پر دماغ سوزی کرے۔ دوسرا مکالمہ طیاؤس کا تعلق جمہوریہ سے ہے اور اس سلسلہ میں تیسرا کریطیاس ہے یہ تینوں مل کے ایک مثلثہ بناتے ہیں مگر جمہوریہ بذات خود کامل ہے۔ اس سے تاریخ تصنیف کا کوئی پتہ تو نہیں چلتا البتہ جب اس کی قوت پر نظر کرتے ہیں خصوصاً جب اس کو قوانین ایسی کتاب سے مقابلہ کر کے دیکھتے ہیں تو یہ مظنہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب آخر عمر کی تصنیف ہے۔ اس میں عنفوان شباب اور عقل کا ذکر آتا ہے اس کتاب کا ایک اور نام بھی مشہور ہے۔ کتاب العدالت دونوں ناموں میں جو ربط ہے وہ خود مکالمۂ ہذا میں نہایت فصاحت اور سلاست سے بیان ہوا ہے۔ عدالت کی ماہیت کی تحقیقات شروع کی گئی ہے مشورہ دیا گیا ہے کہ عدالت کا ملاحظہ ایک کامل ریاست یا اشتراکیہ میں خوب ہو سکتا ہے۔ اور جب اس طور سے محقق ہو جائے تو بذریعۂ تمثیل کے انسان فرد واحد میں اس کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی کے مطابق ریاست مثالی وضع کی جا سکتی ہے اور جب یہ عمل جو اس کام کا جزء اعظم ہے تمام ہو جاتا ہے۔ اور محققین عدالت کو دریافت کر چکتے ہیں اس وقت عدالت کی ماہیت کما حقہ معلوم ہوتی ہے۔ جو لوگ اس مکالمہ میں شریک ہیں یا گفتگو کرتے ظاہر کئے گئے ہیں۔ سقراط ایک غیر معمولی شخص قیفالس اور اس کا لڑکا پولی مارکس گلاکون اور ایدی مانٹس افلاطون کے بھائی اور تھریسیماخس جو اس عہد کے سوفسطائیوں سے ایک شخص تھا۔

جمہوریۂ افلاطون

مقالۂ اوّل

میں کل گلاکن پسر ارسٹن کے ہمراہ پیریوس گیا تھا تا کہ دیوی کی جناب میں نیایش کروں اور یہ بھی خواہش تھی کہ وہ عید[1] جو وہاں پہلی مرتبہ منائی جانیوالی تھی وہ کس طرح منائی جائیگی۔ میں اثنیہ کے مقامی جلوس سے بہت خوش ہوا اگرچہ تھریسیہ کا جلوس بھی چمک دمک میں اس سے کم نہ تھا۔ ہم اپنی نیایش ختم کر چکے تھے اور تماشہ بھی دیکھ چکے تھے اور شہر کو واپس جانے والے تھے کہ پولی مارخس پسر قیفالس نے ہم کو دور سے دیکھ لیا۔ جب ہم اس راستے پر تھے جو شہر کو جاتا ہے اس نے اپنے نوکر کو دوڑایا اور اس نے کہا کہ ان سے

---

[1] یہ عید جیسا کہ تھریسیماخس کے ایک حاشیہ پر پایا گیا ہے ہندیس کے اعزاز میں تھی یہ تھریسیہ کی ایک دیوی تھی جس کو عموماً بعینہ ارتمیس دیوی سمجھتے تھے ۱۲م

کھوکہ میرا انتظار کریں۔ نوکر میری پشت کی طرف سے آیا اور میرے چغہ کو پکڑ لیا اور کہا۔ پولی مارخس نے آپ کو ٹھیرایا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر اس سے پوچھا تمہارا مالک کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا وہ کیا آپ کے پیچھے آرہے ہیں مہربانی کرکے ان کا انتظار فرمائیے۔ گلاکن نے جواب دیا۔ ہم ٹھیرے رہیں گے۔ اس کے بعد ہی پولی مارخس پہنچ گیا اور ایدیمانٹس برادر گلاکن بھی اس کے ساتھ تھا اور میفریطوس پسر نائقیاس اور کچھ اور لوگ بھی۔ بظاہر یہ لوگ جلوس سے آرہے تھے۔

پولی مارخس نے فوراً یہ گفتگو شروع کی۔

سقراط اگر مجھ کو دھوکا نہیں ہوا تو مجھ کو یہ گمان ہے کہ تم شہر کو روانہ ہوتے ہو۔

میں نے جواب دیا تمہارا گمان غلط نہیں ہے۔ اچھا تم دیکھتے ہو کہ ہمارا مجمع کسقدر ہے؟

یقیناً میں دیکھ رہا ہوں۔

پس یا تو تم اپنے فریق کو ہم سے زبردست ثابت کرو نہیں تو جہاں تم ہو وہیں ٹھیرے رہو۔

میں نے جواب دیا نہیں ابھی ایک اور شق باقی ہے فرض کرو کہ ہم تم کو سمجھا دیں کہ تم کو چاہئے کہ ہمیں جانے دو۔

ہم نہ سمجھیں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے ہمیں گلاکن نے جواب دیا بیشک نہیں بس اب سمجھ لو کہ ہم ہرگز نہ سنیں گے۔

اس موقع پر ایدیمانٹس نے دخل در معقولات کیا اور یہ کہا تمھیں خبر ہے کہ یہاں شام کو دیوی کے اعزاز میں مشعلوں کی دوڑ ہوگی گھوڑوں پر چڑھ کے۔

میں نے تعجب سے کہا گھوڑوں پر چڑھ کے! یہ ایک جدت ہے کیا وہ لوگ مشعلیں لینگے اور ایک دوسرے کو دیتے جائیں گے اور گھوڑے دوڑتے ہونگے۔ یا اور تمھارا کیا مقصد ہے؟ یہی جو تم کہتے ہو۔ پولی مارخس نے جواب دیا اس کے ماورارات کو بھی جشن ہوگا۔ اور وہ دیکھنے کے لائق ہوگا۔ ہم شب کو کھانا کھا کے اٹھیں گے۔ اور اس جشن کے دیکھنے کو جائیں گے اور وہاں اکثر نوجوان احباب ملیں گے ان سے بات چیت کا موقع ملیگا۔ لہذا ٹھیرو اور ہم سے انکار نہ کرو

اس بات کو گلاکن نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو ٹھیرنا ہوگا۔

میں نے کہا اچھا اگر تمھاری خوشی ہے تو ایسا ہی کریں۔ پس ہم پولی مارخس کے ساتھ گھر گئے اور وہاں لاسیاس اور یوتھدیمس اس کے بھائیوں کو پایا۔ اور ان کے ساتھ تھریسماخس کالسیدونیہ کا رہنے والا اور خارمانتیدیس پینیہ کا رہنے والا اور کلے توفن پسر ارسطونی مس بھی تھے۔ پولی مارخس کا باپ قیفالس اس گھر میں موجود تھا۔ میں نے خیال کیا کہ وہ بہت معمر معلوم ہوتا ہے کیونکہ بہت دن قبل جب میں نے اسے دیکھا تھا وہ ایک گدّی کی کرسی پر بیٹھا تھا اور ہار اس کے سر پر پڑا تھا کیونکہ وہ اپنے صحن میں قربانی کرنے والا تھا۔ اس کے گرد کرسیاں تھیں پس ہم اس کے پہلو میں بیٹھ گئے جونہی قیفالس نے مجھ کو دیکھا سلام کیا اور کہا سقراط تم پیریوس میں ہم سے ملنے کے لیے بہت ہی کم آتے ہو تم کو اکثر آنا چاہیئے۔ اگر مجھ میں چلنے کی طاقت ہوتی یا سہولت سے چل سکتا تو تم کو یہاں آنے کی تکلیف نہ ہوتی۔ ہم خود ہی تم سے ملنے کو جایا کرتے۔ جب یہ حال ہے تو تمھیں جلد جلد آنا چاہیئے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جب مجھ کو محض جسمانی مسرتوں کا اضمحلال محسوس ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اسی نسبت سے میری خواہش فلسفیانہ مکالمات کی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور جو خوشی مجھ کو اس سے حاصل ہوتی ہے وہ ترقی کرتی ہے لہٰذا میری التماس سے انکار نہ کرو اور ان نوجوانوں کو اپنی معاشرت سے مستفید ہونے دو۔ بالکل اور مخلص احباب کی طرح ہم سے ملنے آیا کرو۔

میں نے جواب دیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں قیفالس میں زیادہ سن لوگوں سے گفتگو کر کے بہت ہی خوش ہوتا ہوں کیونکہ جب وہ اس راستہ جس پر شاید ہم کو چلنا پڑے ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں تو ہم کو لازم ہے کہ ان سے اس راہ کا حال دریافت کر کے سیکھیں کہ اس راہ کی ماہیت کیا ہے آیا صاف اور سہل ہے یا مشکل اور دشوار گزار ہے۔ اور اب چونکہ تم اس مدت حیات پر فائز ہو جس کو شعرا آستانۂ زندگی کہتے ہیں تو پھر کون ہے تم سے بہتر جس کی رائے میں بخوشی پوچھ سکتا ہوں۔ کیا زندگی اس میں رنجدہ ہوتی ہے یا جو کچھ تم اس باب میں

اطلاع دو؟

میں تم سے سقراط اپنا ذاتی تجربہ بلاشک تم سے بیان کرونگا۔ میں اور میرے ہم عمر چند ہی آدمی ایسے ہیں جن کو اکثر آپس میں ملنے کی عادت ہے۔ اگلے مقولے کے موافق۔ ان موقعوں پر اکثر آہ و زاری کرتے ہیں اور جوانی کی لذتوں کا افسوس کرتے ہیں وہ اگلی آشنائیاں وہ شراب نوشی کے جلسے اور جشن اور ایسی ہی تقریبیں یاد کرتے ہیں۔ وہ ان عیش پرستیوں کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور اس کے فقدان پر بے صبری کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں کیا مزے سے زندگی گزرتی تھی اب تو ان کا یہ بیان ہے کہ وہ اپنے حساب سے در حقیقت زندہ ہی نہیں ہیں۔ بعض یہ بھی شکایت کرتے ہیں کہ پیرانہ سالی کی وجہ سے ان کے عزیز ان کی تحقیر کرتے ہیں اور ان کی کمزوریوں پر مضحکہ کرتے ہیں۔ منجملہ اور تباہیوں کے جو بڑھاپے میں پیدا ہوئی ہیں یہ بھی ایک وجہ پیرانہ سالی کی مذمّت کی ہے مگر سقراط میری رائے میں یہ لوگ صحیح علت اپنی بدبختی کی نہیں جانتے کیونکہ اگر پیرانہ سالی اس کا سبب ہوتا تو یہ اضطراب مجھ کو بھی لاحق ہوتا آخر میں بھی تو بوڑھا ہوں اور ہر ایسے شخص کو جو زندگی کی اس حد کو پہنچا ہے۔ مگر جیسا کچھ ہوئیں اب سے چند معمر اشخاص سے ملا ہوں انھوں نے اور ہی کچھ بیان کیا اور خصوصیت کے ساتھ میں سوفوکلیس شاعر کا ذکر کروں گا جس سے کسی نے میرے سامنے پوچھا تھا۔ کہو سوفوکلیس عشقبازی کا کیا حال ہے؟ اب بھی تم اس قابل ہو؟ جس کا اس نے جواب دیا۔ براہ عنایت خاموش رہو میں بہت خوش ہوں کہ میں نے اس سے نجات پائی اور مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں نے ایک غضبناک وحشی آقا سے آزادی پائی۔ میں نے اسی وقت یہ خیال کیا تھا اور اب بھی یہی خیال ہے۔ کہ اس نے بڑی دانشمندی کی بات کہی۔ کیونکہ لاکلام بڑھاپا ہم کو کامل سکون اور آزادی بخشتا ہے اس کی خواہش ہے اور اکثر ایسی ہی پرجوش خواہشوں سے۔ جب خواہشوں میں افاقہ ہوتا ہے اور ان کی طاقت گھٹ جاتی ہے تو سوفوکلیس کے بیان کی حقیقت بخوبی کھلتی ہے۔ اس کی مثال یہی ہے جیسے بہت سے تند خو مالکوں سے نجات پائی۔ لیکن اس عنوان کی شکایتیں اور عزیزوں کی آزار رسانیاں صرف ایک سبب سے منسوب ہوسکتی ہیں اور

وہ سبب اے سقراط بڑھاپا نہیں ہے بلکہ اس شخص کی سیرت ہے۔ اگر ان کے ذہن بخوبی منظم ہیں اور مزاج میں سہولت ہے تو بڑھاپا ناقابل برداشت بار نہیں ہے اگر ان کی ساخت اس کے خلاف ہے اس صورت میں سقراط بڑھاپے کا کیا ذکر ہے جوانی بھی ان کے لیے بڑھاپے کی طرح تکلیف دہ ہوگی۔

قیفالس کے ان بیانات کی میں نے بڑی قدر کی اور اس سے درخواست کی ابھی اور کچھ فرمایئے۔ میں نے یہ کہکے اس کو ابھارا قیفالس میں گمان کرتا ہوں کہ لوگ عموماً تمھاری اس رائے پر سکوت نہ کرینگے کیونکہ ان کا یہ خیال ہوگا کہ سیرت تمھاری اس کا سبب نہیں بلکہ تمھاری عظیم دولت مندی تم کو بڑھاپے کے برداشت کے قابل کرتی ہے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ دولتمند کی تسلیوں کی اکثر وجوہ ہیں۔

سچ ہے وہ لوگ میری بات کو یقین نہ کرینگے اور وہ بھی ایک حد تک صحیح کہتے ہیں مگر اس قدر صحیح نہیں جیسا کہ ان کا خیال ہے تھمسیا کلیس کے جواب میں جو اس نے سیرا قیہ کے رہنے والے کو دیا تھا بڑی حقیقت شامل ہے اس نے براہ طنز کہا تھا کہ تمھاری شہرت کچھ تمھارے سبب سے نہیں ہے بلکہ تمھارے ملک کے سبب سے ہے "مجھ کو یہ شہرت ہرگز نہ نصیب ہوتی اگر میں سیرا قیہ کا رہنے والا ہوتا اور نہ تم کو نصیب ہوتی اگر تم اثنیہ کے باشندے ہوتے" اور جو لوگ دولتمند نہیں ہیں اور وہ بڑھاپے سے مضطرب ہیں یہ کہا جا سکتا ہے مساوی انصاف کے ساتھ کہ ایک طرف تو ایک آدمی بڑھاپے میں بالکل خوش نہیں ہو سکتا جبکہ مفلسی بھی شریک ہو اسی طرح دوسری طرف دولت ایک بد آدمی کو بذات خود رضامند نہیں کر سکتی۔

مگر اے قیفالس تمھاری دولت متروکہ ہے یا مکسوبہ؟

سقراط تم یہ کہتے ہو کہ میں نے اس کو بذات خود اکتساب کیا ہے؟

معاملات زرمیں میں اپنے دادا اور اپنے باپ کے درمیان میں ہوں میرے دادا نے جن کا میں ہمنام ہوں قریباً اتنی جائداد حاصل کی تھی جتنی پر میں اب قابض ہوں اور اس کو بڑھایا یہاں تک کہ چند گنی زیادہ ہو گئی۔

میرے والد لیبسانیاس نے اس سے بھی گھٹا دیا جتنی اب ہے۔ میں بجائے خود اس پر قانع ہوں کہ ان اپنے لڑکوں کے لیئے کم نہ چھوڑوں بلکہ کسی قدر زائد اس مقدار سے جو مقدار میرے ہاتھ لگی تھی۔

میں نے یہ سوال کیا۔ کیونکہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ تم اس قدر روپیہ کے شایق نہیں ہو جو حال عموماً ایسے لوگوں کا ہے جنھوں نے خود نہیں حاصل کیا ہے۔ درانحالیکہ وہ لوگ جو خود پیدا کرتے ہیں وہ دوسرے لوگوں سے دو چند روپیہ کے شایق ہیں ٹھیک اسی طرح جس طرح شاعر اپنے الفاظ کو دوست رکھتے ہیں اور باپ اپنی اولاد کو اسی طرح وہ لوگ جنھوں نے دولت پیدا کی ہے اپنے روپیہ کی قدر کرتے ہیں نہ صرف اس لیئے کہ وہ مفید ہے مثل اور شخصوں کے بلکہ اس لیئے کہ وہ ان کی پیدا کی ہوئی ہے اس لیئے وہ ناگوار ہمنشیں ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ سوا دولت کے کسی چیز کی تعریف نہیں کرتے۔

اس نے کہا یہ سچ ہے۔

میں نے کہا بیشک یہ سچ ہے۔ مگر مجھ کو ایک سوال اور کرنے دو۔ تمھارے خیال میں سب سے بڑا فائدہ جو دولت سے حاصل ہوا کیا ہے؟ اگر میں اس کو بیان کروں۔ اس نے جواب دیا۔ تو مجھ کو ایسے لوگ بہت ہی کم ملینگے جو مجھ سے اتفاق کریں۔ سقراط یقین جانو جب کسی کو سمجھا دیا جاتا ہے کہ وہ مرنے کو ہے تو وہ خوف زدہ ہو جاتا ہے اور اس کو ایسی چیزوں کے لیئے تشویش ہوتی ہے جن چیزوں نے کبھی اس پر اثر نہ کیا تھا۔ اس وقت وہ ان قصوں پر ہنستا رہا ہے جو متوفیٰ لوگوں کے بارے میں کہے جاتے رہیں۔ جن قصّوں میں یہ بیان ہوتا ہے کہ جس کسی نے اس جہان میں خطا کی ہے اس کو دوسرے عالم میں اس کے لیے سزا بھگتنا ہوگا اب اس کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ باتیں ٹھیک ہوں۔ خواہ بڑھاپے کی کمزوری سے خواہ اس لیئے کہ اب وہ دوسرے عالم کی سرحد کے قریب آگیا ہے ان اسرار کی بصیرت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جو کچھ ہو وہ شک اور وہم سے بھر جاتا ہے اب وہ آمادہ ہوتا ہے اور بجائے خود محاسبہ کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا میں نے کسی شخص کی کوئی خطا کی ہے۔ اس موقع

پر جب اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں ظلم کا ایک ذخیرہ ہے تو وہ خوف زدہ ہو کے سوتے میں چونک چونک پڑتا ہے۔ جیسے بچے بدخواب ہوتے ہیں اور اسکی زندگی آیندہ کے اندیشہ سے وبال ہو جاتی ہے۔ لیکن جب اس کا ایمان اس کو ظلم کے لیئے ملامت نہیں کرتا تو اس پر نیک امید حاوی ہو جاتی ہے بقول پندار "بڑھاپے کی مہربان دایہ" کی حفاظت میں رہتا ہے کیونکہ بلاشک سقراط کیا عمدہ کلام ہے جس میں اس (پندار) نے انسان کی ایسی زندگی کا بیان کیا ہے جو عدل و تقدس میں گزری ہو شیریں اُمید اس کی ہمنشیں ہے جو اس کے دل کو خوش کرتی رہتی ہے جو بڑھاپے کی دایہ ہے۔ امید جو ہر چیز سے بڑھ کے انسان فانی کے متلون ارادے کا بیڑا پار کرتی ہے۔ دراصل اس بیان میں ایک عجیب حقیقت شامل ہے۔ اور یہی خیال ہے جس پر میرے اعتقاد سے مال و منال کی قیمت بالتخصیص منحصر ہے۔ میں یہ ہر شخص کی نسبت نہیں کہتا مگر بہر طور نیک آدمی کے لیئے۔ کیونکہ وہ ہماری حفاظت میں بہت معین ہوتے ہیں ایسے فریب اور جھوٹ سے بھی جو عمداً نہ ہو اور اس دہشت سے جو دوسرے عالم میں ہماری روانگی کے وقت ہو اگر ہم پر کسی دیوتا کی قربانی واجب ہو یا کسی آدمی کا روپیہ دینا ہو۔ اس کے اور بھی اکثر فائدے ہیں مگر ان سب کا جدا جدا موازنہ کرنے کے بعد اے سقراط یہ خدمت جو کچھ ہو مگر کم از کم اہمیت رکھتی ہے جو کہ مال و منال ایک غافل اور ہوشیار شخص کے حق میں بجا لاتا ہے۔

تم نے قیفالس کیا قابل قدر بات کہی ہے۔ مگر ہم اس صفت یعنی عدالت کا کیا مفہوم لیں۔ کیا ہم اس کی یہ تعریف کریں کہ وہ راست بازی ہے اور بازدہی ہے اس چیز کی جو ایک انسان نے دوسرے سے پائی ہو نہ اس سے کم نہ زیادہ یا یہ ممکن ہے کہ اس ماہیت کے افعال بعض اوقات عادلانہ ہوں اور بعض اوقات خلاف عدالت؟ مثلاً ہر شخص میرے نزدیک اس کو تسلیم کرے گا کہ اگر کوئی شخص عالم صحت حواس میں خطرناک آلات کسی دوست کو سپرد کرے

عہ۱ یہ جملہ پندار کی ایک گمشدہ کتاب کا ہے۔

اور من بعد جب اس کو جنون کا دورہ عارض ہو تو وہ اُن آلات کو واپس طلب کرے تو کیا ایسی امانت ادا کرنے کے قابل نہیں ہے اور یہ شخص عادل نہ ہوگا اگرچہ کہ یا تو وہ آلات کو واپس دے یا اس بات پر راضی ہو کہ وہ اصل حقیقت اس شخص سے جس کو یہ عارضہ ہو بیان کر دے۔

اُس نے جواب دیا تم درست کہتے ہو۔

پس یہ صحیح تعریف عدالت کی نہیں ہے کہ یہ سچ بولنا ہے اور واپس دینا اس چیز کا جو وصول ہوئی ہو۔

پولی مارخس نے مکالمہ میں داخل ہو کے کہا سقراط نہیں بلکہ یہ ہے۔ کم از کم اس صورت میں جبکہ سائیمونیدس کے قول کا تعین کریں۔ قیفالس نے کہا بہت خوب اب میں اس بحث کو تم پہ چھوڑتا ہوں۔ میں قربانی کے لیے آمادہ ہوتا ہوں کیونکہ اس کا یہی وقت ہے۔ میں نے پوچھا تو پولی مارخس اس بحث میں تمہارے حصّہ کو دراثتاً لیتا ہے کیا وہ ایسا نہیں کرتا؟ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ یقیناً۔ اور فوراً قربانی کے لیئے چلا گیا۔

میں نے گفتگو شروع کی۔ تو مجھ کو جواب دو تم اس بحث کے وارث ہو: تمہارے نزدیک صحیح توجیہ عدالت کی کیا ہے جو سائیمونیدس نے کہی ہے؟

یعنی واپس دینا ہر شخص کو جو اس کا حق ہو عدل ہے۔ میرے نزدیک سائیمونیدس نے جو اس معاملہ میں کہا ہے درست ہے۔

ہاں یقیناً یہ کوئی سہل امر نہیں ہے کہ سائیمونیدس کی بات کا یقین نہ کیا جائے کیونکہ وہ دانا ہے اور اس کو الہام ہوتا ہے۔ مگر ان الفاظ سے اس کی کیا مراد ہے۔ تم پولی مارخس شاید سمجھتے ہو گو کہ میں نہیں سمجھتا۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ جو اس نے کہا ہے ابھی اس کی یہ مراد نہیں ہے یعنی کہ جائداد جو کسی شخص نے بطور ودیعت دی ہے تو وہ ودیعت دینے والے کو واپس دینا چاہئے اگر وہ اس کو طلب کرے حالت دیوانگی میں اور ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جائداد جو بطور ودیعت دی ہے وہ ودیعت دینے والے کا حق ہے:

کیا نہیں ہے؟

ہاں ہے۔
لیکن جو شخص اس کو طلب کرتا ہے اپنے حواس میں نہیں ہے۔ اسکو کسی طور سے واپس دینا نہ چاہیے۔ کیا چاہیے؟
سچ ہے۔ نہ چاہیئے۔
پس معلوم ہوتا ہے کہ سائیمونیدس کی مراد اس کے خلاف ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ جو کچھ واجب الادا ہے اس کا واپس دینا عدل ہے۔
اس نے جواب دیا بالکل یقین ہے کہ اس کی یہ مراد ہے کیونکہ اس نے صریحًا کہا ہے کہ دوست کا قرضہ دوست پر دونوں کو مفید ہے نہ کہ مضر۔
میں سمجھتا ہوں: کہ جو ودیعت رکھنے والے کو روپیہ واپس دیتا ہے وہ واجب الادا واپس نہیں دیتا اگر ادائی ایک جانب سے اور وصول یابی دوسری جانب سے مضر ثابت ہو اور دونوں فریق دوست ہوں۔ تمھارے نزدیک کیا یہ مراد سائیمونیدس کی نہیں ہے؟ یقینًا یہی ہے۔
تو کیا ہم اپنے دشمنوں کو جو ان کا حق ہو واپس دیں؟
ہاں بلاشک۔ جو کچھ ان کا واجب ہو۔ اور قرضہ دشمن کا دشمن پر میرے خیال میں ضرر ہے۔ کیونکہ ضرر اسی وقت میں خاص ہے اس نسبت کے لئے۔
تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سائیمونیدس نے شاعروں کی طرح اس عدالت کے بیان میں ایک معما کہا ہے۔ کیونکہ بظاہر اس نے یہ خیال کیا کہ جو چیز کسی کی خاص ہو وہ اس کو دے دینا عدالت ہے جس کو وہ حق کہتا ہے۔ مگر میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو اپنی رائے سے آگاہ کیجئے۔ فرض کیجیے کہ اس بیان کو سن کے یہ سوال کرے۔ سائیمونیدس جب یہ صورت ہے کہ وہ فن جس کو طب کہتے ہیں کیا حق یا خاص شئے ادا کرتا ہے اور اس کے وصول کرنے والے کون ہیں۔ تمھارے نزدیک وہ ہم کو کیا جواب دیتا؟ صریحًا وہ یہ کہتا کہ بدن وصول کرنے والے ہیں اور دوائیں غذائیں اور پینے کی چیزیں وہ اشیاء ہیں جو دئے جاتے ہیں۔
اور کیا حق اور خاص چیزیں اس فن سے ملتی ہیں جس کو طباخی کہتے ہیں اور وصول کنندہ کون ہیں؟

مزا دینا وہ شئے ہے جو کی جاتی ہے اور طعام الوان ہیں وصول کنندہ۔
خوب تو وہ فن کیا کرتا ہے جس کو ہم عدالت کہیں گے اور اس کے وصول کنندہ کون ہیں؟
اگر بیانات گزشتہ سے کچھ ہماری رہنمائی ہو سکتی ہے تو سقراط مدد (نفع)
یا ضرر وہ چیزیں ہیں جو کی جاتی ہیں اور دوست اور دشمن وصول کرنے والے ہیں۔
پس سائیمونیڈس عدالت سے یہ مراد لیتا ہے کہ دوستوں کو نفع پہنچایا جائے
اور دشمنوں کو ضرر یہی مراد ہے؟
میرا یہی خیال ہے۔
بیماری کی صورت میں کون دوستوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچا سکتا ہے
اور دشمنوں کو ضرر؟ صحت اور مرض کے باب میں؟
طبیب۔
اور سفر بحری میں کون سب سے زیادہ دوستوں کو نفع پہنچا سکتا ہے اور
دشمنوں کو ضرر؟
ملاّح۔
اچھا تو کس معاملہ میں اور کس چیز کے باب میں عادل انسان سب سے زیادہ
دوستوں کو نفع پہنچا سکتا ہے اور دشمنوں کو ضرر؟ میں خیال کرتا ہوں کہ جنگ کے معاملہ
میں معاون پہلے کا اور دشمن دوسرے کا۔
خوب۔ تم اس کو مان لوگے میرے پیارے پولی مارخس کہ طبیب ان لوگوں
کے لیے بیکار ہیں جو صحیح و تندرست ہیں۔
یقیناً۔
اور ملاح ان لوگوں کے لیے جو ساحل پر ہوں۔
ہاں۔
تو عادل بھی ان لوگوں کے لیے بیکار ہے جو جنگ نہ کرتے ہوں۔
میرا بالکلیہ یہ خیال نہیں ہے۔
تو صلح کے زمانے میں بھی عدالت مفید ہے، کیا ایسا ہی ہے؟
یہی ہے۔

اور یہی حال زراعت کا بھی ہے۔ کیا نہیں ہے؟

ہاں۔

یعنی اس لیے کہ زمین کے ثمرات حاصل کیے جائیں۔

ہاں۔

اس کے علاوہ موچی کا فن بھی مفید ہے۔ کیا نہیں ہے؟

ہاں۔

یعنی جوتیاں حاصل ہونے کے لیے۔ میرا خیال ہے تم بھی یہی کہو گے۔

یقیناً۔

تو پھر تمھارے نزدیک عدالت کس کے فائدے یا اکتساب کو ترقی دیتی ہے زمانۂ صلح میں

متعہدین کو اے سقراط۔

اور متعہدین سے تم سمجھتے ہو مشارکت یا اس کے خلاف؟

مشارکت یقیناً۔

تو پھر وہ عادل انسان ہے یا کھلاڑی چوپڑ کھیلنے والا جو چوپڑ کھیلنے میں ایک

اچھا اور مفید شریک ہو سکتا ہے؟

چوپڑ کھیلنے والا۔

اچھا اینٹ کے ردّے رکھنے میں اور پتھر کی جڑائی میں عادل انسان بہتر

اور مفید شریک ہو سکتا ہے یا باقاعدہ معمار؟

ہرگز نہیں۔

تو پھر کس شراکت میں عادل انسان بہتر ہے عود نواز سے اس معنی سے کہ عود نواز

بہتر شریک ہے بہ نسبت عادل انسان کے ساز نوازی میں؟

میں خیال کرتا ہوں روپیہ کی شراکت میں۔ شاید پولی مارخس کو مستثنیٰ کر کے

جب یہ مقصود ہو کہ روپیہ صرف کیا جائے مثلاً شرکا، کو جب گھوڑا مول لیتا ہو یا بیچتا ہو

تو میں خیال کرتا ہوں کہ گھوڑوں کا سوداگر بہتر ہے۔ کیا نہیں ہے؟

ظاہر او یہی ہے۔

اگر جہاز مول لینا ہو یا بیچنا ہو تو جہاز بنانے والا یا ملاح بہتر ہے۔

9

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔
جب یہ صورت ہو، ہو قع ہو تو چاندی یا سونے کی مشارکت کا تو کیا اس میں عادل انسان زیادہ مفید ہوگا بہ نسبت اور کسی کے ؟
جب سقراط تم کو اپنا روپیہ ودیعت رکھنا ہو اور اس کی حفاظت چاہتے ہو۔
یعنی جب اس کو اسی طرح رکھنا اور اس کا صرف کرنا نہ چاہتے ہو ؟
بالکل یہی۔
پس عدالت کا فائدہ روپیہ کے لیئے ہے جبکہ روپیہ بیکار رہو ؟
ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔
اسی طریقہ سے جب تم کو ہنسیا کا رکھنا منظور رہو تو عدالت مفید ہوگی خواہ تم شرکت وار ہو خواہ نہ ہو۔ مگر جب تم ہنسیا کو کام میں لانا چاہو تو عدالت اپنی جگہ انگور کی کانٹ چھانٹ کرنے والے کو دیتی ہے۔
ظاہرا۔
تم یہ بھی مانتے ہو کہ جب تم کو ایک سپر یا ایک عود (باجا) رکھنا ہو بغیر کام میں لانے کے تو عدالت مفید ہے مگر جب تم ان کو کام میں لانا چاہو تو فن سپاہ گری یا موسیقی کی ضرورت ہوگی ؟
مجھ کو ضرور ماننا ہوگا۔
اور یہی حال ہر چیز کا ہے عدالت بیکار ہے جب کوئی چیز کام میں لائی جائے اور مفید ہے جب وہ چیز بیکار رہو ؟
ایسا ہی معلوم ہوگا۔
پس مہربان بندہ عدالت کچھ بہت قیمتی شئے نہیں ہو سکتی جب اس کا مصرف محض بیکار چیزوں کے لیے ہو۔ اب ہم اس تحقیق کو اس طرح جاری رکھینگے کیا وہ شخص جو ضرب لگانے میں بہت مشاق ہو مقابلے کے وقت خواہ وہ مشت زن ہو یا نہ ہو وہی شخص کیا ضرب کے روکنے میں مشاق نہ ہوگا ؟
یقیناً۔
کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ جو شخص مرض کے دفع کرنے اور اس کے روکنے میں

10

استاد ہوگا وہی شخص یقیناً دوسروں میں مرض کے پیدا کردینے میں بھی انتہا کا استاد ہوگا۔

میں بھی یہ خیال کرتا ہوں۔

اور بلاشک وہ شخص جو فوج کی حفاظت میں قابلیت رکھتا ہو وہ شخص دشمن کے منصوبوں کے اڑا لینے میں بہت لایق ہوگا اور دشمن کی حملہ کارروائیوں کے دست برد کرنے میں۔

یقیناً۔

کہنا یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی حفاظت میں مشاق ہوگا وہ اس کے چرا لینے میں بھی مشاق ہوگا۔

بظاہر ایسا ہی ہے۔

لہذا اگر عادل انسان روپیہ کی حفاظت میں مشاق ہے تو وہ روپیہ کے چرانے میں بھی مشاق ہوگا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ دلیل تو یہی راہ دکھاتی ہے۔ پس بہر طور ظاہر ہے کہ عادل آدمی ایک طور کا چور ہے۔

گمان غالب ہے کہ یہ مسئلہ تم نے ہومر سے سیکھا ہے۔ جو آتولیکس اودی سی یوس کے نانا پر بہت مہربان ہے۔ کیونکہ بقول شاعر مذکور کہ وہ تمام آدمیوں پر چوری اور دغابازی میں سبقت لے گیا۔ پس عدالت تمھارے اور ہومر اور سایمونید س کے نزدیک ظاہراً ایک طرح کا چوری کا فن ہے۔ جس کا مقصد دوستوں کو مدد دینا اور دشمنوں کو ضرر پہنچانا ہے۔

کیا یہی تمھاری مراد نہ تھی؟

اس نے جواب دیا بلاشک یہ مراد نہ تھی۔ مگر میں یہ نہیں جانتا کہ میری کیا مراد تھی۔ لیکن اب تک میری یہ رائے کہ دوستوں کو مدد دینا اور دشمنوں کو ضرر پہنچانا عدالت کے خلاف ہے تم کو بیان کرنا چاہیئے کہ کس شخص کے دوست وہ ہیں جو اس شخص کو دوست معلوم ہوتے ہیں یا وہ جو درحقیقت ایماندار ہیں اگرچہ ایسے نہ معلوم ہوں؟ اور دشمنوں کی بھی اسی اصول سے تم تعریف کرتے ہو۔

میں یقیناً توقع رکھتا ہوں کہ ہر شخص ان لوگوں سے محبت کرے جن کو وہ ایماندار سمجھتا ہے اور ان لوگوں سے نفرت کرے جن کو وہ شریر سمجھتا ہے۔

مگر کیا لوگ اس معاملہ میں غلطیاں نہیں کرتے اور اکثر ایسے لوگوں کو ایماندار خیال کرتے ہیں جو حقیقتاً ایماندار نہیں ہیں اور اکثر کو شریر خیال کرتے ہیں جو حقیقتاً شریر نہیں ہیں؟

ایسا کرتے ہیں۔

11 پس ایسے لوگوں کے نیک دشمن ہیں اور بد دوست ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

یقیناً ہے۔

اور قطع نظر اس کے ایسے لوگوں کا یہ عدل ہے کہ ایسے وقتوں میں کہ شریروں کی مدد کریں اور نیکوں کو ضرر پہنچائیں۔

بظاہر ایسا ہی ہے۔

تاہم یقیناً نیک عادل ہیں اور غیر عدالت ان کی ماہیت کے مغائر ہے۔

سچ ہے۔

پس تمہارے مسئلہ کے موافق ایسے لوگوں سے بدی کرنا جو لوگ غیر عدالت نہیں کرتے عدل ہے

معاذ اللہ۔ سقراط یہ تو بڑا مفسد مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔

پس میں نے کہا یہ عدل ہے کہ غیر عادل کو ضرر پہنچایا جائے اور عادل کی مدد کی جائے۔ بداہتہً یہ نظریہ پہلے نظریہ سے بہتر ہے۔

اس صورت میں پولی مارخس نتیجہ یہ ہوگا کہ ان متعدد مثالوں میں جن میں لوگوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں بڑی غلطی کی ان غلط کرنے والوں کے لئے کہ اپنے دوستوں کو ضرر پہنچائیں کیونکہ ان کی نظر میں وہ شریر ہیں اور دشمنوں کی مدد کریں کیونکہ وہ نیک ہیں اور ہمارا بیان ٹھیک مقابل (برعکس) ہوگا اس معنی سے جو ہم نے سائیمونیدس سے منسوب کیا ہے۔

اس نے جواب دیا۔ ہی نتیجہ نکلے گا۔ لیکن آؤ ہم اپنے مقام کو بدل لیں کیونکہ ظن غالب ہے کہ ہماری تعریف دوست اور دشمن کی غیر صحیح تھی۔

ہماری تعریف کیا تھی؟ پولی مارخس

کہ دوست وہ ہے جو بظاہر ایماندار آدمی ہوتا ہے اور ہماری جدید تعریف کیا ہوگی؟

کہ دوست وہ جو بظاہر نہیں بلکہ درحقیقت ایماندار آدمی ہے درحالیکہ وہ جو ظاہراً ہے لیکن درحقیقت ایماندار نہیں ہے ۔ درحقیقت ۔ دوست نہیں ہے بلکہ صرف بظاہر ہے ۔ اور دشمن کی بھی ہم اسی اصول پر تعریف کرتے ہیں ۔

پس اسی طرح کلام کرنے سے نیک آدمی بہر طور دوست ہوگا اور شریر دشمن ہوگا ۔

ہاں ۔

تو تم عدالت کے تصور میں ہم نے جو داخل کیا تھا کچھ اور بڑھا دیتے ہو ۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ دوست کی مدد کرنا اور دشمن کو ضرر پہنچانا عدالت ہے ۔ ہم اب ۔ اگر میں تمھارا مفہوم سمجھتا ہوں ۔ اضافہ کریں اور اس طرح بنالیں :۔ نیکی کرنا اپنے دوست سے اگر وہ نیک آدمی ہو ۔ عدل ہے ۔ اور ضرر پہنچانا دشمن کو اگر وہ برا آدمی ہو ۔

12

ٹھیک اسی طرح ۔ اس نے جواب دیا ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ صحیح بیان ہوگا میں نے پوچھا کہ کیا کسی کو ضرر پہنچانا یہ فعل عادل آدمی کا ہے ۔

یقیناً ہے ۔ اس نے جواب دیا یعنی یہ اس کا فرض ہے کہ ان لوگوں کو ضرر پہنچائے جو شریر ہیں اور ان کے دشمن بھی ہیں ۔

کیا گھوڑے ضرر پہنچائے جانے سے اچھے ہو جاتے ہیں یا بدتر ہو جاتے ہیں؟

بدتر ۔

کتوں کے مقابلہ میں یا گھوڑوں کے مقابلہ میں؟ گھوڑوں کے مقابلہ میں ۔

کیا کتے اسی طرح ضرر پہنچانے سے بدتر ہو جائیں گے؟ کتوں کی خوبی کے لحاظ نہ گھوڑوں کے اعتبار سے؟

لاکلام ایسے ہو جائیں گے ۔

کیا اسی اصول سے اے دوست ہم نہیں دعویٰ کر سکتے کہ انسانوں کو اگر ضرر پہنچایا جائے تو وہ بھی فضیلت کی میزان میں گھٹ جائیں گے؟

بیشک ہم دعویٰ کر سکتے ہیں۔
مگر عدالت ایک انسانی فضیلت نہیں ہے؟
بلاشک ہے۔
لہذا ضرور ہے۔ اے دوست کہ انسان ضرر پہنچائے جانے سے کم عادل ہو جائیں گے۔
ایسا ہی معلوم ہو گا۔
کیا موسیقی داں فن موسیقی سے انسان کو موسیقی میں ناقص کر دیں گے؟
وہ ایسا نہیں کر سکتے۔
کیا چابک سوار شہسواری کے فن میں انسان کو برے سوار بنا دینگے؟
نہیں۔
لیکن ایسا ہو تو کیا عادل عدالت سے لوگوں کو غیر عادل بنا دینگے؟
نہیں یہ غیر ممکن ہے۔
سچ ہے۔ کیونکہ اگر میں اس غلطی پر نہیں ہوں گرمی کی یہ خاصیت نہیں ہے بلکہ اس کی ضد کا یہ خاصہ ہے کہ وہ چیزوں کو سرد کرے۔
ہاں۔
اور یہ خاصہ خشکی کا نہیں ہے بلکہ اس کی ضد کا کہ وہ چیزوں کو تر کر دے۔
یقیناً۔
تو یہ خاصہ نیک کا نہیں بلکہ اس کی ضد کا کہ ضرر پہنچائے۔
بظاہر یہی ہے۔
اچھا تو عادل انسان نیک ہے؟
بلاشک وہ (نیک) ہے۔
پس پولی مارخس۔ یہ خاصہ عادل انسان کا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ضد غیر عادل (ظالم) کا کہ وہ دوست کو یا کسی مخلوق کو ضرر پہنچائے۔
مجھے معلوم ہوتا ہے سقراط کہ تم بالکل حق کہتے ہو۔ لہذا اگر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ عدل ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق پہنچایا جائے اور اس بات کو یہ سمجھتا ہے کہ عادل انسان کا فریضہ یہ ہے کہ

13

دشمنوں کو ضرر پہنچائے اور دوستوں کو مدد دے تو یہ دعویٰ کسی نادان آدمی کا ہے۔ یہ مسئلہ غلط ہے کیونکہ ہم نے دریافت کر لیا ہے کہ کسی وقت بھی کسی کو ضرر پہنچانا عدالت نہیں ہی

میں مانتا ہوں کہ تم حق پر ہو۔

تو پھر ہم تم دونوں اس امر میں شریک ہیں کہ جو شخص اس مسئلہ کو سائیمونیدس یا بیاس یا پیٹاکس یا کسی دانشمند جو عنایت یافتہ ہو اس سے منسوب کریں اس کی مخالفت کریں۔

اس نے کہا بہت خوب میں اپنا حصہ اس جنگ میں لینے کو بذاتِ خود آمادہ ہوں۔

مہربانی کر کے کہو تم جانتے ہو کہ میں کس شخص سے اس قول کے ایجاد کو منسوب کرتا ہوں کہ دوستوں کو مدد دینا اور دشمنوں کو ضرر پہنچانا عدل ہے۔

کس سے۔

میں اس قول کو پرائینڈر یا پرڈیکس یا زرکسیز یا اس میں تھبیا کے رہنے والے سے منسوب کرتا ہوں یا اور کسی مالدار سے جو اپنے کو بہت طاقتور خیال کرتا ہو۔

تم بالکل حق پر ہو۔

اچھا مگر ہم اب پھر صحیح تعریف عدالت اور عادل انسان کی تعریف کی بحث میں ناکامیاب ہوئے۔ تو پھر کیا تعریف تجویز کی جائے؟

اثنائے بحث میں تھریسماخس ایک یا زیادہ مرتبہ ہمارے مکالمے کے ٹوکنے اور اعتراض کرنے پر آمادہ تھا مگر ہر بار جو لوگ حاشیہ نشین تھے انھوں نے روک دیا تاکہ حجت تمام ہو جائے پھر طور جب میں نے آخر کا جملہ کہا اور ہم لوگ ٹھہر گئے پھر وہ ضبط نہ کر سکا اور ایک وحشی جانور کی طرح وہ آمادہ ہوا اور ایک جست لگا کے ہم پر آپڑا کہ ہم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ میں اور پولی مارخس ڈر گئے تھریسماخس نے جلسہ کو باآواز بلند مخاطب کیا اور کہا کیا لغویت تم پر اور پولی مارخس پر سوار تھی سقراط اس تمام وقت میں؟ کیوں ایک دوسرے کو بیوقوف بناتے ہو آپس کی خلق و مروت سے؟ نہیں۔ حقیقتاً اگر تم یہ سمجھنا چاہتے ہو کہ عدالت کیا ہے تو اپنے کو سوالات کرنے کا پابند نہ کرو اور جواب جو دئے جائیں ان کی تردید کو

نمائش میں لاؤ (تم خود جانتے ہو کہ سوال کرنا آسان ہے اور جواب دینا مشکل ہے) بلکہ تم بھی ہم کو جواب دو اور کہو کہ تم عدالت کے باب میں کیا سمجھتے ہو۔ کہ وہ کیا ہے۔ اور میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ اس تعریف سے خبردار رہو کہ وہ واجب ہے یا مفید ہے یا نافع ہے یا سودمند ہے یا ضروری ہے مگر جو کچھ تمہارا جواب ہو چاہئے کہ صاف ہو اور مختصر ہو کیونکہ میں ایسا جواب تسلیم نہ کروں گا جو مثل اس مہمل گفتگو کے ہوگا جو اب تک ہوتی رہی۔

جب میں نے یہ تقریر سنی میں دنگ ہوگیا اور بولنے والے کو خوف زدہ ہوکے غور سے دیکھنے لگا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر میں نے اس کو نہ دیکھا ہوتا قبل اسکے کہ اس نے مجھ پر نظر ڈالی تو میں گونگا[1] ہوجاتا لیکن قبل اس کے کہ وہ اس گفتگو سے برہم ہونے لگا تھا۔ میں اس کو بالمشافہ دیکھ چکا تھا۔ مجھ میں طاقت گفتار موجود تھی میں نے ذرا لرز کے جواب دیا تھریسماخس ہم پر سختی نہ کرو۔ اگر میں اور پولی مارخس اس مطلب کی جانچ میں غلطی کرتے ہوں تو یقین جانو کہ یہ غلطی غیرارادی ہے کیا یہ تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم ایک ٹکڑے سونے کی تلاش میں ہوں تو ہم جان بوجھ کے ایک دوسرے کی مروت میں اسکی دستیابی کے موقع کو ہاتھ سے کھو دینگے۔ فلہٰذا براہ عنایت یہ نہ خیال کیجئے کہ عدالت کی تلاش میں جو متعدد ٹکڑوں سے سونے کے زیادہ قیمتی ہے۔ ہم ایک دوسرے کے تابع ہوجائینگے۔ اس کمزوری کے ساتھ جس کا تم ذکر کرتے ہو بعوض اس کے کہ ہم اس کو تاحد امکان پیدا کریں۔ تم اے دوست جو چاہو سمجھو مگر میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ مطلب ہماری قوتوں سے باہر ہے عقل کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہم تم سے رحم کی توقع رکھیں نہ کہ ہم سے ایسا سخت سلوک کیا جاوے۔ پھر ایسے ہوشیار آدمی جیسے تم ہو۔

جب اس نے میرا جواب سنا تو زور سے ایک قہقہہ مارا نہایت حقارت کے ساتھ اور کہا۔ او ہرقلس! یہ ایک واقعہ مذاقیہ انکسار کا ہے جس کو سقراط نے ظاہر کیا ہے میں جانتا تھا کیا ہوگا اور جلسہ کو خبردار کیا تھا کہ جواب دینے سے

[1] مشہور ہے کہ اگر کسی پر بھیڑیئے کی نظر پڑے قبل اس کے کہ اس شخص نے بھیڑیئے کو دیکھا ہو تو وہ شخص بالکل گونگا ہوجائے گا اسی مشہور اعتقاد سے سقراط نے یہ مضمون تراشا ہے ۱۲

باز رہو اور جہالت کا اظہار کرو جو جی چاہے کرو مگر جب کوئی سوال کرے تو جواب سے باز رہو۔

15

ہاں تم ایک دانا آدمی ہو۔ تھریسماخس لہٰذا تم خود جانتے ہو کہ اگر تم کسی شخص سے پوچھو کہ عدد ۱۲ اکن اجزائے ضربی سے بنا ہے اور اسی وقت اس کو اس طرح خبردار کردو کہ۔ خبردار یہ نہ کہنا کہ ۱۲، ۶ کا دگنا ہے یا تین چوک ۱۲ ہے یا ۲ کا چھ گنا ہے یا ۴ کا تگنا ۱۲ ہے کیونکہ یہ لغویات تم سے نہ قبول کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم خوب جانتے ہو کہ کوئی ایسے سائل کو کوئی جواب نہ دے گا۔ مگر فرض کرو وہ شخص تم کو یہ جواب دے تھریسماخس ذرا سمجھاؤ تو کہ میں ان تمام جوابوں سے تو منع کیا گیا ہوں جن پر تم تہدید کرتے ہو؟ تو عنایت فرما کیا ہو اگر انھیں میں کوئی صحیح جواب ہو پھر بھی تم منع کرتے ہو کہ یہ جواب نہ دیا جائے تو کیا میں ایسا بیان کروں جو سچ کے خلاف ہو؟ یا اور تمھارا مفہوم کیا ہے؟ تم اس استفسار کا کیا جواب دوگے؟ ہاں بیشک! گویا دونوں صورتیں یکساں ہیں!

میں نے جواب دیا ان کے ایسا ہونے کو کوئی مانع نہیں ہے۔ بہرطور فرض کرو کہ دونوں یکساں نہیں ہیں: تاہم اگر ان میں جواب صحیح معلوم ہو اس شخص کو جس سے سوال کیا گیا ہے کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہمارا ممانعت کرنا یا نہ کرنا اس کے اس قصد کا مانع ہوگا کہ جواب دے جس کو وہ ٹھیک جواب یقین کرتا ہے؟

کیا تمھاری یہ مراد نہیں ہے کہ یہ جو تم کہتے ہو یہی کرنا چاہتے ہو؟ تم ان میں ایک جواب مجھ کو دوگے جن کو میں نامنظور کر چکا ہوں؟ مجھے تعجب نہ ہوگا اگر میں ایسا کروں یا فرض کرکے کہ بعد تامل کے میں اس عمل کو جائز قرار دوں۔

پھر کیا ہوگا اگر میں عدالت کے موضوع پر ایک اور جواب پیدا کردوں خلاف ان جوابوں کے جن کو میں رد کر چکا ہوں اور ان سب سے بہتر؟ پھر تم کس تعذیر کے مستوجب ہوگے؟

بس وہی سزا جو جاہل کو دی جاتی ہے کہ وہ تسلیم کرے اور میں تصور کرتا ہوں کہ یہی سزا روشن خیال لوگوں نے تعلیم کی ہے۔ بس یہ سزا ہے جس کو برداشت کرنیکا سزاوار ہوں مثل اوروں کے اس نے جواب دیا درحقیقت تم خوش طبع ہو۔

لیکن تعلیم کے جاننے کے ماسوا تم کو مجھے کچھ دینا بھی لازم ہے۔

میں نے جواب دیا میں یہ بھی کروں گا بشرطیکہ میرے پاس روپیہ ہو۔

مگر گلاکن تم کہہ چکے ہو کہ اگر روپیہ اس کا معاوضہ ہو تو اسپر گفتگو کرو تھریسیماخس ہم سب سقراط کے بارے ادا کریں گے۔

16 اس نے کہا ہاں سچ ہے! میں خیال کرتا ہوں تاکہ سقراط اپنے معمولی طریقہ پر خود جواب دینے سے انکار کرے حالانکہ دوسروں کے جوابوں کو جانچتا ہے اور تردید کرتا ہے۔

میں نے کہا میرے فاضل دوست وہ شخص کیونکر جواب دے سکتا ہے جو اوّل تو جواب نہیں دیتا اور اس کا اعتراف بھی کرتا ہے کہ مجھ کو نہیں معلوم کیا جواب دینا چاہئے اور دوسرے اس موضوع پر اگر اس کے کچھ خیالات ہیں ایک ایسے شخص نے جس کی لیاقت معمولی نہیں ہے ممانعت کی ہے کہ اپنے اوہام کو بیان کرے؟ نہیں بلکہ یہ بالکل مناسب ہے کہ تم تقریر کرو کیونکہ تم اس موضوع کے جاننے کا دعویٰ کرتے ہو اور کچھ کہنا چاہتے ہو لہذا انکار نہ کرو بلکہ جواب سے میری تشفی کرو اور گلاکن اور دوسرے ارباب جلسہ کی تعلیم سے بھی دریغ نہ کرو۔

جب میں یہ کہہ چکا تو گلاکن اور دوسروں نے التجا کی کہ التماس قبول کرو یہ تو ظاہر تھا کہ تھریسیماخس تقریر کرنے کا شایق تھا تاکہ اس کو شوکت حاصل ہو کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ میں بہت اچھا جواب رکھتا ہوں مگر اس نے بہ تکلف میرے مجیب ہونے پر حجت کی۔ بالآخر راضی ہو گیا اور پھر یہ کہا واقعی یہ سقراط کی دانشمندی ہے! وہ خود تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ جابجا جاکے خود دوسروں سے سیکھتا ہے بغیر اس کے کہ ان کی تدریس کا شکرگزار ہو۔

میں نے جواب دیا تھریسیماخس دوسروں سے سیکھنے کے بارے میں جو تم نے کہا سچ ہے مگر تمہارا یہ کہنا کہ میں شکرگزار نہیں ہوتا اور کچھ نہیں دیتا غلط ہے۔ میں جو کچھ میرے مقدور میں ہے دیتا ہوں روپیہ تو میرے پاس نہیں ہے میں صرف ستائش کر سکتا ہوں یہی میرا دینا ہے اسقدر آمادگی سے ستائش کرتا ہوں اگر میری دانست میں کسی کی تقریر عمدہ ہوتی ہے۔ تم بھی بہت جلد دیکھ لوگے جب تم جواب دوگے

مجھے توقع ہے کہ تم خوب تقریر کرو گے۔
اس نے کہا تو پھر سنو۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ عدالت صرف فائدہ ہے طاقتور کا۔ تو پھر تم میری ستائش کیوں نہیں کرتے؟ نہیں بلکہ تم انکار کرتے ہو۔
میں نے جواب دیا نہیں ایسا نہیں ہے مجھے صرف تمھاری بات کے معنی سمجھنے کا انتظار ہے ابھی تو میں نہیں سمجھا۔ تم کہتے ہو کہ سود طاقتور کا عدل ہے۔ تھریسماخس اس بیان سے زمین و آسمان میں تمھارا مفہوم کیا ہے؟ میرے خیال میں کہیں کچھ اس طرح تو نہیں۔ کہ اگر پولی دامس پہلوان ہم سے طاقتور ہے اور قوت بدنی کے لیے گوشت گاؤ اس کے لیے سودمند ہے۔ یہ غذا ہم کمزور آدمیوں کے لیے سودمند ہے لہٰذا عادلانہ ہے۔
سقراط یہ تو رسوا کرنا ہوا۔ تم سمجھتے ہو کہ سہولت سے میرے مسئلہ کو بگاڑ کے جو معنی لو وہی اس کے معنی ہیں۔
نہیں نہیں میرے لائق دوست مگر اپنا مطلب صاف صاف بیان کرو۔
اس نے کہا۔ کیا تم آگاہ نہیں ہو کہ کسی شہر کا فرمانروا خود مختار ہے۔ دوسرے شہروں میں جمہوریت ہے بعض میں حکومت شرفا کی ہے؟
بیشک میں آگاہ ہوں۔
کیا ہر شہر میں حکومت، اعلیٰ درجہ کی قوتِ حکام میں ہے؟
یقیناً ایسا ہی ہے۔
مزید برآں ہر حکومت میں قوانین اہل شہر کے فائدے کے لیے وضع کئے گئے ہیں۔ جمہوریت میں جمہوریت کے قوانین ہیں خود مختار شخصی حکومت میں خودسر قوانین ہیں قس علیٰ ہٰذا۔ اس عملدرآمد سے ان حکومتوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جو چیز ان کیلئے سودمند ہے وہ عادلانہ ہے ان کی رعایا کے لیے۔ اور جو کوئی انحراف کرتا ہے اس کو حکام زجر کرتے ہیں اس لیے کہ وہ خلاف قانون اور خلاف عدالت مجرم ہے۔ لہٰذا کرم فرما میری مراد یہ ہے کہ کل شہروں میں وہی ایک بات یعنی قاعدہ مقرر شدہ حکومت کا عدل ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کی قوت حکومت کی جانب پائی جاتی ہے میرا تو یہی خیال ہے۔ پس نتیجہ صحیح استدلال کا یہ ہے کہ وہی بات یعنی سود قوت دار

17

ہر مقام پر عدل ہے۔

اب میں تمھارا مطلب سمجھا۔ اور اس کے سمجھنے کی کوشش کروں گا کہ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں ہے۔ پس تم نے تھریسماخس خود ہی اپنے بیان میں عدالت کی تعریف کردی کہ وہ سود ہے گو کہ مجھ کو منع کیا تھا کہ ایسا جواب نہ دوں۔ بلاشک تم نے ایک اضافہ کیا ہے اور اس طرح بیان کرتے ہو کہ وہ سود ہے زیادہ قوت دار کا۔

ہاں شاید بہت ہی خفیف اضافہ۔

اب دیکھنا ہے کہ یہ اضافہ کچھ اہمیت رکھتا ہے یا نہیں مگر اس قدر یقینی ہے کہ ہم تمھارے مسئلہ کی صحت کو جانچیں۔ کیونکہ ہم دونوں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عدالت سود کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اور تم اس کو طول دیتے ہو کہ عدالت سود ہے زیادہ قوت دار کا اور میں اس میں توقف کرتا ہوں۔ پس ہم پر واجب ہے کہ اس موضوع کو مطالعہ کریں۔

مہربانی سے ایسا ہی کیجیے۔

یہی ہوگا۔ براہ عنایت اس سوال کا جواب عنایت ہو۔ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ حاکم کی اطاعت عدل ہے۔ کیا حکام ان متعدد شہروں کے معصوم[1] ہیں یا وہ بعض غلطیاں بھی کر سکتے ہیں۔

نہیں وہ بھی غلطیاں کر سکتے ہیں۔

18

اور اسی لیے جب وہ قانون وضع کرنے کا کام اپنے ذمہ لیتے ہیں کبھی وہ صحت سے ان کا کام ہوتا ہے کبھی غلط ہوتا ہے؟

مجھے اسی طرح سمجھنا چاہیے۔

صحت سے اور غلطی سے بہ ترتیب اس معنی سے کہ قانون سازی انھیں کے لیے کبھی مفید ہوتی ہے کبھی مضر؟

نہیں تم کیا کہتے ہو؟

ٹھیک وہی جو تم بیان کرتے ہو۔

---

[1] معصوم بے گناہ جن سے گناہ باوصف امکان صادر نہ ہو ۱۲ ھ

اور تم یہ مانتے ہو کہ جو کچھ حکام نے قانون بنا دیا ہے ان کی رعایا پر واجب ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔ اور یہی عدالت ہے۔

بلاشک میں یہی کہتا ہوں۔

پس بنا بر تمہاری حجت کے۔ صرف یہی عدل نہیں ہے کہ جس چیز سے زیادہ قوت والے کا فائدہ ہو اسی کو عمل میں لائے بلکہ وہ بھی کرنا چاہیے جو ان کی غرض کے منافی ہو۔ بالفاظ دیگر بالکل پہلی بات کا الٹا۔

تم کیا کہتے ہو؟

مجھے یقین ہے کہ جو تم کہتے ہو۔ لیکن اس نکتہ پر کماحقہ غور کرنا چاہیے۔ کیا یہ نہیں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جب حکام بعض حکم نافذ کرتے ہیں اپنی رعایا پر۔ بعض اوقات وہ بالکل غلطی پر ہوتے ہیں کہ ان کے لیے سب سے بہتر کیا ہے۔ اور یہ کہ جو احکام انھوں نے نافذ کئے ہیں رعایا کو ان کا بجا لانا عدل ہے؟ کیا یہ تسلیم نہیں ہو چکا ہے۔

اس نے جواب دیا ہاں میں یہی خیال کرتا ہوں۔ تو میں تم سے یہ کہونگا کہ تم نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ حکام اور صاحبان قوت کے اغراض کے خلاف بھی کام کرنا عدالت ہے؟ کیونکہ بداہۃً کمزوروں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کام کریں جو طاقتوروں کے نفع کے لیے مضر ہو۔

پولی مارخس نے کہا ہاں بیشک سقراط یہ بالکل صاف ہے۔

کلیتوفون نے رد جواب کیا: کوئی شک نہیں اگر تم سقراط کے گواہ ہو جاؤ۔

پولی مارخس نے کہا ہمیں گواہ کی کیا حاجت ہے تھریسماخس خود ہی تسلیم کرتا ہے کہ حکام بعض اوقات ایسا حکم دیتے ہیں جو خود ان کے لیے برا ہوتا ہے۔ ان کی رعایا کا عدل یہی ہے کہ ان کے احکام کو بجا لائیں۔ نہیں پولی مارخس تھریسماخس نے یہ تجویز کیا ہے کہ حکام نے جو حکم دیا ہے اس کو کرنا عدل ہے۔ ہاں کلیتوفون نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ مقصد طاقتور کا عدل ہے۔ اور دو مقدمے تجویز کر کے اس نے اس کے بعد تسلیم کیا ہے کہ زور آور فریق اپنے سے کمزور رعایا کو ایسا حکم دیتا ہے

جو اس کے اغراض کے لیے مضر ہوتا ہے۔ اور نتیجہ ان دو امروں کے تسلیم کرنے کا یہ ہی کہ جو کچھ زور آور کی غرض ہے ذرا بھی عادلانہ نہیں ہے۔ اس چیز سے جو اس کی غرض سے نہ ہو۔

کلیتوفون نے کہا: مگر زور آور کی غرض سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ جن پر جس کو زور آور تصور کرتا ہے کہ اس کی غرض سے ہے۔ اس کا بیان یہ تھا کہ کمزور کو چاہئے کہ اس کو بجا لائے اور یہی مفہوم عدالت کا ہے۔ پولی مارخس نے جواب دیا یہ وہ نہیں ہے جو اس نے کہا تھا۔

میں نے کہا پولی مارخس کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر تھریسماخس اپنے نظریہ کو اس طور سے اب بیان کرنا چاہتا ہے اس کے ایسا کرنے پر ہم کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

پس مجھ سے کہو تھریسماخس تم بھی تعریف عدالت کی بیان کرنا چاہتے تھے کہ عدالت وہ ہے جس کو زور دار سمجھے کہ زور آور کی غرض کے موافق ہے۔ خواہ درحقیقت وہ اس کی غرض کے موافق ہو خواہ نہ ہو؟ ہم اس عبارت کو تمھارا بیان عدالت کے بارے میں سمجھیں؟

اس نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں ایسے شخص کو جو غلطی پر ہو جب وہ غلطی کر رہا ہو زور آور کہونگا۔ کیوں میں نے خیال کیا تھا کہ تم نے اسی قدر کہا ہے۔ جب تم نے تسلیم کیا تھا کہ حکام معصوم نہیں ہوتے بلکہ حقیقتاً بعض غلطیاں کرتے ہیں۔

تم تو سقراط استدلال میں لطیفہ بازی کرتے ہو۔ کیا ہم اس شخص کو جو مریض کے علاج میں غلطی کرتا ہو طبیب کہیں۔ اس غلطی کے حوالہ سے؟ یا تم ایک اور شخص کو جو حساب میں غلطی کرتا ہو محاسب کہوگے غلطی کرتے وقت اور اس غلطی کے اعتبار سے؟ بیشک ہم ان الفاظ سے ادا کریں گے کہ طبیب غلط کر رہا تھا یا محاسب یا محرر غلطی میں تھا مگر فی الواقع ان میں ہر ایک میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس حد تک وہ ہو جو ہم اس کو کہتے ہیں کبھی غلطی میں نہیں پڑتا چنانچہ صحت اور اختصار کیساتھ کہنے کے لئے کیونکہ تم زبان میں ایسی ہی صحت چاہتے ہو یہ کہیں گے کہ کوئی اہل پیشہ غلطی نہیں کرتا۔

کیونکہ علم کی ناکامی سے انسان غلطی کرتا ہے۔ اور اس حد تک وہ اہل پیشہ نہیں ہے۔ خواہ اہل پیشہ ہو خواہ فیلسوف ہو یا حاکم ہو کوئی غلطی نہیں کرتا جب تک وہ جو ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہی ہو گو یہ کلیتہً کہا جائے کہ فلاں طبیب غلطی پر تھا یا فلاں حاکم غلطی پر تھا۔ میرا اس وقت کا جواب میں چاہتا ہوں اس مفہوم سے سمجھو۔ لیکن بیان اگر کامل صحت کے ساتھ ادا کیا جائے تو یہ ہوگا کہ ایک حاکم جس حد تک کہ وہ حاکم ہے کبھی غلطی نہیں کرتا اور جب تک یہ صورت ہے ویسا ہی حکم نافذ کرتا ہے جو اس کے حق میں سب سے بہتر ہو اور اسی پر رعایا کا کاربند ہونا واجب ہے۔ لہٰذا جب میں اس طرح کلام کی ابتدا کرتا ہوں میں اس کو عدل کہتا ہوں کہ زور آور کے نفع کے لیے کام کیا جائے۔ 20

بہت خوب تھریسیماکس تم مجھ کو سخن ساز خیال کرتے ہو؟

کیوں؟

ہاں پکا سخن ساز۔

تم خیال کرتے ہو کہ میں نے تم سے یہ سوالات شرارت کی نیت سے کئے تھے تاکہ تمہارا مطلب اس حجت سے خبط ہو جائے؟

البتہ مجھے اس کا یقین ہے۔ بہر طور تم کو اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ نہ تم مجھ کو اچانک گرفت کرنے سے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہو نہ واضح استدلال سے تم مجھ پر غالب ہو سکتے ہو۔

میرے فاضل دوست مجھے اس کوشش کا خیال نہ کرنا چاہیے۔ اس قسم کی کوئی بات آئندہ نہ ہوگی۔ یہ بیان کرو کہ تم الفاظ حاکم اور زور آوران کے عام مفہوم میں لیتے ہو یا اس مقید معنی سے جس کو تم ابھی کہہ رہے تھے۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ کمزور کے لیے یہ عدل ہے کہ وہ ایسا کام کرے جو حاکم کی غرض سے ہو جو کہ زور آور بھی ہے۔

میں لفظ حاکم سے وہی مقید مفہوم مراد لیتا ہوں۔ اب اپنی سخن سازی اور شرارت کی قوتوں کو آزماؤ۔ میں کوئی رعایت نہیں چاہتا۔ بلکہ تمہاری کوششیں بے تاثیر رہیں گی۔

تم کیوں فرض کئے لیتے ہو کیا میں دیوانہ ہوں - میں شیر کی داڑھی پکڑنے کی جرأت کروں گا یا تھریسماخس ایسے شخص سے سخن سازی کروں گا ؟
بہرطور تم نے ابھی تو یہی کوشش کی تھی گو کہ تم کو بالکل کامیابی نہیں ہوئی
میں نے جواب دیا یہ مذاق ہوچکا - مجھ سے یہ کہو : کہ طبیب جس کو تم ان قیود کے ساتھ (؟) کیسا طبیب کہتے ہو روپیہ کمانے والا ہے یا بیماروں کو شفا دینے والا ؟ خبردار تم حقیقی طبیب کے باب میں گفتگو کرتے ہو - بیماروں کو شفا دینے والا -
اور ملاح کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟ ایک سچا ملاح جہازی یا جہازیوں کا حاکم ہے ؟

21

جہازیوں کا حاکم ہے -
میرے نزدیک اس کے جہاز پر موجود ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کو ملاح کہنا لازم ہے - جہاز پر موجود ہونے کی وجہ سے اس کا نام ملاح نہیں ہے بلکہ اپنے فن اور ملاحوں پر اس کی حکومت کے اعتبار سے اس کو اس نام سے نامزد کرتے ہیں -
سچ ہے -
کیا ان اشخاص سے ہر شخص اپنی ذاتی غرض نہیں رکھتا ؟
یقیناً
اور اصلی غرض ان کے فن کی یہ نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی غرض جستجو کی جائے اور وہ حاصل کی جائے -
یہی ہے -
سوا اپنے اعلیٰ درجہ کے کمال کے ہر ایک کے جداگانہ فنون کی کوئی اور غرض وغایت ہے ؟
تمھارے اس سوال کا کیا مطلب ہے ؟
کیوں ؟ اگر تم مجھ سے یہ دریافت کرتے کہ کسی شخص کے جسم کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ جسم ہو یا اس کے سوا کسی اور اضافہ کی حاجت ہے تو میں کہتا کہ ہاں ہے - اسی واقعہ سے دریافت ہونا صحت بخش فن کا لازم ہوا کیونکہ جسم ناقص ہے

اور اس کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ جسم ہو۔ لہٰذا صحت بخش فن کی ضرورت ہوئی کہ وہ چیز پیدا کرے جسم کے نفع کے لیے جس کی حاجت ہے۔ اگر میں اپنے مقصد کو اس طرح ادا کروں تو درست ہوگا یا نہ ہوگا؟

تم حق پر ہوگے۔

تو پھر کیا صحت بخش فن خود ہی ناقص ہے یا کوئی فن کیوں نہ ہو۔ اس کو ایک مزید فضیلت کی ضرورت ہے جیسے آنکھوں کو بینائی کی ضرورت ہے کانوں کو شنوائی کی اسی طرح سے کہ یہ آلات ایک خاص فن کی حاجت رکھتے ہیں جو بحث کر کے تحقیق کرے۔ ایسی چیز جس سے یہ اغراض حاصل ہوں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس فن میں بھی کوئی نقص ہے تاکہ ہر فن کو ایک اور فن کی ضرورت ہو کہ اس کے اغراض پر غور کرے اور اس مشروط فن کو ایک تیسرے فن کی ضرورت ہو جس کا ایسا ہی کام ہو وقس علیٰ ہذا الیٰ غیر التناہی؟ یا یہ فن اپنے نفع خاص سے بحث کرے؟ یا یہ بھی ضرور ہے کہ اپنے لیے یا کسی اور فن کے لیے کوئی خاص علاج پیدا کیا جائے اپنے ذاتی نقصان کے لیے ازبسکہ کوئی نقص یا فتور کسی فن میں نہیں اور ازبسکہ کسی فن کا یہ فرض نہیں ہے کہ کسی چیز کے اغراض کی تلاش کرے الا اس چیز کے اغراض جس کو اس فن سے بہ حیثیت ایک فن کے تعلق ہے بذاتِ خود وہ داغ دھبہ سے پاک ہے، ایک سچے فن کی حیثیت سے جب تک سخت پابندی سے جاری رہے اور حسب ماہیت اپنی صحت پر قائم ہو؟ اس سوال پر حدود کے صحیح معنی کے اعتبار سے نظر کرو جن پر ہم اتفاق کر چکے ہیں۔ اسی طرح ہے یا اور کسی طرح؟

ظاہراً ایسا ہی ہے اس نے جواب دیا۔

پس صحت بخش فن صحت بخشی کے اغراض پر غور نہیں کرتا بلکہ جسم کی غرض پر غور کرتا ہے۔

ہاں۔

فن شہسواری۔ شہسواری کی خوبی پر عمل نہیں کرتا بلکہ گھوڑوں کی بھلائی پر۔ نہ کوئی فن اپنے ذاتی غرض کی جستجو کرتا ہے کیونکہ (اس کی حاجتیں نہیں ہیں) بلکہ

22

اس چیز کی بھلائی جس سے فن کی حیثیت سے اس کو تعلق ہے۔

بظاہر ایسا ہی ہے۔

ہاں۔ تھریسماخس تم اس کو تسلیم کرو گے کہ فن اس چیز پر حاکم ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے جس کا وہ فن ہے۔

اس نے بڑے پس وپیش کے ساتھ اس قضیہ کو تسلیم کیا۔ پس تو کوئی علم اپنے سے قوی تر کی غرض کو نہ دریافت کرتا ہے نہ اس پر حکومت کرتا بلکہ اپنے سے ضعیف کی غرض کی تفتیش کرتا ہے جو اس کا تابع ہے۔

بالآخر اس پر بھی اس نے رضامندی کا اظہار کیا۔ اگرچہ اس کے بارے میں جنگ کرنے کا اظہار کیا۔ جب اس کی رضامندی ظاہر ہو چکی تو میں نے اس طرح تقریر کو جاری کیا۔ تو پھر یہ بھی درست نہیں ہے کہ کوئی طبیب جس حد تک کہ وہ طبیب ہے طبیب کے منافع پر نہ غور کرتا ہے نہ حکومت کا اظہار کرتا ہے بلکہ جملہ اطبا اپنے مرضی کے بہبود پر نظر رکھتے ہیں؟ کیونکہ ہم نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ طبیب جس پر درحقیقت طبیب کا اطلاق درست ہے اجسام پر حاکم ہے نہ کہ روپیہ کا پیدا کرنے والا کیا۔ ہم اس پر متفق نہیں ہیں؟

اس نے مان لیا کہ ہم متفق ہو چکے ہیں۔

اور یہ کہ ناخدا جس پر اس لفظ کا صحیح اطلاق ہے ملاحوں کا حاکم ہے نہ کہ خود ملاح؟

ہم نے اتفاق کیا ہے۔

پس اس قسم کا ناخدا اور حاکم ناخدا کے اغراض کی تفتیش نہ کرے گا اور نہ حکومت کرے گا بلکہ ملاح اور اپنے ماتحت کے اغراض کا جویا ہوگا۔ اس نے تنفّر کے ساتھ رضامندی ظاہر کی۔

پس اس طرح تھریسماخس سب لوگ جو حکومت کے منصب پر ہیں جس حد تک کہ وہ حاکم ہیں نہ اپنے اغراض ذاتی پر غور کرتے ہیں اور نہ اس کی تاکید کرتے ہیں بلکہ اپنے ماتحتوں کے اغراض پر نظر رکھتے ہیں جن کے لیے وہ اپنے

ہمیشہ کو کام میں لاتے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں یا کہتے ہیں انھیں پر ان کی نظر رہتی ہے اور انھیں کی بہبود اور مناسبت کی رعایت کرتے ہیں۔

جب ہم بحث کے اس مقام پر پہنچے اور سب پر ظاہر ہو گیا کہ عدالت کی تشریح بالکل الٹی ہو گئی تھریسماخس نے جواب دینے کے عوض یہ کہا۔ سقراط مجھ سے کہو تمھاری کوئی کھلائی بھی ہے؟ کیوں؟ میں نے جواب دیا بہتر یہ ہے کہ میرے سوالوں کا جواب دو نہ کہ ایسی باتیں مجھ سے پوچھو؟ اس لیے کہ تمھاری کھلائی نے تم کو میلا کچیلا چھوڑ دیا ہے تمھاری ناک بہتی ہے اس کو کوئی پروا نہیں ہے اس کو چاہیئے تھا کہ تم کو پاک صاف رکھتی اسی کی غفلت سے تم کو نیک و بد کی تمیز نہیں نہ بھیڑ کو پہچانتے ہو نہ گڈریے کو۔

کیا اس خیال کا کوئی خاص سبب ہے؟

اس سبب سے کہ تمھارا خیال یہ ہے کہ گڈریے اور گلہ بان اپنی بھیڑوں اور اپنے بیلوں کی بہبودی چاہتے ہیں اور ان کو فربہ کرتے ہیں اور ان کی نگہداشت کرتے ہیں اور خیالات سے نہ کہ صرف اپنے آقاؤں اور اپنی ذات کے نفع کے لیے اور تم درحقیقت یہ تصور کرتے ہو کہ حکام کسی ریاست میں ہیں ان سے مراد لیتا ہوں جو درحقیقت حکام ہیں۔ ان کا اپنی رعایا کے لیے اور کچھ خیال ہے نہ کہ ایسا خیال جو بھیڑوں کے لیے ہو اور یہ کہ شب و روز سوا اس کے کہ ان کو اپنے ذاتی منافع کا خیال ہو اور کچھ خیال نہیں ہے۔ اور تمھارا خیال اس حد تک عدالت اور غیر عدالت کے اور عادل اور غیر عادل کے مفاہیم کے باب میں غلط ہے اور تم یہ نہیں جانتے کہ مذکور اول درحقیقت دوسرے کی بہبود ہے یعنی نفع اس کا جو زیادہ قوت رکھتا ہے اور حاکم کا اور خود تمھارا نقصان ہے۔ جہاں تم ماتحت ہو اور خادم ہو درحالیکہ غیر عدالت (ظلم) اس کا عکس ہے۔ جو ان لوگوں پر فرمانروا ہیں جو سادہ لوح اور عادل ہیں چنانچہ وہ رعایا ہیں وہ ایسا کام کرتے ہیں جو ظالم کے لیے مفید ہے۔ جو ان سے زیادہ قوی ہے اور جو اپنی عسرت کو ان کی خدمت سے زیادہ کرتا ہے اور ان کو نفع نہیں پہنچاتا۔ امور ذیل پر غور کرنے سے تم کو اے سادہ لوح

23

سقراط کہ عادل ہر جگہ خراب رہتا ہے بمقابلۂ ظالم کے اولاً تو اپنے باہمی معاملات میں جہاں کہیں ایک عادل اور ایک ظالم کی شراکت ہوئی ہے تم دیکھو گے کہ جب شراکت ٹوٹتی ہے تو عادل کو کبھی ظالم سے زیادہ یافت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ کم پاتا ہے۔ پھر اس معاملہ میں جو ریاست کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب جائداد پر محصول ادا کرنا ہوتا ہے۔ تو عادل زیادہ دے گا اور ظالم کم ایک ہی قیمت کی جائداد پر اور جب کچھ وصول کرنا ہوتا ہے جب تو ایک کو کچھ نہیں ملتا اور دوسرے کو بڑے نفع ہوتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کوئی ذی اختیار عہدہ ملتا ہے اگر عادل کو کوئی نقصان نہ بھی ہو تو بھی اس کے ذاتی اُمور میں خلل پڑ جاتا ہے اس لیے کہ اس کو ان کی طرف توجہ کرنے کی مہلت نہیں ہوتی دراں حالیکہ اس کے بالا دست اس کو سرکاری روپیہ سے کوئی نفع نہیں اٹھانے دیتے اور یہ بھی اس کی بدنصیبی ہے کہ اس کے دوست آشنا اس سے ناخوش رہتے ہیں جب وہ ان کو خلاف عدالت مراعات کرنے سے انکار کرتا ہے۔ لیکن غیر عادل کے حق میں ہر چیز اس کے برعکس ہوتی ہے۔ میں اس صورت کا ذکر کرتا ہوں جس کو میں نے ابھی بیان کیا تھا۔ ایک ظالم کا واقعہ جس کا ہاتھ دور تک پہنچتا ہے۔ تم اس کے اوپر غور کرو دیکھو کہ ایک شخص کے لیے ظالم ہونا کسقدر نافع ہے بہ نسبت عادل ہونے کے اور تم اس حقیقت کو نہایت آسانی سے سمجھ لوگے۔ جب تم ظلم کے انتہائی درجہ پر اپنی توجہ مبذول کروگے۔ ظالم کیسا خوش رہتا ہے اور مظلوم اگر وہ انتقام نہ لے تو کیسا محزون و مغموم ہو جاتا ہے یہ صورت خود مختار بادشاہی کی ہے جو چھوٹے درجوں سے نہیں چلتی بلکہ کھلی ہوئی قریبی کارروائی ہے غصب اور مال مردم خواری ہے دینی مال ہو خواہ دنیاوی نج کا ہو خواہ سرکاری ایسے جرائم کا ارتکاب کہ اگر وہ تفصیل وار ہوں اور گرفت کر لیے جائیں تو مرتکب اس کا تعذیر کا مستوجب ہوتا ہے اور انتہائی ذلت برداشت کرنا ہوتی ہے کیونکہ جزوی مجرم اس قسم کے جرموں کے لیے ناپاک مردم دزد نقب زن چور ڈکیت کہے جاتے ہیں۔ مگر جب کوئی شخص نہ صرف اپنے ہم شہریوں کا مال چھین لیتا ہے بلکہ ان کو پکڑ کے غلام

34

بھی بنا لیتا ہے تو عوض ان ذلیل خطابوں کے نہایت خوش ہوتا ہے اور معزز سمجھا جاتا ہے نہ صرف اسی کے شہر والے اس کو معزز سمجھتے ہیں بلکہ اور سب لوگ بھی جو اس کے وسیع ظلم کو برا کہتے ہیں وہ اس لیے خائف نہیں ہوتے کہ وہ ظلم کے مرتکب ہوں گے بلکہ اس لیے کہ ان پر ظلم کا وقوع نہ ہو۔ پس اس لیے سقراط کہ ظلم کافی مقدار سے واقع ہو قوی تر اور زیادہ آزاد اور ہمیشہ سرداروں کی صفت رکھتا ہے بہ نسبت عدل کے اور جیسے میں نے پہلے کہا تھا کہ عدل مفید ہے قوت والے کے لیے اور ظلم نافع اور مفید ہے ذاتِ خاص کے لیے۔

جب وہ اپنی تقریر تمام کر چکا تھریسماخس نے روانگی کا ارادہ کیا۔ ہمارے کانوں کو ایک مسلسل تقریر سے بھر دیا تھا۔ اور متعدد الفاظ کی کانوں پر بوچھار کر دی جیسے حمامی نہلا دیتا ہے۔ ہمارے ساتھی اس کو کب جانے دیتے تھے بلکہ ٹھیرنے پر مجبور کیا۔ اور اس مسئلہ کا جواب وہ ٹھیرایا میں خود نہایت مصر تھا اور کہتا تھا میرے اچھے تھریسماخس کیا واقعی ایسی تقریر کے بعد جو تم نے کی تم جانا چاہتے ہو قبل اس کے کہ ہمارے ذہن نشین کر دو یا یہ معلوم کر لو کہ تمہارا نظریہ صحیح ہے یا غلط؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم نے کوئی ایسا مسئلہ چھیڑا ہے جس کی کوئی شان نہیں ہے کیا یہ ایسے اصول نہیں ہیں جس پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے ایسی زندگی جو سب سے زیادہ نافع ہو؟

تھریسماخس نے کہا۔ نہیں یہ صحیح بیان اس صورت کا نہیں ہے میری رائے میں۔ میں نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے یا یہ کہ تم ہماری کوئی پروا نہیں کرتے اور جس علم کا تم کو دعویٰ ہے خواہ اس کی جہالت سے ہماری زندگی اچھی گزرے یا بری تم کو کچھ احساس نہیں ہے۔ مہربانی کر کے اپنا علم ہم کو بھی بخشو۔ ہمارا گروہ بڑا ہے۔ یہ عنایت کچھ بے جا نہ ہوگی۔ میں تم سے صاف صاف کہتا ہوں میں بجائے خود یہ نہیں یقین کرتا کہ ظلم عدل سے زیادہ مفید ہے۔ اگرچہ اس کو مطلق العنان چھوڑ دیں اور بلا مزاحمت اس کے کام کو چلنے دیں بلکہ بخلاف اس کے ایک ظالم آدمی فرض کرو اور اس کو پورا اختیار ظلم کرنے کا ہو

25

یا تو اس طرح کہ اس کو کوئی شناخت نہ کر سکے یا اگر مقابلہ ہو تو اس کو وہ مغلوب کرلے تاہم مجھ کو یقین نہیں ہے کہ یہ طریقہ زیادہ مفید ہوگا بہ نسبت عدل کے۔ ہم لوگوں میں سے اور بھی لوگوں کا یہی خیال ہے اور میرا بھی یہی خیال ہے۔ اے میرے دوست جس کی وہبی قوت بلند مرتبہ پر ہے ہماری تشفی کردو کہ ہم کو نیک نصیحت نہیں پہنچی کہ ہم عدل کو ظلم پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس نے کہا میں تم کو کس طرح سمجھا سکتا ہوں؟ اگر تم کو میرے گزشتہ بیانات سے یقین نہیں حاصل ہوا اور میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ کیا میں اس مسئلہ کو تمھارے ذہن میں بزور داخل کردوں؟

خدا کی پناہ ایسا نہ کرنا۔ مگر اولاً تو تم ایسا کرو کہ جو تم کہو اس پر قائم رہو اور اگر اپنے وجوہ کو بدلو تو اس کو کھلم کھلا بدلو ہم کو دھوکہ نہ دو۔ چونکہ تھریسماخس (کیونکہ ہم تمھاری اگلی بحث کو ترک نہیں کر سکتے) دیکھو تم نے پہلے حقیقی طبیب کی تعریف کی تھی اس کے بعد تم حقیقی چوپان کی تعریف پر قائم نہیں رہے۔ بلکہ برخلاف اس کے تم خیال کرتے ہو کہ اس کو اپنے بھیڑوں کو غذا پہنچانا چاہیے جس حد تک کہ وہ چوپان ہے نہ اس نظر سے کہ گلہ کے لیے سب سے بہتر کیا ہے بلکہ مثل ایک ایسے شخص کے جس کو کھلانے کا شوق ہو جو ایک ضیافت دیا چاہتا ہے تاکہ لوگ ستائش گر ہوں یا بیچنے کے لیے مثل روپیہ پیدا کرنیوالے کے نہ مثل چوپان کے درآں حالیکہ چوپان کے فن کا صرف یہ کام ہے تاکہ وہ بات حاصل ہو جو اس کی حفاظت میں ہیں ان کا بھلا ہو چونکہ جس حد تک وہ اپنے کمال کا طالب ہے چاہیے کہ وہ اس کی شرط کو پورا کرے کیونکہ یہ مفہوم اس کے منصب میں داخل ہے لہذا میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے خیال کیا کہ ہم مجبور ہیں کہ ہر حکومت جس حد تک کہ وہ حکومت ہے اس چیز کی فوائد پر نظر رکھتی ہے۔ جو اس کے محکوم ہیں اور جن کی وہ پرورش کرتا ہے۔ خواہ گورنمنٹ کی حیثیت عام ہو خواہ خاص۔ مگر تمھاری کیا رائے ہے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ حکام کسی ریاست کے جو درحقیقت حکمراں ہیں رضامندی سے یہ کام کرتے ہیں؟

نہیں میں یہ خیال نہیں کرتا مجھے اس کا یقین ہے۔

کیا تھریسماخس کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص رضامندی سے اپنے ذمہ عام سرکاری عہدہ نہیں لیتا، اگر وہ مجبور نہ ہو بلکہ وہ سب معاوضہ کا مطالبہ کرتے ہیں یہ تسلیم کر کے کہ فائدہ ان کی سکونت کا ان کو نہیں پہنچیگا بلکہ محکوموں کو پہنچیگا؟ لہذا مجھے اس کا جواب دو کیا ہم بلا تردید نہیں کہتے کہ ہر فن دوسرے فن سے باعتبار اپنے وظیفہ کے ممتاز ہے؟ شفیق بندہ مہربانی کر کے جو آپ کی رائے ہو وہی بیان فرمایئے گا۔ اپنی رائے کے خلاف نہ کہئے گا ورنہ ہم کچھ بھی ترقی نہ کریں گے۔

ہاں اسی سے ایک فن دوسرے سے ممتاز ہے۔

اور کیا ان میں سے ہر فن کوئی نرالا اور مخصوص نفع بخشتا ہے، مثلاً شفا بخش فن ہم کو صحت بخشتا ہے اور ناخدا کا فن جہاز میں سلامتی بخشتا ہے وقس علیٰ ہذا؟

یقیناً۔

تو کیا کوئی فن اجرتوں کا نہیں ہے جو ہم کو اجرتیں بخشتا ہے اور یہ اس کا خاص وظیفہ ہے؟ یا تم فن شفا بخشی اور فن ناخدائی کو بعینہٖ ایک ہی سمجھتے ہو؟ اور تم ٹھیک بغیر یقین استعمال کرنا پسند کرتے جس کا تم نے اقرار کیا ہے۔ واقعی کسی شخص کے شفا حاصل کر لینے کا جب کہ وہ بطور ناخدا کے کام کرتا ہو بذریعہ شفا بخش تاثیر جہازی سفر کے تو کیا اس جہت سے تم ناخدا کے فن کو شفا بخش فن نہ کہو گے کیوں؟

ہرگز نہیں۔

نہ تم اجرتوں کے فن کو ایسا کہو گے میں گمان کرتا ہوں اگر کوئی شخص اپنی صحت کو قایم رکھے جبکہ وہ اجرت پا رہا ہو۔

نہیں۔

تو پھر کیا طبیب کے فن کو اجارہ داری کا فن کہو گے اگر طبی خدمت کے لیے فیس لی جائے۔

نہیں۔

کیا ہم نے نہیں مان لیا ہے کہ ہر فن کا نفع اس کے لیے مخصوص ہے؟

ایسا ہی ہوگا۔

پس جو کچھ نفع بطور مشترک ہر فن کے استاد کو ملتا ہے تو وہ صاف صاف کسی شئے کے مشترک استعمال سے ملتا ہے۔

ایسا ہی معلوم ہوگا۔

27

پس ہم یہ بھی مان لینگے کہ اگر ان لوگوں کو نفع پہنچتا ہے اجرت کے اصول سے تو فن اجرت کے استعمال کی جہت سے ہے یہ ماورا اس فن کے ہے جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

بادلِ ناخواستہ اس نے اس کو تسلیم کیا۔

پس اجرت کے وصول کا نفع ان میں سے ہر ایک کو اس کے مخصوص فن سے نہیں ملتا نظر صحیح سے شفا بخش فن صحت کو پیدا کرتا ہے اور اجرت کے فن سے اجرت وصول ہوتی ہے۔ تعمیر مکان کے فن سے مکان بن جاتا ہے۔ فن اجرت اسی کے ساتھ ہے۔ اس سے اجرت وصول ہوتی ہے اور یہی حال کل فنون کا ہے۔ ہر صنعت اپنا کام کرتی ہے اور جو اس کا مقررہ معروض ہے اس کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ بہر طور اگر کوئی فن بغیر اجورہ کے کام میں لایا جائے تو کیا اس فن کے ماہر کو اس سے کچھ نفع پہنچ سکتا ہے؟

ظاہراً کچھ بھی نہیں۔

کیا وہ اس صورت میں بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا جب مفت کام کرے؟

نہیں بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ فائدہ پہنچاتا ہے۔ پس اس حد تک اے تھریساخس ہم صاف صاف دیکھتے ہیں کہ کوئی فن ہو یا حکومت ہو وہ اپنی ذات کو کوئی نفع نہیں بخشتی بلکہ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کہا تھا اپنے مطبوع کو نفع بخشتا ہے اس کا فائدہ مد نظر رہتا ہے جو کہ کمزور ہو نہ کہ اس کو جو قوی ہو اسی لیے میرے پیارے تھریساخس میں نے کہا تھا کہ کوئی شخص اپنی مرضی سے کوئی عہدہ اختیار کرے گا یا دوسروں کی بے ترتیبوں کی اصلاح کا کام اپنے ذمہ لے گا بلکہ سب کام کے لیے اجرت طلب کرتے ہیں کیونکہ کوئی شخص جو اپنے فن میں کامیاب

ہو گا وہ اپنی ذات کے نفع کے لیے جو اس کا تابع ہو جب تک وہ اپنے فن کی حد میں کام کرتا ہے اور ان وجوہ سے جو شخص کوئی عہدہ اختیار کرے اس کو اجرت دینا چاہئے تا کہ وہ بخوشی کام کرے یہ اجرت خواہ زر کی شکل میں دی جائے خواہ عزت کی صورت سے اور اگر انکار کرے تو تعزیر دی جائے۔

گلوکن نے سوال کیا۔ سقراط تمھاری کیا مراد ہے۔ میں اجرت کی تین قسموں سے دو کو سمجھتا ہوں۔ لیکن تعزیر کیا ہے اور تم اس کو اجرت کا قایم مقام کیوں کر سمجھتے ہو میری سمجھ میں نہیں آتا۔

میں نے کہا تو تم بہترین انسانوں کی اجرت کو نہیں سمجھتے۔ جو سب سے نیک آدمیوں کو عہدہ قبول کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ جب وہ اس طرح کام کرنے پر رضامند ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حرص و طمع ذلت سمجھی جاتی ہے اور بیشک ذلت ہے؟

میں سمجھتا ہوں۔

اس سبب سے نیک آدمی کوئی ذی اختیار عہدہ کے لینے پر روپیہ کے خیال سے یا عزت کے خیال سے رضامند نہیں ہوتے کیونکہ وہ اجورہ دار کے نام سے نامزد ہونا نہیں چاہتے کہ وہ علانیہ فرائض کی ادائی کے لیے اجرت لیں اور نہ چور بننا چاہتے ہیں کہ اپنی قوت کو کام میں لا کے پوشیدگی سے روپیہ حاصل کریں۔ نہ وہ عزت کی خاطر سے بھی عہدہ لینا نہیں چاہتے کیونکہ وہ لالچی نہیں ہیں لہذا ضرور ہے کہ ان پر زور ڈالا جائے اور تعزیر کا خوف دلایا جائے تا کہ وہ عہدہ اختیار کرنے پر راضی ہوں غالباً یہی سبب ہے کہ بغیر اس کے کہ دباؤ کا انتظار کیا جائے عہدہ کا قبول کر لینا بے عزتی خیال کی جاتی ہے۔ تمام تعزیروں سے بھاری برے آدمیوں کا محکوم ہونا ہے۔ اس صورت میں کہ کوئی شخص خود حاکم ہونے سے انکار کرے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہی خوف نیک آدمیوں کو سرکاری عہدے لینے کی ترغیب دیتا ہے اور جب وہ ایسا کرتے ہیں اور جب وہ اپنا نظم و نسق شروع کرتے ہیں تو وہ یہ نہیں سمجھتے کہ انھوں نے کوئی عمدہ چیز اختیار کی ہے بلکہ ایسی ضرورت سے جس سے گزیر نہ تھا۔ نہ وہ اس سے خوش وقتی کی توقع رکھتے ہیں بلکہ محض

28

اس لیے کہ ان کو کوئی بہتر شخص نہ مل سکا یا ایسا شخص جو ان سے بدتر نہ ہو کہ وہ اس کو وہ کام سپرد کردیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک ایسا شہر ہو جس میں سوا نیک آدمیوں کے نہ ہوں۔ تو اقتدار کے عہدے سے بچنے پر مقابلہ ہوتا ہے جیسے اب اس کے حاصل کرنے پر ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حقیقی حکمراں کی یہ ماہیت نہیں ہے کہ اپنے ذاتی نفع کا خیال کرے بلکہ رعایا کے نفع کا اس طرح کہ ہر منصف آدمی نفع کو وصول کرتا نہ یہ کہ وہ تکلیف گوارا کرتا کہ دوسرں کو نفع بخشے۔ پس میں کسی طرح تھریسماخس کی تائید میں یہ نہیں تسلیم کر سکتا کہ عدالت اس کا نفع ہے جو قوی ہو۔ اس کے بعد ہم یہ بحث چھیڑینگے کیوں کہ تھریسماخس کا اب یہ بیان ہے کہ زندگی ظالم کی بہتر ہے بہ نسبت عادل کے اور یہ دعوی مجھ کو دوسرے دعوی سے زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے۔ تم کس جانب کو لوگے اے گلوکن ؟ اور تمھارے نزدیک دونوں میں کونسا سچّا بیان ہے ؟ گلوکن نے جواب دیا کہ میرے نزدیک زندگی عادل کی زیادہ نافع ہے۔ میں نے پوچھا تم نے سنا کس قدر طولانی فہرست دلچسپیوں کی تھریسماخس نے ظالم سے منسوب کی ہے ؟

میں نے سنا مگر مجھ کو یقین نہیں آیا۔

پس تم پسند کرتے ہو کہ مثل ہمارے اس کو یقین دلا کر ہم کو اس کا کوئی ذریعہ ہم پہنچے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سچ نہیں ہے ؟

بلاشبہ میں پسند کرتا ہوں۔

اگر ہم دلیل کے مقابل دلیل لانے کے طریقہ کو اختیار کریں۔ ہم عادل ہونے کے جملہ فوائد کو شمار کرادیں اور تھریسماخس جواب دے اور ہم جواب الجواب دیں۔ یہ ضرور ہوگا کہ جن فوائد کا دونوں جانب سے دعویٰ کیا جاتا ہے ان کا شمار اور اندازہ کریں اور بالآخر ایک حکم کی ضرورت ہوگی جو ہم دونوں کے باب میں محاکمہ کرے۔ لیکن اگر ہم اپنی تحقیقات کو جاری رکھیں جو ہم نے اس سے پہلے کیا تھا اس طرح کہ دونوں جانب باہمی طور سے مسلمات طے پا جائیں تو ہم اپنی ذات میں دونوں منصب جمع کرلیں گے یعنی حکم اور وکیل کے منصب۔

ٹھیک اسی طرح۔

پس تو تم کس طریقہ کو ترجیح دیتے ہو؟

اس نے کہا پچھلا طریقہ۔

میں نے کہا۔ پس تھریسماخس آؤ پھر از سر نو شروع کریں اور مہربانی کر کے جواب دیئے جاؤ۔ کیا تم کہتے ہو کہ کامل ظلم زیادہ مفید ہے بہ نسبت ویسے ہی کامل عدل کے؟

ہاں تو میں یہی کہتا ہوں اور بیان کر چکا ہوں کہ کیوں ایسا کہتا ہوں۔

تو براہ نوازش اس کو ایک اور حیثیت سے کیوں کر بیان کرو گے؟

غالباً ان میں سے ایک کو تم نیکی کہتے ہو اور دوسرے کو بدی۔

بلاشک۔

یعنی عدل نیکی ہے اور ظلم بدی ہے؟

بظاہر ایسا ہی ہے اے میرے ظریف طبع دوست جب میں کہتا ہوں کہ ظلم نافع ہے اور عدل اس کے برعکس ہے۔

پس تم کیا کہتے ہو۔

بالکل برعکس۔

کیا تم عدل کی برائی کہتے ہو؟

نہیں بلکہ میں اس کو مشہور نیک طبیعت کہتا ہوں۔ تو پھر تم ظلم کو بد طبیعت کہتے ہو؟

نہیں میں اس کو نیک مصلحت کہتا ہوں۔ کیا تھریسماخس تم یہ خیال کرتے ہو کہ ظالم فی الواقع دانشمند اور نیک ہیں؟

ہاں جو لوگ وسیع پیمانہ پر ظلم کر سکتے ہیں اور یہ قوت رکھتے ہیں کہ سارے شہروں کو اور اقوام انسان کو اپنا تابع کر سکیں شاید تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں جیب کتروں کے زمرے کے بارے میں کلام کرتا ہوں اور بلاشک میرا یہ خیال ہے کہ اس طرح کے کام بھی اگر شناخت سے محفوظ رہیں تو نافع ہیں۔ مگر ایسے کام اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا مقابلہ ان کاموں سے کیا جائے۔ جن کو میں بیان کر چکا ہوں۔

میں تمھارا مطلب خوب سمجھ گیا مگر مجھ کو اس امر پر تعجب ہے کہ تم ظلم کو

نیکی اور دانشوری کے عنوان میں لاتے ہو اور عدل کو اس کے مقابل کے تحت۔

ہاں میں بلا تردد ایسے ہی عنوان میں لاتا ہوں اب تم نے زیادہ سخت منصب لیا ہے۔ میرے دوست اب سہل نہیں ہے کہ معلوم ہو کیا کہا جائے۔ اگر تم اس دعویٰ کے بعد کہ ظلم نافع ہے تم پھر بھی یہ تسلیم کرتے کہ ظلم بدی اور کمینہ پن ہے جیسے اور لوگ کہتے ہیں تو ہم جواب دے سکتے تھے۔ تسلیم شدہ مفاہیم کے موافق لیکن اب صاف ظاہر ہے کہ اس کو جمیل اور قوی بھی مانو گے اور وہ جملہ صفات اس سے منسوب کرو گے جو ہم عدل کے ساتھ منسوب کیا کرتے ہیں۔ یہ وجہ کے کہ تم نے اس کو نیکی اور دانشوری کے اجزا میں داخل کرنے کی جرأت کی ہے۔ 30

اس نے کہا تم خوب سمجھتے ہو۔

تو بھی میں اس تحقیقات کے تعاقب سے ہچکچاؤں گا نہیں اور نہ احتجاج سے باز رہوں گا جب تک یہ سمجھوں گا کہ تم وہی کہتے ہو جو تمھارا خیال ہے: کیونکہ اگر میں غلطی پر نہیں تو تھریسماخس تم حقیقتاً اب مذاق نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہو جو تمھارے نزدیک سچ ہے۔

تم کو اس سے کیا غرض ہے کہ میں اس کو سچ سمجھتا ہوں یا جھوٹ؟

کیا تم حجت کو رد نہیں کر سکتے ہو؟

ہاں اس میں تو کوئی تفاوت نہیں ہے۔ مگر تم مجھ کو ایک اور سوال کا جواب دو گے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ عادل آدمی یہ خواہش کرے گا کہ عدل سے کسی بات میں گزر جائے؟

یقیناً نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اس دلفریبی کے ساتھ اس میں سادگی نہ رہے گی جیسی اب ہے۔

کیا عادل آدمی[1] سیرت کے خط سے جو عادل کی سیرت ہے تجاوز کرے گا۔

---

[1]: محشی لکھتا ہے کہ یہاں کی عبارت قابل فہم نہیں ہے لیکن جو معنی یہاں لکھے ہیں ان سے زیادہ قابل اطمینان معنی متن سے مفہوم نہیں ہوتے یہاں محض لفظوں کا ہیر پھیر ہے یعنی صنعت ابہام کام میں لائی گئی ہے۔ اس سے محض خوش طبعی مراد ہے۔ یہ بھی بیان قابل اظہار ہے کہ ہم یونانی الفاظ کی مراعات ملحوظ نہیں رکھتے ہیں

(بقیہ صفحہ آئندہ)

اس خط سے بھی تجاوز نہ کرے گا۔
کیا وہ بلا اشتباہ ظالم کی حد سے کنارہ کرے گا اور ایسا کرنے کو عدل تصور کرے گا یا وہ اس کو عدل نہ تصور کرے گا؟
وہ اس کو عدل تصور کرے گا اور اس میں کسی شبہ کو راہ نہ دے گا مگر ممکن ہے کہ وہ ایسا نہ کر سکے۔ نہیں یہ میرا سوال نہیں تھا۔ بلکہ یہ سوال تھا کہ کیا عادل انسان قصد کرے گا اور خواہشمند ہوگا کہ ظالم کی حد سے گزر جائے (یعنی عدل کی طرف مائل ہو) لیکن عادل کی حد سے تجاوز نہ کرے گا؟
ہاں ایسا ہی ہوگا۔
لیکن ظالم کا کیا حال ہوگا؟ کیا وہ اپنے اوپر لازم کرے گا کہ وہ خود عادل کی حد سے تجاوز کرے اور خط عدل سے سیرت میں درگزرے؟
بلاشک جب وہ اپنے اوپر واجب کر لے کہ وہ سب سے اور ہر چیز سے گزر جائے۔ پس تو کیا ظالم دوسرے ظالم کی حد سے گزر جائے گا اور ظالمانہ فعل سے اور یہ کوشش کرے گا کہ وہ خود ہر شخص سے زیادہ حاصل کرے؟
وہ یہ کرے گا؟
تو پھر ہم اس کو اس شکل میں ادا کرینگے کہ عادل اپنے مثل سے تجاوز نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص جو اس کے مثل نہیں ہے اور ظالم اپنے مماثل اور غیر مماثل دونوں کی حد سے گزر جاتا ہے؟
کیا خوب بیان کیا۔
اور اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ظالم دانشمند اور نیک ہے اور عادل نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔
یہ بھی خوب کہا۔
کیا ظالم عقلمند اور نیک سے زیادہ تر مشابہت نہیں رکھتا درحالیکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ اور ہر لفظ کے مقابل لفظ نہیں لاتے ہیں بلکہ جہاں کہیں ترجمہ میں تغیر کرنے سے مفہوم واضح ہو گیا ہے اس کو تحریر کیا ہے۔ ۱۲ مترجم انگریزی۔

31

عادل ان سے مشابہت نہیں رکھتا؟
کیونکہ بے شک ایک انسان جو کوئی خاص سیرت رکھتا اور آدمیوں سے جو ویسی ہی سیرت رکھتے ہیں ضرور مشابہت رکھے گا اور جس آدمی کی سیرت ان کے خلاف ہوگی وہ ان سے مشابہت نہ رکھتا ہوگا۔
بہت خوب پس سیرت ہر ایک کی بعینہ یکساں ہوگی ان کی سیرت سے جن سے وہ مشابہت رکھتا ہے۔
اور تم کیا چاہتے ہو؟
بہت اچھا تھریسماخس تم ایک شخص کو موسیقی داں کہتے ہو اور دوسرے کو غیر موسیقی داں؟
میں کہتا ہوں؟
ان میں سے تم دانشمند کس کو کہتے اور کس کو غیر دانشمند؟ موسیقی داں کو میں دانشمند کہتا ہوں اور غیر موسیقی داں کو غیر دانشمند کہتا ہوں تم یہ بھی کہتے ہو کہ جس میں ایک انسان دانشمند ہے اسی میں وہ نیک ہے اور جس میں غیر دانشمند ہے اس میں وہ برا بھی ہے؟
ہاں۔
اسی طریقہ سے تم طبی انسان کو بھی کہتے ہو؟
میں کہتا ہوں۔
میرے اچھے دوست کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جب ایک موسیقی داں بربط کو ٹھیک کرتا ہے تو کیا وہ موسیقی داں کی حد سے تجاوز کرے گا تاروں کے کھینچنے یا ڈھیلا کرنے میں یا ان سے فائدہ اٹھانے کا ادعا کرے گا؟
میں ایسا نہیں خیال کرتا۔
کیا وہ ایک غیر موسیقی داں شخص سے فائدہ اٹھائے گا؟
بلاشک اٹھائے گا؟
طبی آدمی کیا کام کرے گا؟ کیا وہ یہ چاہے گا کہ طبی آدمی کی حد سے گزر جائے گا یا طبی عمل سے گزرے گا غذا کے باب میں؟

یقیناً ایسا نہ ہوگا۔
مگر غیر پیشہ ور کے مقابلہ میں کرے گا؟
ہاں۔
پس ہر قسم کے علم اور جہل پر نظر کرکے غور کرو آیا تم خیال کرتے ہو کہ کوئی صاحب علم خواہ کوئی ہو برضا و رغبت خود دوسرے صاحب علم کے خلاف کوئی کام کرے گا یا کچھ کہے گا بلکہ وہی کرے گا یا کہے گا جو وہ شخص کرے یا کہے جو اس کے مثل ہے کسی خاص مسئلہ میں۔
ہاں شاید جو رائے ابھی مذکور ہوئی ہے وہ ضرورتاً درست ہے۔
لیکن تم اس شخص کے بارے میں کیا کہو گے جو صاحب علم نہیں ہے؟
کیا وہ صاحب علم اور غیر صاحب علم کی حد سے نہ گزرے گا؟
شاید۔
اور صاحب علم دانشمند ہے؟
اور دانشمند نیک ہے؟
ہاں۔
بس ایک نیک آدمی اور دانشمند آدمی نہ چاہے گا کہ اپنے مماثل کی حد سے گزرے بلکہ وہ جو اس کے مماثل نہیں ہے اور اس کے مقابل ہے؟
ایسا ہی معلوم ہوگا۔
مگر ایک برا آدمی اور جاہل آدمی دونوں کے خلاف جائے گا اپنے مماثل کے اور اپنے مقابل کے؟
ظاہرا۔
تو بس بھر یساخس ظالم اپنے مماثل اور غیر مماثل دونوں کی حد سے گزر جائیگا؟
کیا یہ تمھارا بیان نہ تھا؟
یہ تھا۔
لیکن عادل اپنے مماثل کے ماورا نہ جائے گا بلکہ صرف اپنے غیر مماثل کے ماورا جائے گا۔

ہاں۔
لہٰذا عادل مثل عاقل اور نیک کے ہے درحالیکہ غیر عادل مشابہ ہے
بد اور جاہل کے۔
ایسا ہی معلوم ہوگا۔
مگر ہم نے اتفاق کیا تھا تم کو معلوم ہے کہ سیرت ہر ایک کی یکساں ان کی
سیرت کے جوان کے مثل ہیں۔
ہم نے اتفاق کیا تھا۔
پس ہم کو دریافت ہوا کہ عادل آدمی دانشمند اور نیک ہے اور غیر عادل
جاہل اور بد ہے۔

33

تھریسیماخس نے ان جملہ امور کو تسلیم کیا تھا نہ اس صورت سے جس کی میں حکایت کر رہا ہوں بلکہ آزردگی کے ساتھ اور بعد بہت سی مزاحمت کی اور وہ پسینہ پسینہ ہوگیا گویا گرمی کی شدت سے یہ حال تھا اور میں نے یہ بھی دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا کہ تھریسیماخس کے چہرہ پر آثار خجالت کے عیاں تھے۔ مگر جب ہم اس بات پر متفق ہوگئے کہ عدالت ایک جز نیکی اور دانشمندی کا ہے اور ظلم بدی اور جہالت کا تو میں نے اس طرح گفتگو کو جاری کیا:۔
بہت خوب ہم سمجھیں گے کہ یہ مطلب طے ہوگیا مگر تم جانتے ہو ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ ظلم قوی ہوتا ہے۔ کیا تھریسیماخس تم کو یاد نہیں ہے؟
اس نے جواب دیا ہاں مجھ کو یاد ہے مگر تمھارے آخری نتائج بحث سے میری تشفی نہیں ہوئی اور میں جانتا ہوں کہ اس مضمون پر میں کیا کہہ سکتا تھا لیکن اگر میں خیالات کو ظاہر کرتا تو تم کہتے کہ میں اپنے دعوی سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اب تم کو اختیار ہے خواہ مجھ کو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہنے دو۔ اور اگر تم سوالات کرنے کو ترجیح دیتے ہو تو ایسا ہی کرو: اور میں تمھارے ساتھ وہی کام کروں گا جو بڑھیوں کی کہانیاں سن کے کیا کرتے ہیں: میں کہوں گا خوب یا سر کو جھکا لوں گا یا اس کو جنبش دوں گا جیسا موقع ہوگا۔
اگر ایسا ہے تو براہِ عنایت اپنی رائے پر ظلم نہ کرنا۔

اس نے کہا۔ جس بات سے تم خوش ہو چونکہ تم مجھ کو بولنے نہ دو گے اور کیا چاہتے ہو؟

میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اور کچھ نہیں۔ مگر تم اگر ایسا کرو گے تو کرو اور میں سوالات کروں گا۔

تو پھر چلو۔

بس تو میں اسی سوال کو دھراتا ہوں جو میں نے ابھی تم سے کہا تھا تاکہ ہماری تحقیق مسلسل جاری رہے یعنی عدل کسی قسم کی چیز ہے بمقابلہ ظلم کے۔ میں خیال کرتا ہوں یہ کہا گیا تھا کہ ظلم قوی تر اور زیادہ مضبوط ہے بہ نسبت عدل کے مگر اب یہ دیکھ کے کہ عدل دانش بھی ہے اور نیکی بھی اور عدل جہالت ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ نہایت آسانی سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ عدل بھی اسی طرح زیادہ قوی ہے بہ نسبت ظلم کے اب کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کو نہ دیکھے۔ مگر میں اس کو مطلقاً طے کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ تھریسماخس میں اس کی تحقیق اس طور سے کروں گا:

کیا تم تسلیم کرو گے کہ ایک شہر ممکن ہے کہ ظالم ہو اور یہ ظالمانہ طور سے دوسرے شہروں کو غلام بنانا چاہتا ہے اور طریقۂ عمل سے کامیاب ہوتا ہے اور اس طرح غلام بنا کے دوسرے شہروں پر مسلط ہوتا ہے؟

بلاشک میں تسلیم کروں گا اور بہترین شہر اکثر ایسا کرینگے۔ یعنی وہ شہر جو پورے طور سے ظالم ہے نہ کہ کوئی اور شہر۔

میں سمجھتا ہونکہ یہ تمھارا مطلب ہے۔ لیکن جو سوال میں تجویز کرتا ہوں یہ ہے کہ آیا وہ شہر کسی اور شہر کا مالک ہو سکتا ہے جس کو یہ قوت ہو بغیر عدل کے یا یہ عدل اس کے لیئے ضروری ہے۔

34

اگر جیسے تم نے ابھی کہا ہے کہ عدالت دانشوری ہے ضرور ہے کہ عدالت اور ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا تو چاہیئے کہ ظلم سے بھی مدد لی جائے۔

میں تھریسماخس یہ دیکھ کے بہت خوش ہوئے کہ تم سر جھکانے اور حرکت دینے پر قناعت نہیں کرتے بلکہ بہت ہی عمدہ جواب دیتے ہو۔ میں تمھاری خوشی کیلئے

ایسا کرتا ہوں۔

تم خوب آدمی ہو: مگر براہِ عنایت مجھے اس حد تک خوش کرو کہ یہ بھی کہدو آیا تم خیال کرتے ہو کہ کوئی شہر یا فوج یا ایک جتھا چوروں یا ڈاکوؤں کا یا کوئی گروہ آدمیوں کا جو باہم شریک ہو کے کوئی ظالمانہ غرض رکھتے ہوں۔ کسی کوشش میں کامیاب ہو سکتے ہیں اگر وہ باہمدگر ظالمانہ سلوک کریں؟

ہرگز نہیں۔

اگر وہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسے سلوک سے باز رہیں تو کیا وہ غالباً کامیاب ہوں گے؟

ہاں یقیناً۔

کیونکہ میرے قیاس میں تھریسماخس ظلم سے تفرقے پڑ جاتے ہیں اور عداوتیں ہو جاتی ہیں اور آدمی آدمی میں فسادات پیدا ہوتے ہیں اور عدالت سے اتحاد اور دوستی پیدا ہوتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوتا؟

اس نے کہا ایسا ہی ہو کہ میرے تمھارے کوئی جھگڑا نہ ہو۔

سچ یہ ہے کہ میں تمھارا بہت ہی ممنون ہوں اے میرے عمدہ دوست لیکن مجھ سے یہ کہو:۔ اگر ظلم کے عمل سے تنافر پیدا ہوتا ہے جہاں کہیں یہ ہو تو اس کی موجودگی خواہ آزادوں میں ہو خواہ غلاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ نفرت کا سبب ہوگا اور فرقے پیدا ہو جائیں گے اور وہ اس قابل نہ رہیں کہ مل جل کے کام کر سکیں؟

یقیناً۔

اور اگر دو آدمیوں میں ایسا ہو تو کیا وہ ایک دوسرے سے نفرت نہ کرینگے اور جھگڑا نہ کریں گے اور ایک دوسرے کا دشمن ہوگا اور وہ دونوں مل کے عادل کے دشمن ہوں گے۔

میرے قابل قدر دوست کہ ظلم فرد واحد میں سما گیا ہے تو کیا وہ اپنی خاص قوت کو گم کر دے گا یا اس کو بعینہٖ قائم رکھیگا؟ ہم تو یہی کہیں گے کہ قائم رکھے گا۔

اور کیا اس کی قوت کی یہ ماہیت معلوم ہوتی ہے کہ وہ موضوع جس میں یہ

سمائی ہوئی ہے خواہ وہ شہر ہو یا خاندان یا فوج یا کوئی اور شئے خواہ وہ کچھ ہی ہو وہ موضوع اس قابل نہ رہیگا کہ متحد ہو کے کام کرے کیونکہ تفرقات اور مجادلات کو یہ برانگیختہ کرتی اور مزید براں خود وہ موضوع اپنی ذات کا دشمن ہو جاتا ہے اور دوسروں کا بھی جو اس کے مزاحم ہوں اور شخص عادل کا بھی؟ کیا ایسا نہیں ہے؟ 35

یقیناً ایسا ہی ہے۔

پس اگر وہ شخص واحد میں بھی جاگزیں ہو تو وہ ان سب چیزوں کو جو اسکے طبعی نتائج ہیں پیدا کر دیگی۔ اول تو وہ اس کو اس قابل نہ رکھے گا کہ کام کر سکے کیونکہ اس کے دل میں خود بیچینی اور تفرقہ ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اس شخص کو خود اپنا دشمن بنا دے گا اور عادل بھی کیا ایسا نہ کرے گا؟

ایسا ہی کرے گا۔

اور اے میرے دوست دیوتا عادل ہیں؟ ہم فرض کرتے ہیں کہ ایسے ہی ہیں۔

تو پھر ظالم دیوتاؤں کا بھی دشمن ہوگا اور عادل دوست ہوگا۔

اس نے کہا۔ اپنی حجت کے مزے لو جتنا جی چاہے میں تمھاری مخالفت نہ کروں گا نہیں تو اہل صحبت ناخوش ہوں گے۔

میں نے کہا ایسی مہربانی کرو کہ میری ضیافت کامل ہو جائے اس طرح کہ دل سے ہی جواب دیئے جاؤ جیسا تم اب تک کیا کئے ہو۔ میں بیشک واقف ہوں کہ عادل کا زیادہ دانشمند ہونا اور بہتر ہونا ثابت ہو چکا ہے اور یہ کہ وہ کام کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں بہ نسبت غیر عادل کے جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کے کام نہیں کر سکتے۔ نہیں ہم تمام صحت کے ساتھ کلام نہیں کرتے جب ہم کہتے ہیں کہ کسی گروہ نے غیر عادل آدمیوں کے شریک ہو کے کبھی قوت سے کام کیا ہے کیونکہ اگر وہ بالکل ظالم ہوتے تو وہ ایک دوسرے پر ہاتھ صاف کرنے سے باز نہیں رہتے۔ بلکہ یہ ظاہر ہے کہ ان میں کسی قدر عدالت کام کر رہی ہی کہ وہ بہر طور ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے باز رہے وہ ساتھی بھی ہیں اور ایک دوسرے پر حملہ آور بھی ہیں اسی سے وہ ایک حد تک

جس میں کامیاب ہوئے کامیاب ہوئے اور ان کے عدم عادل سے وہ اپنے ظالمانہ نتائج کے حاصل کرنے میں بھی ناکام رہے کیونکہ وہ جو پورے بدمعاش ہیں اور بالکلیہ ظالم ہیں وہ کلیتہً کام کرنے کے بھی قابل نہیں ہیں مجھے علم ہوا کہ یہ سب سچ ہے اور جو مسئلہ تم نے پہلے بیان کیا تھا غلط ہے لیکن یہ کہ عادل زندگی بھی عمدہ طور سے بسر کرتے ہیں اور بہ نسبت ظالم سے زیادہ خوش اور مطمئن ہیں یہ مسئلہ ہم نے تجویز کیا تھا کہ بعد طے کریں گے اور اب ہم اس کی تحقیق کریں گے۔ پس میرے نزدیک تو یہ ظاہر رہی ہے ہمارے گزشتہ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ویسی ہی زندگی بسر کرتے ہیں قطع نظر اس کے ہم کو چاہیے کہ اس مطلب کو از سرنو غور سے جانچیں کیونکہ ہم کسی سرسری مسئلہ پر بحث نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک انسان کو کس طریقہ سے زندگی بسر کرنا چاہیے۔

التماس یہ ہے کہ غور فرمائیے۔

میں غور کروں گا۔ مجھے بتائیے کہ آپ کے نزدیک ایسی کوئی چیز ہے جس کو گھوڑے کا وظیفہ یا فعل کہتے ہیں؟

ہاں ہے۔

تو کیا آپ بیان کریں گے کہ گھوڑے کا کیا فعل ہے اور کوئی ایسا کام جس کے بجا لانے کے لیے شئے مذکور تنہا یا سب سے بہترین آلہ ہے؟

میں نہیں سمجھتا۔

اس طرح دیکھئے۔ سوائے آنکھ کے تم اور کسی چیز سے دیکھ سکتے ہو؟

یقیناً نہیں۔

سوائے کانوں کے تم اور کسی چیز سے سن سکتے ہو؟

نہیں۔

تو کیا ہم یہ ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ دیکھنا اور سننا ان آلات کے فعل ہیں۔

ہاں یقیناً۔

تم انگور کا خوشہ خواہ میز کی چھری سے کاٹو یا چھینی یا کسی اور اوزار سے؟

بلاشبہ۔

لیکن کسی آلہ سے میری رائے میں ایسا خوب نہ کٹ سکیگا جیسے اس چاقو سے جو اس کام کے لیے بنایا گیا ہے؟

بہرطور۔

تو پھر جو میں تم سے اب سیکھنا چاہتا ہوں اس کو تم اچھی طرح سمجھ گئے جب میں نے تم سے پوچھا تھا کہ آیا فعل کسی شئے کا وہ کام نہیں ہے جس کے انجام دینے کے لیئے یہ شئے یا صرف یا سب سے بہتر آلہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ ہر صورت میں شئے کا فعل ہے۔

بہت خوب کیا یہ بھی تم نہیں خیال کرتے کہ ہر چیز جس کا کوئی فعل معین نہ ہو وہ کوئی خاص خوبی رکھتی ہے۔ پھر انھیں مثالوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

ہم کہتے ہیں کہ آنکھوں کا ایک فعل ہے؟

ہاں ہے۔

اور کانوں کی کیا ہم نے کوئی فعل ان کا مقرر کیا ہے؟

ہاں۔

پس ان کی کوئی خوبی بھی ہے؟

ہاں ہے؟

اور سب چیزوں کا بھی وہی حال ہے؟ وہی۔

توجہ فرمائے: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آنکھیں اپنا کام بخوبی کر سکتیں اگر اگر انکی خاص خوبی جو ان میں ہے نہ ہوتی۔ اگر اس خوبی کی جگہ پر بدی ہوتی؟ کیونکر کر سکتیں؟ غالباً تمھاری مراد یہ ہے کہ اگر بینائی کی جگہ نابینائی ہوتی؟

میری مراد یہ ہے کہ جو کچھ ان کی خوبی ہو کیونکہ میں ابھی اس خیال پر نہیں پہنچا ہوں۔ بالفعل میں یہ پوچھتا ہوں کہ آیا ان کی مخصوص خوبی کے وسیلے سے ان کا کام انجام پاتا ہے اور مخصوص بدی کے وسیلے سے وہ اپنا کام بری طرح انجام دیتی ہیں۔

اس باب میں تم غلط نہیں کر سکتے۔

پس اگر کانوں کی خوبی مفقود ہو جائے تو وہ اپنا کام بہ بدی انجام دینگے؟
یقیناً
ہم اور سب چیزیں بھی اسی قضیہ (کلیہ) میں داخل کر سکتے ہیں؟
کر سکتے ہیں میرے نزدیک۔
پس آؤ اب اس (نقطہ) مطلب پر غور کرو کیا نفس کا بھی کوئی فعل ہے جس کو اور کوئی چیز نہیں بجا لا سکتی خواہ کچھ ہی ہو؟ مثلاً کیا ہم عدالت میں انتظام اور حکومت تدبیر وغیرہ سوائے نفس کے اور کسی چیز کی طرف منسوب کر سکتے ہیں یا ہم کو چاہئیے کہ ان کے بارے میں کہیں کہ وہ مخصوص ہیں اسی سے؟
ہم کسی اور چیز کی طرف نہیں منسوب کر سکتے۔
پس ہم زندگی کو نفس کا فعل کہیں۔
قطعاً۔
کیا ہم نہیں مانتے کہ نفس کوئی خوبی رکھتا ہے؟
ہم مانتے ہیں۔
کیا تھریسماخس ایسا کبھی ہو سکتا ہے کہ نفس اپنے افعال کو اچھی طرح بجا لائے جبکہ وہ اپنی مخصوص خوبی سے خالی ہو کیا یہ ممکن ہے؟
غیر ممکن ہے۔
پس ایک بد نفس ضرور ہے بری طرح سے حکومت اور انتظام کرے اور نیک نفس یہ سب امور خوبی سے کرے؟
اس میں کیا کلام ہے۔
اب دیکھو کیا ہم نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا تھا کہ عدالت نفس کی ایک خوبی ہے اور ظلم بدی ہے؟
ہم نے مان لیا تھا۔
لہٰذا عادل نفس اور عادل انسان اچھی زندگی بسر کریں گے اور ظالم انسان بری طرح؟
ظاہر ہے تمہاری حجت سے۔

38

اور اس کو مانو گے کہ جو اچھی زندگی بسر کرتا ہے وہ مبارک اور سعید ہے اور جو دوسری طرح زندگی بسر کرتا ہے وہ اس کے برعکس ہے۔

لا کلام۔

لہٰذا عادل سعید ہے اور ظالم شقی ہے۔

ہم ان کو ایسا ہی سمجھیں گے۔

اور یقیناً شقاوت نہیں بلکہ سعادت مفید ہے۔

بلا شک۔

پس اے میرے تھریسماخس ظلم زیادہ مفید نہیں ہے۔ بہ نسبت عدالت کے اچھا سقراط چاہیئے کہ یہ تمہاری ضیافت ہے بندس کے عید کے موقعہ پر تھریسماخس میں تمہارا شکریہ بجا لاتا ہوں کیونکہ تم نے اپنے مزاج کو درست کر لیا اور مجھ پر غصہ ہونا چھوڑ دیا۔ قطع نظر اس کے میری ضیافت خوب نہیں ہوئی اور یہ میرا قصور تھا تمہارا نہ تھا۔ کیونکہ تمہارے پیٹو (مہمان) ہر رکابی پر جب وہ آتی ہے چھین کے قبضہ کر لیتے ہیں اور اس کو چکھ لیتے ہیں۔ قبل اس کے کہ اس کے پہلے والی رکابی کے مزے لیں۔ مجھے خود ہی اپنی نسبت ایسا خیال ہے کہ میں نے وہ پہلا سوال چھوڑ دیا جس کا ہم امتحان کرتے تھے عدالت کی حقیقی ماہیت کے باب میں قبل اس کے کہ اس کا جواب پیدا کرتے تاکہ تحقیق پر نرغہ کر دیں کہ آیا یہ مجہول چیز بدی ہے اور جہالت ہے۔ یا یہ نیکی اور دانشوری ہے۔ اور پھر جب ایک جدید نظریہ شروع ہوا کہ ظلم زیادہ نافع ہے بہ نسبت عدل کے بعد اس کے شروع ہوا تو میں نے اس مسئلہ سے گزر کے اس کی مسئلہ کو تو میں اس سے باز نہ رہا تو بالفعل نتیجہ ہماری گفتگو کا یہ ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ کیونکہ جب میں نہیں جانتا کہ عدالت کیا ہے تو ظاہرا میں یہ کب جان سکتا ہوں کہ یہ فی الواقع نیکی ہے یا نہیں ہے یا جس کا یہ وصف ہے وہ سعید ہے یا شقی ہے۔

39

مقالہ دوم

جب میں یہ سب کہہ چکا میں نے خیال کیا کہ مباحثہ ختم ہو چکا درآنحالیکہ یہ صرف تمہید تھی۔ کیونکہ گلاکن جس کی جرأت ہر موقع پر کارنمایاں کرتی ہے بغیر بسماعش کے پسپا ہونے پر سکوت نہ کرے گا اس نے اس طرح بحث کو شروع کیا:-

سقراط کیا درحقیقت تم ہم کو یقین دلادوگے کہ بہرصورت عادل ہونا بہتر ہے ظالم ہونے سے یا صرف بظاہر یقین دلادوگے؟

میں نے جواب دیا اگر میرے مقدور میں ہوتا تو میں درحقیقت یقین دلانے کو ترجیح دیتا ہوں۔

پھر اس نے آغاز کیا تم وہ کام نہیں کرتے جس کی تم خواہش رکھتے ہو۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں: کیا تمہاری رائے میں ایسی ایک قسم اچھی چیزوں کی ہے کہ ان کے حاصل ہونے پر ہم خوش ہوں نہ اس لیئے کہ ہم کو ان کے نتائج کی خواہش ہے بلکہ ان کا خیر مقدم اس لیئے کرتے ہیں کہ وہ خود ہم کو مرغوب ہیں؟ مثلاً مسرت کے احساس کو لو اور وہ تمام مسرت بخش چیزیں جو بے ضرر ہیں اور ان کا کوئی نتیجہ ان کے بعد نہیں ہوتا سوا بسیط خوشی کے جو ہم کو ان کے حصول سے ہوتا ہے۔

ہاں یقیناً میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی قسم کی چیزیں ہیں جن کا بیان ہوا۔

اچھا کیا ہم خیال کرتے ہیں کہ ایک اور قسم ہے ایسی چیزوں کی جن کی ہم ذات سے قدر کرتے ہیں اور ان کے نتائج کے لحاظ سے بھی؟ جیسے عقل اور بینائی اور

صحت : جن کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں دونوں وجہوں سے -

ہاں -

ان کے مادرا ایک تیسری قسم کو بھی ، اچھی چیزوں کی بھی تم پہچانتے ہو جس میں ورزش (جمناسٹک) تعلیم اور طبی علاج کی متابعت حالت مرض میں اور مزاولت اور جملہ وسیلے روپیہ پیدا کرنے کے ؟ ان چیزوں کو چاہیئے کہ ہم ناگوار کہیں اور پھر نافع بھی ہیں ہمارے لیئے - جب ہم خود ان کو دیکھیں تو رد کردیں اور جب ان کی منفعت اور ان کے دوسرے نتائج پر نظر ہو تو ان کو قبول کریں -

ہاں بلاشک ایسا میرا درجہ بھی ہے تو پھر کیا ؟

40

عدالت کو تم ان میں سے کس قسم میں جگہ دیتے ہو ؟ مجھے کہنا چاہیے کہ سب سے اعلیٰ قسم میں : یعنی اچھی چیزوں میں جن کو بعض جو سعادت کی جستجو میں ہیں ان کی قدر کرتے ہیں ان کی ذات کے لیئے اور ان کے نتائج کے لیئے بھی - پس تمھاری رائے اس جماعت کثیر کے ساتھ نہیں ہے جو عدالت کو ناگوار قسم میں تصور کرتے ہیں کہ وہ ایسی چیزوں میں ہیں جو بالذات غیر معقول اور قابل کراہت ہے مگر اس لیئے اس کی مزاولت کرنا اچھا ہے کہ وہ موجب توقیر ہے باعتبار اس کے منافع اور نیک نامی کے -

میں جانتا ہوں کہ ایسا ہی ہے : اور اسی خیال کی متابعت میں تھریسماخس بڑی دیر سے عدالت کی مذمت کرتا ہے اور ظلم کی ستائش لیکن بظاہر میں ایک کودن طالب علم ہوں -

میں التجا کرتا ہوں کہ میری تجویز کو سنو اور مجھ سے کہو کہ تم اس کے موافق ہو تھریسماخس پر تمھارا جادو اثر کرگیا ہے جس طرح سانپ پر موثر ہوتا ہے ذرا جلدی جس کی اس کو ضرورت نہ تھی لیکن میری تو ابھی تسلی نہیں ہوئی بنا بر اس توضیح کے جو عدالت اور عدم عدالت (ظلم) کی بیان ہوئی ہے - کوئی مجھ سے یہ کہتا کہ وہ فرداً فرداً کیا ہیں اور تنہا ان کی ذات سے کیا قوت نمایاں ہوتی ہے جب وہ نفس میں جاگزیں ہوتی ہیں اس سے قطع نظر کرکے کہ ان کے انعامات اور دوسرے نتائج کیا ہیں ؟ میرا منصوبہ یہ ہوگا اگر تم کو کوئی اعتراض نہ ہو میں تھریسماخس

کی حجت کو زندہ کروں گا اور پہلے یہ کہونگا کہ عام رائے ماہیت اور مبداء عدالت
کے باب میں کیا ہے۔ دوسرے میں یہ تسلیم کروں گا کہ جو لوگ اس کی مزاولت
کرتے ہیں وہ اپنی مرضی کے خلاف ایسا کرتے ہیں کیونکہ یہ ضروری ہے نہ اس لیئے
کہ وہ ایک اچھی شئے ہے۔ اور تیسرے یہ کہ یہ کام ان کا عقل کے موافق ہے
کیونکہ غیر عادل کی زندگی جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں عادل کی زندگی سے بہت
بہتر ہے۔ گو کہ میں ایسا نہیں خیال کرتا سقراط صرف یہ بات ہے کہ میرے کان
تھرسیماخس اور دوسرے ہزاروں آدمیوں سے یہ باتیں سنتے سنتے بھر گئے
ہیں کہ میں گھبرا سا گیا ہوں۔ عدالت کی فضیلت میں میں نے کوئی دلیل نہیں سنی
کہ وہ غیر عدالت سے افضل ہے۔ جس سے میری تسکین ہو جاتی میں اس کی مدح
خوانی سننے کا مشتاق ہوں جس میں خود اسی کی تعریف ہو اور تم ہی سے سُنا
چاہتا ہوں۔ دوسروں سے نہ سہی میں اس مضمون سے ایسے سلوک کی توقع
رکھتا ہوں۔ لہذا۔ میں ظالمانہ زندگی کی بڑے زور سے حتی الامکان مدح سرائی
کرتا ہوں یہ تقریر میری بطور نمونہ کے ہوگی تاکہ تم سن بعد ظلم کی مذمت اور عدالت
کی تعریف میں ویسی ہی تقریر پیش کرو۔ دیکھو کہ تم کو میرا طریقہ پسند ہے۔ بیشک
میں پسند کرتا ہوں کیونکہ پھر اور کونسا مضمون ایسا ہے مضمون ایسا ہے جس پر
ایک ہوشیار آدمی گفتگو کر سکتا ہے اگر اس موضوع پر نہ ہو خود کہے اور دوسروں کو
تقریر کرتے سنے اور ویسی تقریریں بار بار ہوا کریں؟

41 خوب کہی! پس اب سنو جو میں کہتا ہوں اپنے پہلے مضمون پر ماہیت اور
مبداء عدالت کا۔

ظلم کا مرتکب ہونا لوگ کہتے ہیں اپنی ماہیت کے اعتبار سے ایک اچھی
چیز ہے لیکن بُرائی دوسرے کی اول کی اچھائی سے بڑھی ہوئی ہے لہذا اس
دوہرے تجربے کے بعد بھی ارتکاب اور برداشت ظلم کی جو لوگ دوسرے سے
بچ نہیں سکتے اور پہلے کو محصور نہیں کر سکتے اس کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ظلم سے
اجتناب کرنے کے لئے باہم معاہدہ کریں۔ لہذا مابین ایک انسان اور دوسرے
انسان کے وضع قانون اور معاہدات پیدا ہوئے لہذا یہ رسم ہو گیا کہ جس چیز

کے لیئے قانون نافذ ہوا اس کو عادلانہ کہنے لگے اور اسی کو جائز (حسب قانون) کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہی عدالت ہے اور اس طرح پیدا ہوئی اور یہ بہترین یعنی ظلم مع معافی اور بدترین یعنی برداشت بغیر قوت انتقام کے وسط میں ہے۔
اور چونکہ وسط ہے درمیان طرفین کے اصول عدالت کو قابل اطمینان سمجھا جاتا ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ واقعی خوبی ہے بلکہ اس لیئے کہ ظلم کے ارتکاب کی عدم لیاقت نے اس کو قیمتی بنا دیا ہے۔ کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ جس کی قدرت میں ہو کہ وہ غیر عادل ہو اور جو انسان کے نام کا سزاوار ہے کبھی ایسا کمزور نہ ہوگا کہ وہ کسی سے معاہدہ کرے کہ دونوں فریق ظلم سے پرہیز کریں گے یہ موجودہ توجیہ اس مسئلہ کی ہے سقراط جو کہ متداول ہے ماہیت عدالت کے باب میں اور ان واقعات کا بیان ہے جن سے اس کی پیدائش ہوئی ہے۔
سچائی میرے دوسرے بیان کی۔ کہ لوگ بلا مرضی خود عدالت کی مزاولت کرتے ہیں اور چونکہ ان کو قدرت نہیں ہے کہ اس کو شکست کردیں بہت جلد فہم میں آجائے گی اگر ہم حسب ذیل فرض کریں۔ چاہیئے کہ ہم پوری آزادی عادل اور غیر عادل دونوں کو دیں برابر ایک دوسرے کے کہ وہ دونوں جو چاہیں کریں اور پھر ہم ان کو ملاحظہ کریں کہ آیا رجحان ہر ایک کا اس کی رہنمائی کرتا ہے۔
اس صورت میں ہم عادل کو اسی سمت میں راہ چلتے پائیں جس سمت میں غیر عادل جاتا ہے بہ سبب خواہش حرص و طمع کے جو ہر مخلوق میں ودیعت ہے اور ہر مخلوق اس کی تشفی کا طالب ہے اور اس کو خوبی سمجھتا ہے۔ صرف قانون نے اس کو اس جادہ سے خارج کر دیا ہے اور مجبور کیا ہے کہ اصول مساوات کا احترام کرے۔ پوری آزادی فعل کی اس صورت میں ممکن ہے جب کہ ان کو وہ قوت حاصل ہو جو اگلے وقتوں میں سنا ہے کہ سجس کے مورث اعلیٰ کو حاصل تھی جو لیدیہ کا باشندہ تھا وہ ایک چوپان تھا جو لیدیہ کے فرمانروائے وقت کا ملازم تھا۔ ایک دن بشدت طوفان آیا اور بارش ہوئی زلزلہ سے زمین شق ہوگئی اور ایک لمبی چوڑی خلیج پیدا ہوگئی اس قطعہ ارض پر جہاں وہ اپنے گلہ کو چرایا کرتا تھا۔ جب اس نے یہ ماجرا دیکھا اس کو بڑا تعجب ہوا

وہ اس کھاڑی میں اتر گیا اور منجملہ عجائبات اس نے ایک برنجی گھوڑا دیکھا جو اندر سے خالی تھا اور اس کے پہلوؤں میں روزن مثل کھڑکیوں کے تھے اس نے ان کھڑکیوں میں دیکھا اسکو گھوڑے کے شکم میں ایک لاش دکھی جسکا قد اور جثہ انسان سے بہت بڑا تھا اس مردے کی انگلی میں ایک سونے کی انگوٹھی دیکھی وہ اس نے اتار لی اور باہر نکل آیا۔ جب اور چرواہانوں سے حسب معمول ملاقات ہوئی اور یہ تجویز ٹھیری کہ بادشاہ کو ماہوار رپورٹ گلوں کی بھیجنا چاہئے اس مجمع میں یہ چرواہا بھی موجود تھا اور وہی سونے کی انگوٹھی اس کی انگلی میں تھی اتفاقاً اس نے انگوٹھی کو گردش دی اور اس کے حلقے کو اپنی طرف کر لیا وہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گیا لوگ سمجھے کہ چلا گیا اور اس کا ذکر کرنے لگے اس ماجرے کو دیکھ وہ متعجب ہوا پھر انگوٹھی کو بطور شغل بیکاری گردش دینے لگا حلقہ کو باہر کی طرف کیا فوراً دکھائی دینے لگا۔ جب انگوٹھی کی یہ تاثیر ملاحظہ کی اور اس نے انگوٹھی کو آزما لیا کہ واقعی انگوٹھی میں یہ خوبی ہے اور یقین ہو گیا کہ یہ تاثیر ہے کہ جب وہ حلقہ کو اندر کی طرف گھماتا تو لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا اور جب بیرونی جانب گردش دیتا نظر آنے لگتا۔ اس نے فوراً رپورٹ کے پہنچانے والوں سے ایک کی جگہ لے لی جب وہ دربار شاہی میں پہنچا اس نے ملکہ کو ورغلان کے اس سے سازش کی بادشاہ کو قتل کیا اور اس کی جگہ تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔

پس اگر ایسی دو انگوٹھیاں موجود ہوتیں اور ایک عادل انسان پہنتا اور دوسری کو غیر عادل تو خیال کرنا چاہیے کہ ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوتا جس پر حرص و ہوا غالب نہ ہوتی اور وہ عدالت پر کاربند ہوتا اور ارادے کا ایسا مضبوط ہوتا کہ دوسروں کے مال کو ہرگز نہ چھوتا جبکہ اس کی قوت میں ہوتا کہ بازار سے جس مال کو اس کا جی چاہتا اٹھا لیتا اس کو کسی کا خوف نہ ہوتا۔ اور جب چاہتا زنانخانوں میں گھس جاتا جس سے چاہتا ملتا جس کو چاہتا قتل کرتا جسے چاہتا قید سے آزاد کر دیتا اور جو چاہتا کرتا گویا انسانوں میں اس کو ایک دیوتا کی قدرت حاصل ہوتی اور اپنی خواہشوں کی پیروی میں عادل بھی وہی کام کرتا جو غیر عادل کرتا پس وہ دونوں ایک ہی جادہ کے رہرو ہوتے

یقیناً یہ ایک مضبوط شہادت اس امر کی ہوتی کہ کوئی بھی اپنی خوشی سے عدالت نہیں کرتا بلکہ مجبور ہو کے ایسا کرتا ہے - اس لیئے عدالت شخص واحد کے لیے کوئی خوبی نہیں ہے کیونکہ جہاں کوئی مانع نہیں ہوتا سب وہاں عدالت کو فسخ کر دیتے ہیں - اور وہ اس لیئے کرتے ہیں کیونکہ ہر شخص خیال کرتا ہے کہ فرد واحد کی صورت میں ظلم بہت نافع ہے بہ نسبت عدل کے اور یہ خیال ان کا سچّا ہے اس لیے کہ کیونکہ اس مسئلہ کا حامی اسی کو مانے گا - کیونکہ اگر کسی کو یہ اجازت حاصل ہو اور وہ ظلم کرنے سے انکار کرے یا دوسروں کی جائداد میں ہاتھ لگانے سے وہ سب لوگ جو اس سے واقف ہیں ایسے شخص کو واجب الرحم اور بے وقوف خیال کرینگے اگر بالمشافہہ اس کی تعریف کرینگے تاکہ ایک دوسرے پر رعب جمانے کے لیے اس خوف سے کہ ان پر ظلم نہ کیا جائے اور اس مطلب پر اس قدر بیان کافی ہے -

اور ان دونوں (عادل اور غیر عادل) کی زندگی کے باب میں کوئی قطعی فیصلہ کرنے کے لیئے ہم اسی طرح اس قابل ہو سکتے ہیں کہ ایک طرف ایسے شخص کو لیں جو کلیتہً عادل اور دوسری طرف ایسا شخص جو کلیتہً غیر عادل (ظالم) ہو اور یہی صورت فیصلہ کی ہے اور کوئی صورت نہیں ہے - اچھا تو ان کا تقابل کس طرح کیا جائے ؟ اس طرح - ہم کو چاہیئے کہ عدل سے عادل کے اور ظلم سے ظالم کے کوئی استدلال نہ کریں بلکہ ہم یہ فرض کریں کہ ہر ایک اپنی قسم کی سیرت میں کمال رکھتا ہے - سب سے پہلے ظالم وہ کام کرے جو دست کار کرتے ہیں - کیونکہ ایک اول درجہ کا جہاز راں یا طبیب جانتا ہے کہ اس کے فن میں کونسا محل قابل عمل اور کونسا محل قابل عمل نہیں ہے - اس کے امتیاز سے واقف ہے وہ اول میں کوشش کرتا ہے اور دوسرے کو چھوڑ دیتا ہے اور اگر وہ کوئی غلطی کرے تو اس کو سنبھال لیتا ہے اسی طریقہ سے اگر ہم ایک پختہ ظالم کا تصور کر سکتے ہیں تو ہم کو فرض کرنا چاہیئے کہ وہ اپنی ظالمانہ کوششوں میں کوئی غلطی نہیں کرتا اور وہ شناخت سے بچا رہتا ہے لیکن اگر وہ پہچان لیا گیا تو ہم کو چاہیئے کہ اس کو اناڑی سمجھیں کیونکہ کمال ظلم کا یہ ہے کہ وہ عدل معلوم ہو

اگرچہ در حقیقت نہ ہو۔ چاہئے کہ ظالم کو ظلم میں پختہ مانیں بغیر کسی کوتاہی کے اور اسکے بارے میں یہ تسلیم کریں کہ جب اس نے کوئی بدترین فعل ظلم کا ارتکاب کیا اسی حال اس نے اعلیٰ درجہ کی شہرت عادل ہونے کی حاصل کی ہو اور اگر اس سے کوئی غلطی واقع ہوئی ہو تو وہ اپنے کو سنبھال لے سکتا ہے کچھ تو اس لیئے کہ اس کو تقریر کرنے کا ایسا ملکہ ہو کہ اگر کسی بدکاری پر اس سے

44

جواب طلب ہو تو اس کی تقریر موثر ہو اور کچھ اس لیئے کہ اس کی جرأت اور طاقت اور دوستوں پر حکومت اور روپیہ اس کو قابل کردے کہ جہاں کہیں قوت کی ضرورت ہو وہ قوت سے کام لے اور کامیاب ہو۔ ظالم جس کو ہم نے فرض کیا ہے وہ تو ایسا ہے اب ہم استدلال کے لیئے عادل کو اس کے پہلو میں بٹھاتے ہیں جس کی سادگی میں راستی ہے اور شرافت ہے اور بقول ایسکلیوس ظاہری عادل نہیں ہے بلکہ در حقیقت نیک ہے۔ ہم کو چاہئے کہ ظاہریت کو اس سے الگ رکھیں کیونکہ اگر وہ عادل سمجھا گیا ہے تو اس کو اعزاز اور انعام ملا ہوگا بسبب اپنی شہرت کے تو اس میں شک رہیگا کہ وہ جو کچھ ہے وہ اقرار اور انعام کی وجہ سے ہے اور در اصل ایسا ہے۔ ہاں ہم کو چاہیئے کہ اس سے عدالت کی ہر چیز کو (مثل لباس اور زیور کے) اتار لیں اور اس صورت کو بالعکس پہلی صورت کا بنادیں۔ اگرچہ اس سے کوئی ایک فعل ظالمانہ سرزد نہ ہوا ہو اور وہ ظلم کے لیے سرتاپا بدنام ہو تا کہ اس کی نیکی کا کامل امتحان لیا جائے اور وجہ بدنامی اور اس کے نتائج سے ہمہ تن پاک اور بری ہو اور زندگی بھر تا وقت مرگ عدالت پر قائم رہے مگر زندگی بھر بدنام رہے۔ دونوں عدالت اور عدم عدالت کے درجہ اقصیٰ تک پہنچائے جائیں اس وقت ہم فیصلہ اپنا صادر کریں کہ دونوں میں سعید تر کون ہے۔

پناہ بخدا! میں نے کہا میرے پیارے گلوکن کس قوت سے تم کام کرتے ہو تم نے دونوں سیرتوں کو مثل دو مجسموں کے سامنے کھڑا کر دیا کہ ہم فیصلہ کریں۔

اس نے کہا جیسا مجھ سے ہو سکا ویسا میں نے کیا اور انسانوں کے بیان

کے بعد جیسا کہ ہم نے کیا اب کوئی مشکل نہ رہے گی میرے نزدیک ان کی زندگی کا نقشہ کھینچنے میں کہ وہ یکے بعد دیگرے کسی طرز حیات کی توقع رکھ سکتے ہیں - مجھ کو بیان کرنے دو اور اگر یہ بیان کسی قدر بد کا درک ہو تو اے سقراط اس کو میرا بیان نہ سمجھنا بلکہ یہ ان سے ملا ہے جو ظلم کو عدل پر ترجیح دیتے ہیں - وہ لوگ کہیں گے کہ اس محل پر عادل کو کوڑے لگائے جائیں شکنجہ میں کھینچا جائے گا طوق و زنجیر میں مسلسل ہو گا اس کی آنکھیں نکال کے جلادی جائیں اور ان سب عقوبتوں کے بعد سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور اس کے بعد سیکھ لو گے کہ بہتر یہی ہے اس بات کا عزم کیا جائے کہ درحقیقت عادل نہ ہونا چاہیئے بلکہ حسب ظاہر ایسا ظاہر ہو کہ عادل ہے - بلاشک وہ الفاظ اسکلیوس کے غیر عادل پر صادق آتے ہیں نہ کہ عادل پر کیونکہ فی الواقع ظالم کو وہ لوگ تسلیم کریں گے کہ اس احترام کے لائق ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کو ایسے طریقہ میں مصروف کرے گا جو حقیقت سے مشابہ ہے اور وہ ظاہر پر نظر نہیں کرتا بلکہ اس کا عزم ہے کہ حسب ظاہر نہیں بلکہ درحقیقت غیر عادل ہو:-

45

وہ دانشمندی کے ان مقاصد کو
رد کرے گا جو اس کے ذہن کی بار آور
کیاریوں میں بوئے گئے ہیں -

سب سے پہلے وہ اس قابل ہو گا کہ ریاست کے عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز ہو کیونکہ عدالت کی شہرت ہے پھر وہ ایسی زوجہ کا انتخاب کرے گا جس خاندان سے چاہے گا اور اپنی اولاد ایسے گھرانوں میں بیاہیگا جو اس کو پسند ہوں گے وہ معاہدوں میں داخل ہو گا اور جس سے چاہے گا شراکت کریگا اور علاوہ اس کے وہ منافع کثیرہ سے اپنے کو دولت مند کرلے گا کیونکہ اس کو فریب دینے میں کچھ ایسا تکلف نہ ہو گا - لہذا وہ جب کبھی کسی تنازع میں مصروف ہو گا خواہ وہ ملکی ہو خواہ ذاتی وہ حریفوں کو شکست دے گا اور ان سے بازی لیجائے گا اور اس سبب سے وہ مالا مال ہوتا رہے گا اور وہ اپنے دوستوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور دشمنوں کو ضرر اور وہ نہایت شان و شوکت سے

بیش بہا اور بکثرت نذرانے اور قربانیاں دیوتاؤں کی درگاہ میں چڑھاتا رہیگا۔
اور اس سے دیوتاؤں کی پیشگاہ میں عادل سے بڑھ چڑھ کے پیش پیش ہوگا اور
جن لوگوں سے وہ چاہے گا تقرب حاصل کر سکے گا اور مظنہ غالب ہے کہ
عادل سے زیادہ بارگاہ الہٰی میں بھی فیضیاب ہوگا۔ اور اسی لیے لوگ کہتے
ہیں کہ اے سقراط کہ انسان اور دیوتا دونوں غیر عادل کو بہ نسبت عادل
کے زیادہ سروسامان عطا فرماتے ہیں اور بہرہ یاب کرتے ہیں غیر عادل کی
زندگی بہ نسبت عادل کے زیادہ کامیاب ہوتی ہے۔

جب گلاکن یہ کہہ چکا قبل اس کے کہ میں جواب دوں میں غور کر رہا
تھا کہ ایڈیمانٹس اس کا بھائی بول اٹھا۔ تم۔ اے سقراط یقیناً یہ نہیں
تسلیم کرتے کہ یہ مسئلہ حسب اطمینان حل ہوگیا۔

میں نے کہا کیوں نہیں کہو تو

وہی مطلب جو سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے چھوٹ گیا۔

اچھا تو پھر اس مشہور مثل کے مطابق کہ بھائی بھائی کا قوت بازو ہوتا ہے
تم کو لازم ہے کہ اس کی کمزوریوں کی اصلاح کرو اگر کوئی کمزوری ہو تو اس کی
دستگیری کرو۔ مگر میرا تو یہ حال ہے کہ گلاکن نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے
پچھاڑ دینے کو کافی ہے۔ اب میری مجال نہیں ہے کہ عدالت کی مدد
کر سکوں۔

اس نے کہا تم مذاق کرتے ہو براہ مہربانی یہ احتجاج بھی سنو ہم کو چاہیئے
کہ ہم ان بیانات کو سنیں جو گلاکن کے اظہارات کو پلٹ دیتے ہیں اور
عدالت کی ستائش کرتے ہیں اور ظلم کی ہجو کرتے ہیں تاکہ زیادہ صفائی کے
ساتھ وہ ظاہر ہو جائے جو میرے نزدیک اس کا مفہوم ہے۔ اب میں سمجھتا
ہوں کہ جب والدین اور دوسرے لوگ عادل ہونے کو فریضہ قرار دیتے ہیں
اور اپنے بچوں کو یا اور جب کسی کو ان کا دل چاہتا ہے اس کے ذہن نشین
کرتے ہیں تو وہ خود عدالت کی ستائش نہیں کرتے بلکہ صرف اس عزت کی
تعریف کرتے ہیں جو اس سے حاصل ہوتی ہے ان کا معروض یہ ہوتا ہے کہ

عادل ہونے کی شہرت حاصل کی جائے اور اس شہرت سے وہ سرفرازی نصیب ہوتی ہے مثل شادی اور دوسری خوبیاں جن کا گلاکن نے ابھی ہم سے ذکر کیا تھا جو انسان عادل کو بسبب اعلیٰ سیرت کے حاصل ہوتی ہیں اور یہ لوگ اس نیک نامی کے فوائد آگے لے جاتے ہیں کیونکہ دیوتاؤں کی خوشنودی سے وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ متعدد برکتوں کا بیان کرتے ہیں جن کو بقول ان کے دینداروں کو عطا کرتے ہیں جس کو عمدہ الشعرا ہزیوڈ اور ہومر نے فرمایا ہے۔ ہزیوڈ لکھتا ہے کہ "نیک اور پرہیزگار بندوں کے اشجار بلوط کی چوٹیوں پر بلوط کے پھل لاتے ہیں اور درختوں کے بیچ کے حصّوں میں شہد کی مکھیوں کی کثرت کرتے ہیں۔ اور ان ہی نیک اور پرہیزگار بندوں کی بھیڑوں پر اس کثرت سے اون پیدا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بوجھ میں دبی جاتی ہیں[۵۱]"

اور بہت سی اچھی چیزیں اسی قسم کی:- دوسرا شاعر ایسے ہی ایک جملہ میں اس طرح کہتا ہے۔

"ایک بیگناہ بادشاہ کی طرح جس میں دیوتا کی سی نیکی اور دانش
ہے عدالت ہمیشہ قائم رہتی ہے جس کے ملک کی زرخیز زمین درو
کے وقت جو اور گیہوں دیانت کے ساتھ اس کے لیے پیدا کرتی ہے
اس کے میوے کے باغات پھلوں سے لدے ہوئے ہیں۔ اسکے گلّے کے
بچے توانا ہیں اور سمندر اس کو بکثرت مچھلیاں دیتا ہے[۵۲]۔"

لیکن وہ برکتیں جو میوزیوس اور اس کا لڑکا یوموکیس بیان کرتا ہے کہ دیوتا عادل کو عطا کرتے ہیں اس سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں جس کا ذکر ہوا اس کو جنت کی سرحد پر پہنچا دیتی ہیں دینداری کے جشن میں تختوں پر آرام کرتے ہیں ان کے سروں پر پھولوں کے تاج ہیں اور وہ جاودانی زندگی کو شراب نوشی میں صرف کرتے ہیں بہترین انعام نیکی کا ان کے نزدیک مستی و میخواری ہے۔ اور لوگ تو اس جگہ بھی توقف نہیں کرتے ان کے نزدیک یہ انعام بھی کافی نہیں ہے جو دیوتاؤں نے ان کو بخشا ہے وہ ہم سے یہ کہتے ہیں کہ جو آدمی دیندار اور اپنے عہد و اقرار پر قائم رہتے ہیں ان کے بیٹے

۵۱۔ ہزیوڈ، کام اور ایام (۲۳۱)
۵۲۔ ہومر اوڈیسی، ۲۹، ۱۰۹

پوتے پروتے بلکہ جملہ اعقاب و احفاد اس کی پیروی کرتے ہیں۔ منجملہ تمام مدح وثنا کے جو عدالت پر صرف ہوتی ہے یہ ہے جس کا مذکور ہوا۔ دوسری طرف بیدین اور ظالم جہنم کی دلدلوں میں پھنسا دئیے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو چھلنی میں آب کشی کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور ان کو جیتے جی بدنامی اور ذلت نصیب ہوتی ہے اور ظالم کو وہ سزائیں دیجاتی ہیں جو گلاکن نے عادل کے لیے تجویز کی ہیں۔ جس کو شہرت ظالم ہونے کی ہوگئی ہے اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ یہی ان کا طریقہ ایک سیرت کی مدح کرنے اور دوسری سیرت کی مذمت کرنے کا ہے۔

ایک مرتبہ پھر سقراط ایک دوسرا اور مختلف پہلو انصاف اور عدم انصاف کے متعلق گفتگو کرنے کا سوچتا ہے اور یہ انصاف یا عدم انصاف وہ ہے جو معمولی زندگی کے روزانہ واقعات اور شعرا کے کلام میں نظر آتا ہے۔ یہ سب یکزبان ہو کر کہتے ہیں کہ اعتدال اور انصاف کو قائم رکھنا قابل تعریف باتیں ہیں۔ لیکن ان کو قائم رکھنے میں تکلیف اور پریشانی اٹھانی پڑتی ہے لیکن عدم اعتدال اور ناانصافی ایسی چیزیں ہیں جو خوشگوار ہوتی ہیں اور ان کو عمل میں لانا بھی آسان ہے صرف قانون اور رائے عامّہ ان کو مطعون کرتا ہے اور لوگ کہتے ہیں دیانت[1] میں نفع کمتر ہے اور خیانت میں بیشتر۔ اور یہ لوگ شریر آدمی کو خوش و خرم کہتے ہیں پس و پیش نہیں کرتے اور عوام میں بھی اور نج میں بھی ان کی عزت کرتے ہیں جب وہ مالدار ہوں اور دوسرے وسیلے قوت اور ثروت کے رکھتے ہوں۔ اور دوسری جانب ایسے لوگوں کی تحقیر کرتے ہیں جو کسی طور سے کمزور و مفلس ہوں درآنحالیکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دوسرے لوگ اول قسم کے لوگوں سے اچھے ہیں۔ اور ان کے جملہ بیانات سے جو کچھ وہ دیوتاؤں کے بارے میں اور نیکی کے باب میں کہتے ہیں سب سے زیادہ عجیب ہے جس کی بنا پر دیوتا بھی اکثر نیک آدمیوں کو مصیبت اور خراب زندگی سے بہرہ یاب کرتے ہیں اور جن کی سیرت ان کے مقابل ہے بالکل اس کے مقابل مقدر کرتے ہیں۔ (نیکوں کو بدحال اور بدوں کو خوشحال رکھتے ہیں) نیم حکیم اور منجم امیروں کے

---

[1] اے امانت بر تو لعنت از تو بخے یافتم۔ اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم۔

در دولت پر ہجوم رکھتے ہیں اور اس کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو ایسی قوت حاصل ہے کہ ان کے لیے آسمان سے بذریعہ قربانیوں اور افسوں خوانیوں کے گناہوں کا کفارہ ممکن ہے خواہ گناہ کا ارتکاب خود کیا ہو خواہ باپ دادا سے ہوا ہو اور اگر اسے کسی کو ضرر پہنچانا منظور ہے تو تھوڑے سے اخراجات سے یہ بھی ہو سکتا ہے خواہ حریف عادل ہو خواہ ظالم ہو ان کا دعویٰ ہے کہ بذریعہ تسخیر اور حاضرات کے دیوتا ان کے حکم پر چلتے ہیں اور جو کام منظور ہو۔ اور دعوؤں کے ثبوت میں وہ شعرا کا کلام پیش کرتے ہیں۔ بعض بدی کی آسانیاں ظاہر کرنے کے لیے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں:۔

"جو بدی کا جویا ہو وہ اس کے انبار پا سکتا ہے"
آسانی سے راستہ صاف اور نزدیک ہے
کیونکہ اس کا مکان قریب ہے۔
نیکی کو خدا نے بڑا مرتبہ بخشا ہے۔
اور وہ پیشانی کا پسینا بہانے سے ملتی ہے۔"

اس کا راستہ دور دراز اور دشوار گزار کالے کوسوں کا ہے۔

48

دوسروں نے اس بات کے ثبوت میں کہ انسان دیوتاؤں کے مقصد کو بدل سکتے ہیں ہومر کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ اس نے کہا ہے۔

"ہاں دیوتا بھی منت سماجت سے مان جاتے ہیں۔
اسی لیے آدمی ان کو قربانی چڑھاتے ہیں اور عاجزانہ
عرض و معروض کرتے ہیں۔
بخورات اور پگھلنے والی چربی ان کے غصہ کو رحم سے
بدل دیتی ہے۔ غم سے بھری ہوئی مناجات جب
حد سے گزرے اور گناہ کا مرتکب ہو۔"

اور وہ ایک تعداد کثیر کتابوں کی پیش کرتے ہیں جو میوسیوس اور آرفیوس لوگ کہتے ہیں وہ سیلینی کے اور میوسیز کی اولاد تھی ان کی لکھی ہوئی ہیں یہ کتابیں ان کے رسوم مذہبی کے دستور العمل تھیں۔

وہ صرف افراد کی ناصح نہیں ہیں بلکہ پورے شہروں کی ناصح ہیں تاکہ انسان نجات حاصل کریں اور گناہوں سے پاک ہو جائیں نہ صرف عالم حیات میں بلکہ بعد وفات بھی بذریعہ بعض قربانیوں کے اور خوشگوار اشغال کے جن کو اسرار کہتے ہیں جو ہم کو آخرت کے عذابوں سے بچا لیتے ہیں اور اگر ان سے غفلت کی جائے تو سخت تعذیر دی جاتی ہے۔

جب اس قسم کے آرا شہرت پاتے ہیں اور اطوار مختلفہ کے ساتھ تو کیا ان کی تکرار ہوتی ہے اور وہ عزتیں (اور ذلتیں) نیکی اور بدی کی جن کو انسان اور دیوتاؤں نے تسلیم کیا ہے تو کیا ہم تصور کریں کہ اس کا نتیجہ نیک بخت نوجوانوں کے اذہان پر کیا ہوتا ہے جب وہ ان بیانات کو سرسری طور سے سماعت کرتے ہیں کیا نتائج اخذ کرتے ہیں سیرت کے متعلق ضرور ہے کہ انسان کوئی نہ کوئی سیرت اختیار کرے اور اس راستہ کو جانے جس پر اس کو گزرنا ہوگا تاکہ وہ حتی الامکان بہتر سے بہتر زندگی بسر کر سکے؟ غالباً وہ پنڈار کے اس قول کو اپنے دل میں کہیگا۔ عدل کے ذریعہ سے یا کجروی یا فریب سے میں ایک بلند اور مستحکم مقام پر پہنچ کے امن و امان سے زندگی بسر کرسکونگا؟ کیونکہ عام رائے کا اظہار یہ ہے کہ عادل ہو نا بغیر اس کے عادل سمجھا بھی جائے مجھے کچھ مفید نہیں ہے بلکہ ظاہری تکلیف اور نقصان کا موجب ہے۔ درحالیکہ میں ظالم ہوں اور شہرت عادل ہونے کی حاصل کرلوں لاکلام خوشحالی اور عمدہ زندگی کا امیدوار ہو جاؤں گا۔ بہت خوب بس چونکہ ظاہری اشتباہت حسب قول عقلا باطنی حقیقت کو مغلوب کر لیتی ہے اقبال مندی کی تقسیم پر فرمانروا ہے۔ بلاشک میں اسی میں کلیتہً مصروف رہوں گا۔ میں اپنے گرداگرد ایک تصویر نیکی کی کھینچ لوں گا جو بیرونی زینت اور روکار کا کام دے گی اور میرے پیچھے لومڑی رہے گی جس کی حیلہ گری اور فریب[1] کاری سے ہم کو چالاک

[1] اس فقرے کی مشکل نے جس میں استعاروں کی جال بندی ہے ہم کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور اس کے ساتھ تلمیح سے ہم آگاہ نہیں ہیں اس سے مشکلات اور بڑھ جاتی ہیں کیونکہ اکیلوس

آرکیلوکس نے خبر دی ہے۔

مگر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انسان کے لیے اپنی شرارت کو مخفی رکھنا ہمیشہ سہل نہیں ہوتا۔ ہم جواب دیں گے نہیں ہر بڑی بات سہل نہیں ہوتی قطع نظر اس کے جبکہ سعادت ہمارا مقصود ہے تو ہماری یہی راہ ہونا چاہیے جیسا کہ ذیل مقدمات سے واضح ہے۔ فریب کے چھپانے کے لیے ہم خفیہ جماعتیں اور جلسے بنائیں گے اس کے ماورا اکثر معلم ہیں جو ترغیب دینا سکھاتے ہیں وہ عام اور عدالتی خطابت کے ہنر کی تعلیم دیتے ہیں۔ پس خواہ عمدہ وسائل سے خواہ خراب سے ہم اپنے اغراض کو حاصل کریں گے اور بے دیانتی کی کارروائی جاری رکھیں اور بریت بھی حاصل کرلیں گے نہیں البتہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ دھوکا اور تشدد دیوتاؤں سے نہیں چل سکتا۔ اچھا لیکن جب وہ یا تو موجود ہی نہیں ہیں یا انسانوں کے معاملات سے تعلق نہیں رکھتے تو ہم کو کیا غرض ہے کہ ان کے مشاہدے سے بچنے کے لیے ہم خود پریشان ہوں؟ لیکن اگر وہ موجود ہیں اور ہم پر توجہ کرتے ہیں یہ ہم کچھ نہیں جانتے ہیں اور نہ کسی سے سنا ہے ان کا ذکر متداولہ روایات میں ہوتا ہے یا شعرا کے شجروں سے انھیں اسناد میں یہ بیان ہوتا ہے کہ دیوتا ایسے موجودات ہیں جن پر قربانیوں اور نذر و نیاز اور منت مراد سے قابو چل سکتا ہے اور وہ اپنے مقاصد کو بدل دیتے ہیں۔ پس یا تو ہم ان کو دونوں بیانوں سے تعین کریں یا ایک کو بھی نہ مانیں۔ اگر ہم ان کا اعتقاد کریں تو ہم ظالمانہ کام کریں اور خیانت سے جو حاصل ہو اس سے ان کی نذر اور قربانی چڑھائیں۔ کیونکہ اگر ہم عادل ہیں تو یہ سچ ہے کہ ہم دیوتاؤں کے ہاتھوں سزا سے محفوظ رہیں گے اور وہ منافع ہم کو ترک کرنا ہوں گے جو ظلم سے ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم غیر عادل (ظالم) ہیں تو ہم صرف وہی منافع نہ پائیں گے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ کے قصہ سے ہم آگاہ نہیں ہیں۔ البتہ دوسری کتابوں میں سوائے افلاطون کی کتاب کے یہ تلمیح پائی جاتی ہے۔ روباہ علامت حیلہ اور مکر کی ہے تا آرکیلوکس کی ذات سے یونانی ادب میں یہ تلمیح پائی جاتی ہے ۱۲۔

بلکہ حد سے تجاوز کرنے اور گناہوں کے دیوتاؤں سے مناجات کریں گے کہ ہم بغیر کوئی نقصان اٹھائے ہوئے صاف چھوٹ جائیں۔ پھر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عالم ارواح میں ہم کو بھگتنا پڑے گی ان گناہوں کی پاداش جو یہاں ہم سے سرزد ہوئے یا تو خود ہم پر عذاب ہوگا یا ہمارے پوتے پروتوں پر۔ نہیں بلکہ اے میرے دوست اس حجت کا حامی کہیگا کہ رسوم اسراری میں بڑی قوت ہے اور بری کرنے والے دیوتا جیسا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے بواسطہ بڑے بڑے شہروں کے یا بواسطہ دیوتاؤں کی اولاد کے جنھوں نے مشاعروں کے جامہ میں ظہور کیا ہے یا الہامی بزرگوں نے جنھوں نے ہم کو اطلاع دی ہے کہ یہ امور اسی طرح رہیں۔

لہذا کون سے وجوہ باقی رہ گئے ہیں جس سے ہم کو یہ ترغیب ہو کہ ہم عدالت کو بڑے سے بڑے ظلم پر ترجیح دیں؟ اگر ہم ظلم کو جعلی زینت کیساتھ ترکیب دیں تو ہمارا معاملہ دیوتاؤں کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ ہماری پسند کے موافق ہوگا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یہ امر متعدد اور اعلیٰ ترین اسناد کے موافق ہے۔ اقوال مذکورۂ بالا پر نظر کر کے سقراط کس تدبیر سے کوئی شخص جس میں کوئی وصف ہو خواہ اعلیٰ درجہ کی ذہانت ہو یا دولت ہو یا خوبصورتی یا ولادت (عالی نسبی) عدالت کی عزت کر سکتا ہے البتہ جب وہ اس کی ستائش سنیگا مسکرا دیگا؟ بلاشک اگر کوئی شخص اس لائق ہو کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے اس کا جھوٹ ہونا ثابت کر دے اور جس کو بالکل یقین ہو کہ عدالت بہترین خصلت ہے بعید ہے کہ وہ ظالم پر غضبناک ہو وہ بلاشبہ ان کی بہت رعایت کرے گا وہ جانتا ہے کہ ماورا ان لوگوں کے جو امکاناً بسبب اپنی فرشتہ خوئی کے ظلم سے متنفر ہیں یا جن کو حقیقت کا علم ہے ظلم سے اجتناب کرتا ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو برضا و رغبت عادل ہو بلکہ بزدلی سے یا پیرانہ سالی کے سبب سے یا کسی اور کمزوری کے باعث سے لوگ ظلم کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ ان میں اس کے ارتکاب کی قوت نہیں ہے اور اس قول کا صدق اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ایسے

لوگوں کو قوت حاصل ہوتی ہے ان میں سے پہلا شخص پہلے ظلم ہی کرتا ہے جسقدر اس کا مقدور ہوتا ہے۔

اور اس سب کا باعث صرف وہ واقعہ ہے جو کہ میرے بھائی نے اور میں نے اس بحث کی ابتداہی میں سقراط تم سے کہا تھا یہ کہہ کے نہایت ادب کے ساتھ کہنا چاہیے کہ تم عدالت کی قدرشناسی کا دعویٰ کرتے ہو ابتدا اس کی اگلے وقتوں کے غازیوں سے شروع ہو کے ہم تک پہنچ گئی ہے۔ تم میں سے ہر شخص بلا استثنا عدالت کی مدح کرتا ہے اور ظلم کو برا کہتا ہے۔ انحصار اس کا شہرت پر اور عزت اور ان انعاموں پر جو ماحصل ہے مگر ان میں سے ہر ایک بجائے خود کیا ہے اپنی خاص قوت کے اعتبار سے اور مقام اس کا صاحب قوت کا نفس ہے جس کو دیوتاؤں نے دیکھا ہے نہ انسانوں نے اور نہ نظم میں اور نہ نثر میں اس کی کافی بحث ہوئی ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ظلم بڑا مہلک زہر ہے جو نفس میں داخل ہو سکتا ہے اور عدالت سب سے بڑی برکت ہے۔ اگر تم ابتدا سے یہ زبان رکھتے اور بچپنے سے ہم کو ایسی ہی ترغیب دینے کی کوشش کرتے تو ہم ظلم کے ارتکاب میں ایک دوسرے پر نظر نہ رکھتے نہ ایک دوسرے کی روک ٹوک کرتے کیونکہ ہر شخص اپنا آپ ہی نگہبان ہوتا ہر ایک ڈرتا کہ ظلم کرنے میں ایسا نہ ہو کسی آفت میں مبتلا ہو جاؤں۔

سقراط یہ جملہ امور اور شاید اس سے زائد عدالت اور غیر عدالت کے باب میں تھریسماخس بیان کرے گا۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اور لوگ اس طرح جہالت سے میرے نزدیک ایک دوسرے کی اصلی تاثیر کو پلٹ دیں گے۔ میرا خود یہ حال ہے کہ میں اعتراف کرتا ہوں (کیونکہ میں تم سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہتا) میری بڑی خواہش یہ ہے کہ میں تم کو مقابل کی رائے کی حمایت کرتے سنوں۔ لہذا میں سخت کوشش اور بڑی قوت کے ساتھ کلام کروں جس قدر مجھ سے ممکن ہو۔ لہذا اپنے استدلال کو اسی قضیہ پر محدود نہ کرو کہ عدالت افضل ہے غیر عدالت سے بلکہ یہ ثابت کر دو کہ ہر ایک ان میں سے اس شخص پر جس کی وہ خصلت ہو کیا اثر کرتی ہے جس کے سبب سے بذاتِ خود وہ

51

برکت ہے اور دوسری زہر قاتل اور اس تخمینہ کا استخراج کرو جس سے دونوں کا
اعتبار کیا جاتا ہے جس عمل کو گلاکن نے تم سے بجا لانے کو کہا تھا۔ کیونکہ اگر تم ہر ایک
صفت سے اس کی سچی شہرت کو جدا کر لو گے اور جھوٹی اس کے ساتھ ضم کر دو گے
تو ہم باعلان کہہ دیں گے کہ تم حقیقت کی ستائش نہیں کرتے بلکہ عدالت شباہت کی
ستائش کرتے ہو اور غیر عدالت کی مذمت نہیں کرتے بلکہ اس کی شباہت کی
کرتے ہو تمہاری نصیحت فی الواقع غیر عادلانہ ہے اگرچہ امتیاز نہ ہو سکے اور تم ایسا ہی شخص
کے ساتھ تمہارے رائے موافق ہے کہ عدالت دوسرے شخص کی بھلائی کے لیئے
ہوتی ہے کیونکہ جو قوی تر ہے اس کے لیئے نافع ہے اور غیر عدالت اسی شخص
کے اغراض سے ہے اور اسی کے لیے نافع ہے لیکن کمزور کے اغراض کے
مخالف ہے۔ لہذا تم نے تسلیم کر لیا کہ عدالت اچھی چیزوں کی اعلیٰ ترین اقسام
سے ہے جس پر قادر ہونا بہت قیمتی ہے باعتبار اپنے نتائج کے اور بمدارج اس سے
بڑھ کے اپنی ذات کے لحاظ سے۔ یہ مثل ایسی چیزوں کے ہے جیسے بصارت
سماعت، عقل، صحت اور ہر چیز جو در حقیقت خوب ہے بذات خود اور نہ کہ
صرف خوب مشہور ہو۔ صفت کرنے کے لیے یہ مخصوص صورت عدالت کی
انتخاب کر لو میری مراد اس فائدہ سے جو یہ خود صاحب عدالت کو پہنچاتی ہے
بمقابلہ اس ضرر کے جو غیر عدالت ظلم سے پہنچتا ہے۔ انعام اور شہرت کی
تعریف دوسروں کے لیے چھوڑ دو۔ اس سبب سے کہ دوسروں کے لیے
میں یہ طریقہ عدالت کی مدح اور ظلم کی قدح کا جائزہ رکھ سکتا ہوں جو شامل
ہے انعامات اور شہرتوں کی ستائش گری اور ہجو گوئی میں جن کا ان سے
تعلق ہے مگر تمہارے لیے میں اس کو جائز نہیں سمجھتا ہاں تم خود درخواست
کرو تو وہ اور بات ہے کیونکہ تم نے اپنی تمام عمر اس قسم کے مسائل اور خاص
انھیں اقسام کی بحث اور تحقیقات میں صرف کی ہے۔ لہذا تم اسی پر قناعت
نہ کرو کہ عدل کی فضیلت ظلم پر ہمارے سامنے ثابت کر دو بلکہ ہم کو یہ بتا دو کہ ہر
خصلت ان میں سے صاحب خصلت پر کیا تاثیر کرتی ہے جس کے ذریعہ
وہ ہوتا ہو یا انسان اس امر کو دیکھتے ہیں یا نہیں کہ ایک ان میں بذات خود

ایک برکت ہے اور دوسری زہر ہلاہل۔

گلاکن اور ایدیمانٹس کی ذہانت کی میں ہمیشہ قدر کرتا رہا ہوں میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس موقع پر جو کچھ میں نے سنا ہے اس نے مجھ کو مفتون کر لیا جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں گلاکن کے قدردان نے نہایت انسب کیا کہ تم کو مخاطب قرار دیا۔ تم انسانوں کے فرزند جن کا نام مدحیہ نظم کی پہلی سطر میں موجود ہے تمھیں نے اس کے پیشتر جنگ میگارہ میں ناموری حاصل کی چنانچہ مذکور ہے۔

ایک مشہور آدمی کی نسل سے تم ارسطون کے فرزند مثل دیوتا کے ہو۔

اے میرے دوست اس وصف میں ایک بڑی صداقت شامل ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت تمھاری ذہانت میں دیوتا ہی کی سی شان پائی جاتی ہے۔ اگر تم کو یقین نہیں ہے کہ ظلم افضل ہے عدل سے جبکہ تم اس خوبی سے اس کی حمایت کرتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ درحقیقت یہ اعتقاد نہیں رکھتے۔ میں تمھاری سیرت عامہ سے یہ قیاس کرتا ہوں کیونکہ محض تمھارے بیانات پر مجھ کو چاہیے کہ تم پر اعتماد نہ کروں: لیکن جس قدر زیادہ میں تم پر اعتماد کرتا ہوں اسی قدر زیادہ مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ معاملہ میں کیا کیا جائے کیونکہ اگرچہ مجھ کو علم نہیں ہے کہ میں کس طرح مدد کروں۔ جب مجھکو علم ہو چکا ہے کہ میں اس کام کی قابلیت نہیں رکھتا یہ مجھ کو اس طرح معلوم ہوا کہ جو جواب میں نے تھریسیماخس کو دیئے تھے تم نے رد کر دئیے جس سے میں نے یہ خیال کیا کہ میں نے براہان سے ثابت کیا تھا کہ عدل بہتر ہے ظلم سے پھر دوسرے طور سے میں جرأت یہ نہیں کر سکتا کہ میں مدد دینے سے انکار کروں مجھ کو خوف ہے کہ واقعی میں گناہگار نہ ہو جاؤں جبکہ میں عدل کی بدگوئی کانوں سے سنوں جب تک مجھ میں جان ہے اور میں بول سکتا ہوں میں اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ میری بہترین تجویز یہ ہے کہ جس طریقہ سے ممکن ہو میں اس کی اعانت کروں۔

اس بات کو سن کے گلاکن اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے سب نے مجھ سے مدد کی درخواست کی اور چاہا کہ میں گفتگو ترک نہ کروں بلکہ عدل اور ظلم کی اصلی ماہیت کی تحقیق کروں اور یہ بھی مسئلہ حل کروں کہ ان کے فائدے

علی الترتیب کیا ہیں میں نے اپنا مافی الضمیر حقیقتاً کہدیا اور کہا کہ جو تحقیقات ہم نے اختیار کی ہے وہ کوئی سرسری مسئلہ نہیں ہے اور میں نے کہا کہ یہ مسئلہ باریک بینی چاہتا ہے۔ لہذا میں چالاک اور ہوشیار نہیں ہوں میرے نزدیک ایک خاص طریقہ تحقیق کا اختیار کرنا چاہیئے جس کی اس طرح توجیہ ہو سکتی ہے۔

فرض کرو ہم کو ایک خفی خط کو دور سے پڑھنے کا حکم ہوا ہے اور ہماری بصارت ٹھیک نہیں ہے ہم میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ وہی تحریر کہیں اور موجود ہے اور اس کا خط جلی ہے اور بڑی سی جگہ پر لکھی ہوئی ہے اس کو ہم اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔ ہم اس دوسری تحریر کو پہلے پڑھ لیں گے پھر اس خفی تحریر کو ملاحظہ کریں گے اور مشاہدہ کریں گے کہ دونوں مشابہ ہیں۔

ایڈیمانٹس نے کہا ہم کو ایسا ہی کرنا چاہیئے لیکن سقراط اس مثال میں اور عدالت کی تحقیق میں کونسی یکسانی ہے؟

میں نے جواب دیا۔ میں تم کو بتاؤں گا ہم عدالت سے اس اعتبار سے بحث کرتے ہیں کہ وہ ایک فرد انسان کے ذہن میں سکونت پذیر ہے اور اس اعتبار سے بھی کہ وہ ایک شہر میں ساکن ہے کیا ہم ایسا نہیں کرتے ہیں؟

اچھا تو ایک بڑا ہے۔ بہ نسبت ایک انسان کے۔

ہاں ہے۔

پس شاہد عدالت بڑے موضوع میں نسبتاً بہت زیادہ موجود ہے۔ اور اسطرح اس کا دریافت کرنا سہل تر ہے پس براہ عنایت شہروں میں اس کی صفت کو ہم پہلے تحقیق کرینگے اور پھر اس تحقیق کو فرد واحد پر منطبق کریں گے اور مد مقابل جو بڑے میں ہے اسکو چھوٹے سے مقابل کریں گے۔ اس نے کہا بیشک میرے نزدیک تمھارا منصوبہ اچھا ہے۔

پس اگر ہم خیال میں شہر کے تدریجی کمال کا نقشہ کھینچیں اور اس میں عدالت یا ظلم کے نشوونما پر غور کریں۔

شاید ہم کو بھی کرنا چاہیئے۔

پس جب یہ ہو چکے گا تو کیا ہم کو یہ امید نہ ہونا چاہیئے کہ ہم آسانی سے اپنے معروض تلاش کو ملاحظہ کر سکیں گے؟

ہاں بہت سہولت سے۔

تو کیا تمہارا یہ مشورہ ہے کہ ہم اپنے منصوبہ کے جاری کرنے کی کوشش کریں؟ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کوئی ذرا سی بات نہیں ہے پس اس پر خوب غور کرو۔

ایدیمانٹس نے کہا ہم نے اس پر غور کیا ہے۔ ہاں بہر طور ایسا ہی کرو۔

میں نے کہا تو پھر ایک شہر کی تعمیر اس واقعہ پر موقوف ہے کہ ہم فرداً فرداً خود مختار نہیں ہیں بلکہ اکثر حاجتمند ہیں۔ یا تم شہر کی بنا کو کسی اور سبب سے منسوب کرو گے؟

اس نے جواب دیا نہیں۔ میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔

تو پس اس طرح ہے کہ بہ سبب ہماری اکثر حاجات کے اور از بسکہ ہر ایک دوسروں کی اعانت کا خواہاں ہے تاکہ اس کے مختلف مطلوبات حاصل ہوں ہم اکثر ہمنشین اور معین ایک مقام سکونت میں فراہم کر لیتے ہیں اور اس مشترک مسکن کو شہر سے موسوم کرتے ہیں۔ کیا ایسا ہے؟

بلاشک۔

اور جو شخص جس چیز کا تبادلہ کرتا ہے دیتا ہے یا لیتا ہے وہ اس یقین سے ایسا کرتا ہے کہ وہ اپنے منافع کی تلاش میں ہے۔

یقیناً۔

آؤ اب ہم اپنے مفروضہ شہر کو ابتدا سے تعمیر کریں۔ اس کی تعمیر بظاہر موقوف ہو گی ہماری فطری حاجتوں پر۔

لاکلام۔

اچھا تو سب سے پہلی اور اشد ضروری جملہ حاجات سے رزق ہے تاکہ ہم ایک جاندار کی حیثیت سے زندہ رہیں۔

بالکل قطعاً۔

ہماری دوسری حاجت مکان سکونت ہے اور تیسری حاجت لباس

وغیرہ۔

درست۔

پس ہم کو معلوم ہوا کہ وہ کیا چیز ہے جو ہمارے شہر کو اسقدر اشیاء کی فراہمی کی متکفل ہو؟ کیا ہم کو کاشتکار سے ابتدا نہ کرنا چاہیے۔ یہ ایک ہوا۔ اور ایک معمار اس کے ماورا جلاہہ؟ کیا یہی کافی ہوں گے یا ان کے ساتھ موچی کو بھی ضم کریں اور ان کے علاوہ ایک یا دو اور اس درجہ کے لوگوں سے جو ہماری جسمانی حاجتوں کو پورا کریں؟

بہر طور۔

پس چھوٹے سے چھوٹے شہر میں چار یا پانچ آدمی ہوں گے۔

ایسا ہی ہم کو معلوم ہوتا ہے۔

بس اس کام کے اجرا کے لیے چاہیئے کہ ہر ایک ان میں سے اپنے کام کو جماعت کی خدمت میں پیش کرے۔ اس طرح کہ تنہا کاشتکار مثلاً چار آدمیوں کیلئے رزق مہیا کرے چوگنا وقت اور چوگنی محنت رزق کے پیدا کرنے کے لیے صرف کرنا ہوگی (جو ایک کے لیے صرف کرتا) اور دوسروں کو اس سے حصہ دے یا ان کی کچھ پروا نہ کرے اور محض اپنے لیے مہیا کرے جو کہ چہارم حصہ خوراک کا ہوگا اور چہارم حصہ وقت کا اور باقی تین حصوں سے ایک مکان کی تعمیر کے لیے اور دوسرا اپنے لباس کے بنانے میں اور ایک حصہ یعنی تیسرا اپنے لیے جوتا تیار کرنے میں اور دوسروں کے ساتھ شرکت کی تکلیف سے محفوظ رہے اور اپنے کام کو آپ ہی انجام دے۔ اپنے مصرف کے لیے۔

ایدیمانٹس نے اس کا جواب دیا اچھا سقراط پہلا منصوبہ دونوں میں سہل تر ہے۔

میں نے کہا حقیقتاً یہ غیر مظنون نہیں ہے کیونکہ تمہارے جواب کے بعد مجھ کو یاد آ گیا کہ اولاً تو کوئی شخص ٹھیک ایک دوسرے کے مماثل پیدا نہیں ہوتے بلکہ ہر ایک دوسرے سے فطری عطایا میں مختلف ہوتا ہے ایک شخص کسی پیشہ کے لیے مناسب ہوتا ہے اور دوسرا کسی اور شغل کے لیے کیا تم ایسا ہیں

55

خیال کرتے ؟

میں بھی یہی خیال کرتا ہوں ۔

اچھا کب کوئی آدمی بہترین کامیابی حاصل کر سکتا ہے ؟ کس حالت میں وہ شخص متعدد حرفوں میں اپنی کوشش صرف کر سکتا ہے اور کب وہ ایک ہی حرفے میں صرف مصروف ہو سکتا ہے ؟ کب وہ ایک ہی میں مصروف ہو سکتا ۔

پھر یہ بھی صاف ہے میرے نزدیک اگر کوئی شخص ٹھیک وقت کسی کام کے کرنے کا جانے دیتا ہے تو وہ وقت پھر پلٹ کے نہیں آتا ۔

یہ بالکل صاف ہے ۔

کیونکہ جو کام ہونے کو ہے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ کام کرنے والے کے وقت کا انتظار نہ کرے گا بلکہ کام کرنے والے کو چاہیئے کہ جو چیز ہونے کو ہے اس کے اشارے پر چلے اور اس کو دوسرے وقت پر نہ ٹالے ۔

اس کو لازم ہے ۔

ان امور پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب ہر شخص ایک ہی کام کرے اپنی موہبت فطری کے موافق اور اس کے ٹھیک وقت اور دوسرے کاموں کو اس کے ساتھ خلط نہ کرے تو کل چیزیں اعلیٰ ترین مقدار اور صفت کی پیدا ہونگی ۔

لاکلام ۔

پس اے ایڈیمانطس اشیائے مذکورہ مہیا کرنے کے لیے چار شہریوں سے زیادہ کی ضرورت ہوگی کیونکہ بظاہر کاشتکار اپنا ہل آپ نہ بنائے گا ۔ اگر عمدہ ہل کی ضرورت ہے نہ اس کا کدال نہ کوئی دوسرا آلہ جو کاشتکاری کے لیے مطلوب ہے نہ معماران تمام آلات کو جو اسے مطلوب ہیں بنا سکیگا اور جلاہے اور موچی کا بھی یہی حال ہے ۔

سچ ہے ۔

پس ہم کو بڑھیوں اور لہاروں کی اور دوسرے کاریگر اسی قسم کے

جو ہماری اس چھوٹی سی ریاست کے ارکان ہوں گے اور آبادی پیدا کریں گے۔

یقیناً۔

اب بھی یہ ریاست کچھ ایسی بڑی نہ ہوگی یہ خیال کرکے کہ ان کے ساتھ مویشی اور بھیڑیاں، بکریاں چرانے والوں کو بھی ضم کریں اور اسی درجہ کے اور لوگ کاشتکار و ہل چلانے کے لیے بیل اور مکان تعمیر کرنے والے اور کسان اور باربرداری کے جانور حمل و نقل کے لیے اور جلاہے اور موچی اور اون اور چمڑا یہ چھوٹی ریاست نہ ہوگی اگر یہ سب اس میں موجود ہوں۔

اس کے ساتھ ہی یہ ممکن نہیں کہ شہر ایسے مقام پر تعمیر کیا جائے جہاں باہر سے آنے والی اجناس تجارت نہ آسکیں۔

نہیں یہ غیر ممکن ہے۔

تو پھر ایک اور جماعت کی ضرورت ہوگی تو اور شہروں سے جو چیزیں مطلوب ہوں ان کو لائیں۔

ہوگی۔

اچھا تو اگر عامل خالی ہاتھ جائے اور اسباب تجارت جو دوسرے شہروں میں مطلوب ہیں اپنے ساتھ نہ لیجائے ان لوگوں سے جن سے ہماری ریاست اشیاء مطلوبہ لینا چاہتی ہے تو خالی ہاتھ واپس آئے گا: کیا نہ آئے گا؟

میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

پس وہ وطن میں وہ سامان مہیّا کرے گا نہ صرف اپنے لیے بلکہ اشیاء عمدہ قسم کے اور کافی مقدار سے ایسے لوگوں کے لیے جن کے خدمات شہر کو مطلوب ہیں۔

ضرور مہیّا کرے گا۔

پس ہمارے شہر کو زائد تعداد کاشتکاروں کی اور دوسرے اہل حرفہ کی مطلوب ہوگی۔

ہاں مطلوب ہوگی۔

اور منجملہ ان سب کے ایسے عامل بھی مطلوب ہوں گے جو درآمد اور برآمد اشیاء تجارت کیا کریں گے۔ اور یہ لوگ سوداگر ہیں۔ کیا نہیں ہیں؟

ہاں۔

پس ہم کو سوداگروں کی بھی ضرورت ہے۔

یقیناً۔

اور اگر بار برداری بذریعہ سمندر کے ہوگی تو اور لوگوں کی بھی ضرورت ہوگی جن کو بحری سفر کی مزاولت ہو۔

بلاشک ایک تعداد کثیر کی ضرورت ہوگی۔ مگر اب مجھ کو یہ بتاؤ کہ خود شہر میں وہ لوگ کس طرح اپنے مال تجارت کا تبادلہ کریں گے؟ کیونکہ اسی تبادلہ کی ترقی کے لیے ہم نے جماعت قائم کی تھی اور اس طور سے ریاست کو بنایا جس سے تم واقف ہو۔

ظاہر ہے کہ خرید و فروخت کے ذریعہ سے۔

پس اس سے بازار کا ظہور ہوگا اور سکۂ رائج الوقت کا تبادلہ کیلئے۔

بلاشک۔

فرض کرو کہ کاشتکار یا دوسرے اہل حرفہ سے کوئی اپنی کچھ پیداوار لے کے بازار میں آئے ایسے وقت جب کوئی ایسا شخص وہاں موجود نہ ہو جس کو اس کے ساتھ تبادلہ کی خواہش ہے تو کیا وہ اپنا پیشہ ترک کرکے بازار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے گا؟

ہرگز نہیں: وہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس امکان کو پیش نظر رکھتے ہیں جو خدمت ایسے وقت پر مطلوب ہے اس کو بجا لاتے ہیں اور یہ لوگ کما حقہ منتظم ریاستوں میں عموماً ایسے لوگ ہوتے ہیں جو جسمانی حیثیت سے بالکل ضعیف ہوتے ہیں وہ اور کسی محنت کے قابل نہیں ہوتے ایسے لوگوں کا یہ کام ہے کہ بازار میں موجود رہتے ہیں وہ خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں اور سوداگر ان لوگوں کو کہتے ہیں جو شہر بشہر پھرتے رہتے ہیں۔ بعینہٖ ایسا ہی ہوتا ہے۔

ان کے ماورا میرے خیال میں ایک اور قسم کارپردازوں کی ہے جن کی ذہنی قابلیت ہمنشینی کے شایاں نہیں ہوتی لیکن ان کی جسمانی قوت سخت محنت کے لائق ہے۔ یہ اپنی جسمانی طاقت فروخت کرتے ہیں اور اس کی قیمت کا نام اجرت ہے اور اسی وجہ سے ان کا نام اجرتی کارپرداز ہو گیا؟ کیا ایسا نہیں ہے؟

ٹھیک یہی ہے۔

پس مزدور بھی ظاہراً ایک ضمیمۂ ریاست کا ہے۔

میرا یہی خیال ہے۔

ایڈیمانٹس کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے شہر نے آخر کار پورا جثہ حاصل کر لیا ہے (کامل نشوونما پائی ہے)؟

شاید ایسا ہی ہے۔

ہم عدل و ظلم کو شہر میں کہاں پائیں گے؟ ان میں سے کن عناصر کیساتھ جن پر ہم نے نظر کی ہے جس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا داخلہ شہر میں ہوا ہے؟

سقراط اس کا مفہوم مجھ کو نہیں حاصل ہوا۔

عجب نہیں ہے کہ لوگوں کے باہمی تعلقات میں ہو تو ہو۔

شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم ضرور اس امر کی تحقیق کریں گے اور اس کام سے بھی جی نہ چرائیں گے۔ آؤ اس پر غور کریں۔ وہ لوگ جن کے لیے یہ اسباب مہیا ہیں وہ کس قسم کی زندگی بسر کریں گے۔ میں مانے لیتا ہوں کہ یہ لوگ غلہ اور شراب اور کپڑے اور جوتے پیدا کریں گے اور مکان بھی خود ہی تعمیر کرینگے اور بلاشک گرمی کے موسم میں عموماً کرتے اور جوتے اتار کے کام کریں گے اور جاڑے کے موسم میں وہ مناسب طور سے لباس اور جوتے پہنے ہوں گے اور میں سمجھتا ہوں جو اور گیہوں کی وہ اپنے کھانے کو ٹکیاں سینکتے ہوں گے اور آٹے کو گوندھ کر روٹیاں پکاتے ہوں گے۔ اور یہ عمدہ ٹکیاں اور روٹیاں پھونس کی چٹائیوں پر یا صاف پتوں پر پھیلا کے خود کسی سدا بہار درخت یا مہندی کی شاخوں پر استراحت کریں گے خوشی و خرمی (نوش) کریں گے اور رنگ رلیاں

(58)

منائیں گے، شراب خانہ ساز پئیں گے اور دیوتاؤں کی شان میں بھجن گائیں گے اور ایک دوسرے کی صحبت سے مستفید ہوں گے۔ لڑکے حد مقدور سے زیادہ نہ پیدا ہونے دیں گے کیونکہ دانشمندانہ قانون کثرت اولاد کا مانع ہے تاکہ افلاس یا جنگ کے موقعوں پر محفوظ رہیں۔

یہاں تک کہہ چکا تھا کہ گلاکن نے مجھ کو ٹوک دیا اور یہ کہا۔ بظاہر تمھارے شہر کے باشندے بغیر کسی ایسی چیز کے جس سے کھانے کا لطف آئے، خوشی کریں گے۔

میں نے کہا سچ ہے میں بھول گیا تھا البتہ کوئی ایسی چیز ہونا چاہیے جس سے کھانے کا مزہ آئے: نمک بلاشبہ اور زیتون (کا تیل) اور پنیر اور دیہات کا کھانا ابالی یا پھسلائی ہوئی پیاز اور کرنب کلہ۔ پھر کھانے کے بعد ہم ان کو خشک و تر میوہ بھی کھلائیں گے میرے نزدیک انجیر اور مٹر اور لوبیا۔ اور وہ ہولے بھونیں گے اور جنگلی درختوں کی گری وغیرہ اور شراب بھی میوؤں کے ساتھ اعتدال سے پیئے جائیں گے۔ اور اسی طرح صحت اور سلامتی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کریں گے غالبًا ان کی زندگیاں طولانی ہونگی اور بہت بوڑھے ہو کے مریں گے۔ اور اپنی اولاد کو ایسی حیات میراث میں دے جائیں گے جس میں ان کی خوشنودی پھر جنم لے گی۔ یہ سن کے گلاکن بول اٹھا کیوں سقراط اگر تم ایک جماعت سوروں کی قائم کرتے تو پھر اسی طور سے تم ان کو بھی کھلاتے پلاتے!

میں نے کہا گلاکن تو پھر کس طریقہ سے ان کی زندگی بسر کرواتے ہو؟ اس نے جواب دیا شائستہ طریقہ سے میں خیال کرتا ہوں وہ کوچوں پر آرام کرتے اگر ان کی زندگی سخت نہ گزرتی اور میزوں پر کھانا کھاتے اور جدید جدید طرز کے کھانے (الوان نعمت) اور میوہ خوری ہوتی۔

بہت خوب میں سمجھتا ہوں ظاہرًا ہم ایک معمولی شہر کے نشوونما پر غور نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک عیش و عشرت پسند شہر مطلوب ہے۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ برا منصوبہ نہیں ہے کیونکہ تحقیق کی اس وسعت سے شاید ہم دریافت کر لیں گے کہ عدل اور ظلم کس طرح شہروں میں جڑ پکڑتے

ہیں۔ اب مجھ پر ظاہر ہوتا ہے کہ جس شہر کا ہم نے بیان کیا ہے وہ دراصل شہر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ صحت بخش شہر ہے۔ لیکن اگر تم چاہو کہ ایسے شہر پر غور کریں جو فتنہ و فساد میں مبتلا ہو تو کوئی امر ہم کو مانع نہ ہوگا۔ بعض لوگ زندگی کے اس طریقہ سے جو ہم نے بیان کیا ہے مطمین نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کے ماورا کوچ اور دنگل (59) اور میزیں اور جملہ سامان آرائش مکان اور الوان نعمت کے خوشبودار تیل پھلیل اور عطر اور عود و اگر وغیرہ اور ارباب نشاط اور حلوائیوں کی دکانیں اور یہ سب چیزیں بکثرت اور انواع و اقسام کی ہوں۔ اور اس کے علاوہ اس کے ان اشیاء کے باب میں جن کا ذکر اولاً ہو چکا ہے مکانات اور لباس اور پاپوش محض اصل شئے اور سادگی پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے بلکہ نقش و نگار اور زردوزی سے کام لیا جائے اور سونا اور ہاتھی دانت مہیّا کرنا چاہیے اور اس کے مثل اور قیمتی اشیاء۔ کیا ہم کو ایسا نہ کرنا چاہیئے؟

ہاں (کرنا چاہیئے)

تو پھر ہم کو اپنے شہر کو وسعت دینا ہوگی کیونکہ وہ ہمارا پہلا صحت بخش شہر اب ہمارے لیے کافی نہ ہوگا اب اس کی وسعت زیادہ ہونا چاہیے اور اس میں متعدد پیشوں اور حرفوں کی گنجائش ہونا چاہیئے جو ایسے شہروں میں نہیں ہوتے جو محض فطری ضرورتوں کے لیے تعمیر کیئے گئے ہیں مثلاً پورا جرگہ شکار پیشہ لوگوں کا اور وہ لوگ جو تقلیدی فنون (شاعری اور مصوری) جانتے ہیں جن میں شامل ہیں وہ لوگ جو صورتیں بناتے ہیں اور رنگ آمیزی کرتے ہیں اور اکثر ان میں سے موسیقی کی مشق کرتے ہیں شعرا بھی مع ان کے جن کو شاعر کام میں لاتا ہے جیسے قوال اور دفالی تماشہ گر رقاص بھانڈ بھگتئے یا جو لوگ ٹھیکہ داری کرتے ہیں۔ بالآخر طرح طرح کے صناع جو مختلف اقسام کے اشیاء بناتے ہیں اور منجملہ وہ جو زنانہ لباس تیار کرتے ہیں۔ اور اکثر خدمتگاروں اور خواصوں کی ضرورت ہوگی کیا نہ ہوگی؟ مثلاً اتالیق، دوا، چھوچھو، کھلائیں انائیں، مشاطین، حجام باورچی، اور ان کے علاوہ حلوائی (رکابدار)؟ گڈریے بھی اس اضافہ میں داخل ہیں جن کی ضرورت ہوگی ایک اور قسم کے لوگ جو پہلے شہر میں نہ تھے کیونکہ

ان کی ضرورت نہ تھی لیکن اس (ترقی یافتہ) شہر میں سب کے ساتھ ان کی بھی ضرورت ہو گی۔ ایک کثیر تعداد سب قسم کے مویشیوں کی درکار ہو گی۔ ان لوگوں کے لیے جو جن کی غذا میں داخل ہوں۔ کیا نہ ہو گی؟

بیشک ہم کو ضرورت ہو گی۔

پھر کیا ہمیں طبیبوں کی حاجت محسوس نہ ہو گی خصوصاً اس بڑے شہر میں اگرچہ پیشتر ایسی ضرورت نہ تھی؟

ہاں بلاشک۔

بیرونجات دیہات چراگاہ وغیرہ شہر مذکور کے جو پہلے باشندوں کے لیے کافی تھے اب اس میں اتنی گنجائش کہاں کہ وہ اس شہر عظیم کے سکان کے واسطے کفایت کریں۔ کیا ہم ایسا کہیں؟

یقیناً۔

اب ہم کو اپنے ہمسایہ ریاست کے مقبوضات سے ایک قطعہ جدا کر کے لینا ہو گا۔ اگر ہم کو کافی اراضی واسطے چراگاہ اور کاشتکاری کے لیے درکار ہو گی ہمارے ہمسایہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے اگر ان کو مثل ہمارے اپنی حد محدود سے تجاوز مد نظر ہو گا۔ اگر ان کی زمین ان کی ضرورت کے لیے ناکافی ہو گی اور دولت لاانتہا حاصل کرنے کی ہوس ہو گی؟

سقراط یہ تو ناگزیر ہو گا۔

(60)

گلاکن تو کیا ہمارا دوسرا قدم جنگ کے لیے بڑھے گا۔ اور اس کے سوا کیا ہو گا؟

ہاں۔ جیسا تم کہتے ہو۔

اس مرحلہ پر تحقیقات کی ان دونوں باتوں کے کہنے سے بچنا ہو گا کہ جنگ فائدہ رساں ہوتی ہے یا ضرر رساں ہم اپنے بیان کو بس اسی قدر وسعت دیں گے کہ ہم نے جنگ کے اسباب کو دریافت کر لیا ہے۔ اور نہایت مشہر سرچشمے ان فسادات کے ہیں جو کسی ریاست میں واقع ہو سکتے ہیں خواہ مجموعی حیثیت سے وہ مفسدے ہوں خواہ شخصی اعتبار سے ہوں۔

ٹھیک ایسا ہی ہے
اس کے ساتھ ہی اے دوست ہماری ریاست کی ترقی اس طرح بھی ہونا چاہئے کہ اس کے زیر حکم ایک بڑی بھاری فوج ہو جو تمام حملہ آوروں کے مقابلہ کو روانہ کی جائے تاکہ ریاست کی کل جائداد محفوظ رہے اور اس کے باشندوں کی کامل حفاظت ہو جن کا ابھی ذکر تھا۔
کیوں ؟ اس نے دریافت کیا۔ کیا یہ لوگ خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے ؟
وہ خود اپنی حفاظت کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اگر تم اور سب ہمارے ساتھی اپنے مسلمہ میں صحت پر تھے جو مسلمہ ہم نے اس وقت مقرر کیا تھا جب ہم اپنی ریاست کی تجویز میں مصروف تھے۔
تم کو یاد ہوگا ہم نے یہ تسلیم کیا تھا کہ شخص واحد سے متعدد پیشوں کے کام کا انجام پانا غیر ممکن ہے ع "ہر کسے را بہر کارے ساختند"
سچ ہے۔
تو کیا فوجی کاروبار بذات خود ایک پیشہ نہیں ہے ؟
بلاشک۔
اور کیا ہم کو جنگ کے کاروبار سے اتنا بھی تعلق خاطر نہ ہونا چاہئے جتنا پاپوش سازی کے کام سے ہے ؟
ویسا ہی تعلق خاطر۔
مگر ہم نے موچی کو آگاہ کر دیا کہ اپنے کام سے کام رکھ خبردار کاشتکاری یا نوربافی یا معماری کی کوشش نہ کرنا تاکہ پاپوش کا کام درست رہے اور اسی طرح ہر پیشہ ور سے ایک پیشہ کا تعلق کیا تھا وہ پیشہ جس سے وہ فطری مناسبت رکھتا ہے اور جس کی جانب اگر وہ اور کاموں سے علٰحدہ رہ کے اپنا پورا وقت صرف کرے گا اور اپنے موقعوں سے غفلت نہ کرے گا تو وہ غالباً ضرور کامیاب ہوگا۔
پس یہ تو اشد ضروری ہے کہ جنگ کا کام کماحقہ انجام پائے ؟ کیا فوجی کام ایسا سہل ہے کہ ہر شخص اس میں کامیاب ہو سکے اور اس کے ساتھ ہی کاشت کار

(61)

یا موچی یا کسی اور کام میں محنت کرتا ہو خواہ وہ کوئی پیشہ ہی کیوں نہ ہو کوئی دنیا بھر میں ایسا نہیں ہے کہ وہ چوپڑ باز بھی ہو اور کعبتین بھی خوب کھیلتا ہو اگر اس نے صرف مشغلہ کے طور پر اس کام کو اختیار کیا ہو بجائے اس کے بچپن سے اسی کام میں مزاولت کی ہو اور ایک خاص فن کی حیثیت سے سیکھا ہو۔ کیا یہ کافی ہوگا کہ کوئی شخص جو سپر کو اٹھا سکے یا کسی اور آلۂ جنگ یا سلاح کو کہ جنگ کے میدان میں اسی دن جائے اور لڑے ان سواروں سے جو سرتا پا غرق آہن ہوں یا کسی اور فوجی مرحلہ میں ان سے بازی لے جائے یا اور کسی کام کا آلہ لے کے کسی اور کام میں عہدہ برآ یا پہلوان نہیں ہو سکتا اور نہ ایسا آلہ اس کے لیے مفید ہوگا جس کی اس نے مشق اور مہارت نہیں کی ہے اور نہ اس کی خوبیوں سے واقف ہے نہ سیکھا ہے نہ کافی مزاولت کی ہے اور نہ اس کا استعمال جانتا ہے۔

اگر ایسا ہے تو یہ سلاح جنگ بہت قیمتی ہیں۔

اس کام کی اہمیت کی نسبت سے جو ان کے محافظوں کو کرنا ہے اتنی ہی آزادی اس کو اور اشغال سے ہونا چاہئے اور غیر معمولی ہنر اور توجہ اپنے خاص کام میں ہونا چاہئے۔

میرا بھی ٹھیک یہی خیال ہے۔

اور کیا فطری عطیہ اس خاص کام میں اس کی مناسبت سے اس کے لیے مطلوب ہے؟

بلاشک۔

پس بظاہر یہ ہمارا کام ہے کہ حتی الامکان ہم حفاظت ریاست کے واسطے جن کو انتخاب کریں ان کو خاص درجہ فطری موہبت کا حاصل ہو جس سے وہ اس کام کو کماحقہ انجام دے سکے۔

یقیناً یہ ہمارا کام ہے۔

تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے بھی کوئی سرسری کام اپنے ذمہ نہیں لیا ہے اور جہاں تک ہم میں قوت ہو تساہل کو راہ نہ دینا چاہئے۔

نہیں ایسا نہ ہونا چاہئے۔

میں نے پوچھا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ایک اچھے پالو کتّے کی داشت
کے لیے اور ایک بہادر نوجوان کی داشت کے لیے جو اوصاف درکار ہیں
کیا ان میں کوئی فرق ہے؟
میں اچھی طرح سمجھا نہیں۔
کیوں۔ مثلاً میں خیال کرتا ہوں کہ وہ دونوں ہی دشمن کو جلد پہچان لیں
اور پہچاننے کے بعد چالاکی سے اس کو پکڑ لیں اور قوی بھی کہ جب اس سے
مقابلہ ہو جائے تو لڑ سکیں۔
یقیناً یہ صفتیں مطلوب ہیں۔
اور اچھی طرح لڑنے کے لیے ضرور ہے کہ بہادر ہوں۔
بلاشک۔
مگر گھوڑا ہو یا کتّا یا کوئی اور جانور اگر جیالا نہ ہو تو غالباً بہادر ہو یا تم
(62) اس مشاہدہ میں ناکام رہے ہو کہ جیالاپن ناقابل مزاحمت اور ناقابل فتح
جیالےپن کی صفت ہے چنانچہ اس کی تاثیر سے ہر مخلوق نڈر اور ناقابل ظفر
ہو جاتا ہے جب کسی خطرہ کا مقابلہ ہوتا ہے؟
میں نے اس کو مشاہدہ کیا ہے۔
پس ہم جانتے ہیں کہ کونسی جسمانی صفتیں ہمارے محافظ میں ہونی
چاہئیں۔
ہم جانتے ہیں۔
اور کیا صفتیں ذہن کی ہوں جس سے کوئی شخص جیالا ہو سکتا ہے۔
ہاں۔
پس اے گلاکن اگر ان کا طبعی میلان اس طرح کا ہو تو لازم ہے
کہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک سے روکے جائیں اور
دوسرے ہم شہریوں کے ساتھ بھی؟
درحقیقت اس سے بچنا مشکل ہے۔
باایں ہمہ ضرور ہے کہ وہ دوستوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور

صرف دشمنوں کے لیے خطرناک ہوں۔ نہیں تو وہ اس کا انتظار نہ کریں گے کہ دوسرے اہل شہر کو ہلاک کریں۔ سب سے پہلے وہ خود ہی ان کے (اہل شہر) ساتھ ایسا کر گزرینگے۔

سچ ہے۔

تو ہم کیا کریں؟ کہاں ہم اس خصلت کو پائیں کہ وہ نرم دل بھی ہوں اور اعلیٰ درجہ کے جیالے بھی ہوں؟ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں نرم دلی مقابل ہے جیالے پن کے؟

بظاہر ایسا ہی ہے۔

اور اس کے وہ شخص جس میں نرمی یا جیالا پن نہیں ہے ممکن نہیں ہے کہ وہ عمدہ محافظ ہو سکے اور چونکہ ان خصلتوں میں منافات ہے تو پھر نتیجہ یہ ہے کہ اچھے محافظ کا ملنا ناممکن ہے۔

ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اس مقام میں میں پریشان ہو گیا مگر اپنی گفتگو پر غور کر کے میں نے کہا اے دوست ہم اسی کے سزاوار ہیں کہ پریشان ہوں کیونکہ جو تشریح ہم نے پیش نظر رکھی تھی اس کو چھوڑ دیا۔

لہ۔ ناظرین سیاق عبارت سے لفظ یونانی تھیوڈیمیس کے لفظ کو سمجھ لیں گے۔ انگریزی میں لفظ (Spirited) مترجم انگریزی نے لکھا ہے کہ کیونکہ اس کے نزدیک یہ لفظ سب سے بہتر معلوم ہوا۔ مگر وہ خود کہتا ہے کہ (Spirit) سے غصہ زیادہ مناسب ہے میں نے جیالا ترجمہ کیا ہے جو کہ مترجم کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ لیکن سیاق سے غصیل یا غصہ ور یا غضبناک زیادہ مناسب ہے۔ لفظ یونانی کا ترجمہ کسی انگریزی لفظ سے ادا نہیں ہوتا اگر مجازی طرف توجہ کریں تو آتش مزاج یا شعلہ خو زیادہ افلاطون کے مفہوم کو ادا کرتا ہے کیونکہ آگے کہا گیا ہے کہ شعلہ خوئی اور نرم دلی جمع نہیں ہو سکتی یعنی جو شخص خشم آلود یا شعلہ مزاج ہو گا وہ نرم دل نہیں ہو سکتا بہر طور اس حاشیہ کے بیان سے اصل مفہوم ظاہر ہو گیا وہو المطلوب۔

یہ کیونکر؟

(63) یہ میرے دل میں نہیں آیا کہ بالآخر ایسی طبیعتیں ہیں اگرچہ میں سمجھتا کہ نہیں ہیں جن میں یہ متقابل صفتیں جمع ہوں۔

میں منت کرتا ہوں کہ ایسا مجموعہ کہاں پایا جاتا ہے؟

تم ایسی خصلتوں کو چند جانوروں میں دیکھ سکتے ہو۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ ایسے جانور میں جس کو خود ہم نے اپنے محافظ سے مشابہ کیا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں تم جانتے ہو کہ یہ طبیعی خصلت اچھے پالو کتوں کی ہے کہ اپنے دوستوں اور شناساؤں سے پورے طور سے نرم دل ہوتے ہیں لیکن اجنبی لوگوں سے بالکل اس کے خلاف۔

ہاں یقیناً میں جانتا ہوں۔

لہذا یہ شئے ممکن ہے طبیعت کا نقص ہرگز نہ ہوگا ہم اپنی کوشش سے اپنے محافظ میں یہ خصلت تجویز کریں۔

ایسا ہی معلوم ہوگا۔

پس تمھاری رائے ہے کہ ایسے شخص میں جس کو ہم اپنا محافظ بنائیں یہ بھی مطلوب ہے کہ اس کی خصلت فلسفیانہ ہو اور اعلیٰ درجہ کا جیالا (شعلہ خو) ہو؟

یہ کیونکر؟ میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا۔

تم یہ دوسری خصلت کتوں میں پاؤ گے اور یہ اس مخلوق میں حیرتناک ہے۔

وہ کیا ہے؟

جب وہ کسی اجنبی کو دیکھتے ہیں ان کو غصہ آجاتا ہے بغیر اس کے کہ وہ چھیڑ کے گئے اور ستائے گئے ہوں۔ اور جب وہ کسی شناسا کو دیکھتے ہیں تو گویا اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اگرچہ انھوں نے اس کے حال پر مہربانی نہ کی ہو۔ اس سے کبھی تم کو حیرت نہیں ہوئی؟

میں نے اب تک اس امر پر کوئی توجہ نہیں کی تھی۔

بلاشک وہ اسی طرح پیش آتے ہیں۔

مگر یہ جبلت کتّے ہیں ایک طرفہ شے ہے اور یہ اصلی فلسفیانہ علامت ہے۔

یہ کیونکر عنایت فرمائیے؟

کیوں۔ اس لیے کہ صرف ایک ہی علامت جس سے وہ دوست کی شکل اور اجنبی کی شکل میں امتیاز کر لیتا ہے کہ وہ پہلے کو جانتا ہے اور دوسرے کو نہیں جانتا۔ تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں وہ مخلوق سوا اس کے اور کون ہو سکتا ہے جو علم کو دوست رکھتا ہے اور جہل کو معیار موانست اور اجنبیت کا قرار دیتا ہے؟

اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ محب علم ہے۔

اچھا تو کیا علم کی محبت بعینہ فلسفیانہ میلان نہیں ہے؟

ہے۔

تو کیا ہم اعتماد کے ساتھ انسان کے باب میں بھی نہیں کہہ سکتے کہ اگر اس کو اپنے عزیزوں اور آشناؤں کی جانب نرم دلی کا میلان ہو اور اکتساب علم اور فلسفہ سے مناسبت رکھتا ہو۔

ایسا ہی ہو۔

پس اگر ہمارے اندازے میں کوئی انسان جو فطری عطیات سے مالا مال ہو اور اس کے آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ ایک کامل محافظ ریاست ہو جائے گا وہ فلسفیانہ طبیعت رکھتا ہو بلند فطرت ہو تیز رفتار اور قوی ہو۔

بلاشک ایسا ہی ہوگا۔

پس یہ اصلی سیرت ہمارے محافظوں کی ہوگی۔ مگر ہم اس کی تربیت اور تعلیم کس طریقہ سے کریں گے؟ اور کیا اس مطلب کی تحقیق ہم کو اس دریافت میں مدد دے گی جو اس بحث سے ہمارا مقصود ہے یعنی وہ طریقہ جس سے عدل اور ظلم ہماری ریاست میں نشو و نما پائیں گے؟ کیونکہ ہماری دلی خواہش ہے کہ کوئی مفید شئے فروگزاشت نہ ہو اور نہ ہم اپنی تحقیقات میں کسی فضول شئے

(64)

میں مصروف ہوں۔
اس موقع پر گلاکن کے بھائی نے اپنے مشاہدے کو اس طرح بیان کیا
اچھا بجائے خود مجھکو پوری توقع ہے کہ یہ تحقیق ہمارے مقصود کو ترقی دے گی۔
اگر ایسا ہے تو میں نے کہا ہم کو چاہئے کہ اپنی تحقیق سے یقیناً دست بردار نہ ہوں۔ اگرچہ کسی قدر طول بھی ہو جائے۔
بیشک ہم کو نہ چاہئے۔
پس آؤ مثل سست قصہ خوانوں کے بطور قصہ کے اپنے لوگوں کی تعلیم کو بیان کریں۔
ہاں ایسا ہی کریں گے۔
تو پھر تعلیم کیسی ہوگی؟ شاید اس سے بہتر نہ ہو جو کہ گذشتہ تجربہ نے دریافت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جمناسٹک (ورزش) بدن کے لیے اور موسیقی ذہن کے لیے۔
یہی ہے۔
تو پھر کیا مناسب نہیں ہے کہ ہم اپنی تعلیم موسیقی سے شروع کریں نہ کہ جمناسٹک سے؟
بلاشک ہم ایسا ہی کریں گے۔
موسیقی کی حد میں تم قصہ کو بھی شامل کرتے ہو یا نہیں؟
میں داخل کرتا ہوں۔
اور قصوں کی دو قسمیں ہیں سچ اور جھوٹ۔
ہاں۔
اور ہم کو چاہئے کہ اپنے شاگردوں کو دونوں سکھائیں مگر جھوٹے قصے پہلے؟
میں نہیں سمجھتا تمھاری کیا مراد ہے۔
تم نہیں سمجھتے کہ ہم بچوں کی تعلیم اس طرح شروع کرتے ہیں کہ ان کو

(65)

چھوٹی چھوٹی کہانیاں سناتے ہیں؟ اور یہ کہانیاں میں سمجھتا ہوں کہ عموماً چھوٹی ہوتی ہیں اگرچہ ان میں کچھ سچائی بھی ہوتی ہے اور ہم یہ کہانیاں بچوں کے بہلانے کے لیے کام میں لاتے ہیں اور اس کی ابتدا جمناسٹک (ورزش) سے بہت پہلے ہوتی ہے۔

صحیح ہے۔

یہ میری مراد تھی جب میں نے کہا تھا کہ موسیقی کو پہلے شروع کرنا چاہیئے۔ قبل جمناسٹک کے۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔

پس تم آگاہ ہو کہ ہر کام میں ابتدا سب سے اہم چیز ہے۔ خصوصاً جب کمسنوں اور نازک مزاجوں سے کام پڑے اسی سن میں جو نقش کوئی بٹھانا چاہے فوراً بیٹھ جاتا ہے اور قبول کر لیا جاتا ہے۔

بعینہٖ یہی ہے۔

تو کیا ایسی جھوٹی کہانیاں بے تکلف بچوں کو سننے دیں بغیر اس امتیاز کے کہ کس مصنف کی کہی ہوئی ہیں تاکہ ان کے دلوں میں ایسی رائیں جاگزین ہو جائیں کہ جب وہ سن رشد کو پہنچیں تو ان رائوں کے بالکل برعکس ہم ان کے خاطر نشان کرنا چاہیں؟

نہیں ہم کسی طرح اس کی اجازت نہ دیں گے۔

پس ہمارا پہلا فرض یہ ہوگا کہ کہانیوں مصنفوں کی جانچ اور نگرانی کریں جو اچھے ہوں انکو انتخاب کریں اور جو بُرے ہوں ان کو رد کریں اور انتخاب کئے ہوئے قصے کھلائیوں اور مائوں کو مشورہ دیں کہ بچوں کے آگے دہرائیں تاکہ ان قصوں سے ان کے ذہن ایک سانچے میں ڈھل جائیں اس سے بڑھ کے جیسے کوئی بدن کو ہاتھوں سے سڈول بناتا ہے اور جو اس وقت رائج ہیں ان میں سے اکثر کو رد کر دیں گے؟

اس نے پوچھا کونسی؟

میں نے جواب دیا بڑے انسانوں میں سے چھوٹوں کو چھانٹیں گے

کیونکہ عمومی خصلت اور رجحان بڑوں کو اور چھوٹوں کا بلاشبہ یکساں ہوگا۔
کیا تم ایسا خیال نہیں کرتے؟
میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔ مگر مجھ کو اسی کے برابر اس میں شک ہے کہ تم بڑوں سے کون سے مراد لیتے ہو؟
میں ان افسانوں کو مراد لیتا ہوں جو ہزئیوڈ اور ہومر اور دوسرے شعرا نے لکھے ہیں میرے خیال میں انھوں نے جھوٹے قصے بنائے ہیں جو لوگوں کو سنائے اور اب بھی سنائے جاتے ہیں کس قسم کے قصے تم مراد لیتے ہو اور ان میں کیا قصور تم پاتے ہو؟

(66)

میں نے جواب دیا ایسا قصور جو فوری اور سخت ملامت کا سزاوار ہے خصوصاً جبکہ جھوٹ میں کوئی خوبی بھی نہ ہو۔
یہ قصور کیا ہے؟
قصور یہ ہے کہ شاعر دیوتاؤں اور غازیوں کی سیرت کا غلط بیان کرتا ہے۔ جیسے وہ مصور جس کی تصویر جس چیز کی تصویر وہ بنائے اس سے مشابہت نہ رکھتی ہو۔
واقعی ایسی تصویر پر ملامت کرنا واجبی ہے لیکن براہ عنایت اس کو واضح بیان کیجئے اور کچھ مثالیں دیجئے۔
اولاً شاعر نے ایک دلیرانہ دروغ بافی کی اعلیٰ تر مضامین پر اور ایک ناگوار قصہ گڑھا جیسے ہزئیوڈ نے یورانس کے زمانہ کا نقشہ کھینچا اور جس طرح کرونس نے اس سے انتقام لیا۔ اور اسی طرح کرونس کے افعال کا بیان اور یہ کہ اس کے بیٹے نے اس سے کیا سلوک کیا یہ واقعات مستند ہیں شاعر کے بیانات صحیح نہیں ہیں ان قصوں کا بلا احتیاط نوجوانوں سے کہنا اور خالی الذہن اشخاص کو سنانا بالکل نازیبا ہے بلکہ بخلاف اس کے کلیتہً محصور کر دینا بہتر ہے۔
اور اگر کسی طرح ان کا سنانا ضروری سمجھا جائے تو بطور اسرار کے کہنا لازم ہے بہت کم اشخاص سے اور قربانی کرنے کے بعد ان کا ذکر چاہیے ایک سور کو ذبح کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ کوئی کمیاب اور بیش بہا قربانی چڑھانا چاہیے تاکہ تعداد سننے والوں

کی قلیل رہے۔

بلاشک یہ ضرر رساں کہانیاں ہیں۔

ہاں ہیں۔ اور اس لیے ایڈیمانٹس ان قصوں کو ہمارے شہر میں نہ بیان کرنا چاہئے نہیں ہم کو ایک کم عمر سامع سے نہ کہنا چاہئے کہ اگر کوئی بدترین گناہوں کا اس نے ارتکاب کیا تو کوئی عجیب کام نہیں کیا یا بالکل بے تکلفی کے ساتھ باپ کو گناہوں کی پاداش میں تعذیر دی وہ ایسا ہی کام کرتا ہے کہ سب سے مقدم اور سب سے بزرگ دیوتا پہلے اس کا مرتکب ہو چکا ہے۔

اس نے کہا میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسے قصوں کی عدم مناسبت کے باب میں میں تم سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔

کسی حالت میں، جو چیز بلاشک جھوٹ ہو اس کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے یہ کہ دیوتا دوسرے دیوتاؤں سے ہنگامۂ جنگ برپا کرتے ہیں اور سازشیں کرتے اور آپس میں لڑتے ہیں یعنی اگر ہمارے آئندہ محافظین ہماری ریاست سے خفیف سی جنگ کو بھی نہایت شرمناک خیال کریں تو ہم کو لازم ہے کہ جبلی قصوں اور زینت کلام کے لیے ایسے مضامین جن میں دیوؤں کی ہنگامہ آرائی اور متعدد فسادات جملہ اقسام کے جن میں دیوتاؤں اور غازیوں کی جنگ و پیکار باہمی کا تذکرہ ہو کمتر انتخاب کریں۔ لیکن جب ان کی فہمائش کا امکان ہو کہ اپنے بنی نوع سے لڑنا جھگڑنا گناہ ہے اور ارکان ریاست کبھی اس کے مرتکب نہیں ہوے ایسی گفتگو بچوں کو ابتدا سے سکھائی جائے بوڑھے مرد اور عورتیں اور دوسرے بزرگ اسی کی تعلیم دیں اور شعرا مجبور کیئے جائیں کہ وہ اس طرز کو تحریر میں لائیں۔ (67)

لیکن ایسی کہانیاں کہ ہیرا کو اس کے لڑکے نے زنجیروں میں جکڑ دیا اور ہیفسطس جو اپنی ماں کی طرفداری کرنے کی کوشش کے جرم میں جب اس کا باپ اس کی ماں کو مارتا تھا آسمان سے پھینک دیا گیا اور تمام لڑائیاں دیوتاؤں کی جو ہومر کے منظومات میں پائی جاتی ہیں ریاست میں نہ لائی جائیں خواہ وہ کہانیاں تمثیلی ہوں خواہ نہ ہوں۔ کیونکہ بچے تمثیل اور غیر تمثیل میں امتیاز نہیں کر سکتے اور جو کچھ اس عمر میں معتقدات قرار پا جاتے ہیں وہ قایم اور غیر منفک

ہو جاتے ہیں اور اسی لیے ہم اس کی بہت اہمیت سمجھتے ہیں کہ جو کہانیاں بچوں کو پہلے پہل سنائی جائیں وہ ایسی ہوں جو نہایت کامل طریقے سے نیکی کو ترقی دیں یقیناً یہ توجیہ معقول ہے۔ لیکن اگر ہم سے کہو وہ جبلی روداد یں کیا ہیں اور وہ قصے کیا جن کے ذریعہ سے وہ جھوٹی باتیں بیان ہوتی ہیں تو ان کو ہم کیا جواب دیں؟

میں نے جواب دیا میرے پیارے ایدیمانٹس نہ تم شاعر ہو نہ میں اس موقع پر بلکہ ریاست کے بانی ہیں اور بانیوں کو یقیناً جاننا چاہیے کہ وہ سانچے کیسے ہوں جس میں شعراء ان قصوں کو ڈھالیں اور ان سانچوں سے انحراف نہ کرنے پائیں۔ لیکن وہ اس کے پابند نہیں ہیں کہ افسانے خود تصنیف کریں۔

تم سچ کہتے ہو۔ مگر تمھارے ہی الفاظ میں الٰہیات کی صورت میں وہ سانچے کیسے ہوں گے؟

میں خیال کرتا ہوں وہ اس طرح بیان کئے جائیں۔ میرے نزدیک خدائے تعالیٰ کی توصیف اس کی حقیقت کے موافق بیان کرنا ہر حالت میں واجب ہے خواہ شاعر اس کو رزمیہ نظم میں بیان کرے خواہ تغزل کے طریقے سے خواہ ڈراما کی وضع سے نظم کرے۔

ہاں حق ہے۔

پس یقیناً خدائے تعالیٰ درحقیقت خیر ہے۔ اور اسی طرح اس کو بیان کرنا چاہیئے؟

بلاشک۔

اچھا جو شئے خیر ہے اس میں کوئی چیز ضرر رساں ہے؟

میں بھی خیال کرتا ہوں ضرر رساں نہیں ہے۔

اور جو شئے ضرر رساں نہیں ہے وہ ضرر پہنچاتی ہے؟

کسی طرح نہیں۔

اور جو ضرر نہیں پہنچاتا وہ کوئی بدی کرتا ہے؟ میں مثل سابق جواب دیتا ہوں۔ نہیں اور جو کوئی بدی نہیں کرتا وہ کسی بدی کا سبب بھی نہیں

ہو سکتا ؟

کیونکر ہو سکتا ہے

اچھا : وہ جو (خیر) نیک ہے وہ مفید ہے ؟

ہاں -

پس وہ بہبود کا سبب ہے ؟

ہاں -

پس وہ جو نیک ہے سب چیزوں کا سبب نہیں ہے بلکہ صرف اس چیز کا جو ایسی ہے جیسی ہونا چاہیے وہ بدی کے پیدا کرنے سے نری بے گناہ ہے -

ٹھیک ایسا ہی ہے -

اگر ایسا ہے تو خدائے تعالےٰ از بسکہ خیر (نیک) ہے سب چیزوں کا سبب نہیں ہو سکتا - حسب مسئلہ متداولۂ عام - بلکہ بخلاف اس کے وہ انسانی امور سے ایک قلیل جز کا خالق ہے اور بہت بڑے حصہ کا خالق نہیں ہے - کیونکہ ہماری بری چیزیں اچھی چیزوں سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور اچھی چیزیں کسی اور سے منسوب نہیں ہو سکتیں (بجز) خدائے تعالیٰ کے درحالیکہ ہم کو بری چیزوں کے اسباب کہیں اور تلاش کرنے چاہئیں نہ خدائے تعالیٰ ہیں -

یہ مجھ کو حقیقی صدق معلوم ہوتا ہے -

پس ہم کو اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر دینا چاہئے اگر ہومر یا کوئی اور شاعر ایسی احمقانہ خطا کا مجرم ہو دیوتاؤں کے متعلق کہ وہ یہ کہے :

دو گھوڑے زیوسؔ[1] نے اپنے آستانہ پر نصب کئے ہیں - (یعنی گڑ دا دئے ہیں)

---

[1] زیوس یونانی میں مشتری کو کہتے ہیں جس سے وہ خدائے تعالیٰ مراد لیتے ہیں - نعوذ باللہ -

تمام خوش بختیاں ایک میں اور تمام بدبختیاں دوسرے میں بھری ہیں۔
اور وہ جس کے لئے زیوس خلط کر کے دونوں سے دیتا ہے۔
"ایک دن بدی پر اتر آتا ہے اور ایک دن برکتیں بخشتا ہے۔"
لیکن وہ آدمی جس کے لیے مرکب نہیں ہے بلکہ صرف ایک ہی قسم وصول کرتا ہے۔
"اس کو خدا کی وسیع سرزمین میں خونخوار بھوک گھیرے ہوئے ہے۔"
اور نہ ہم کو تسلیم کرنا چاہئے۔
"زیوس نے آدمیوں کے لئے بہتری اور بدتری دونوں کو خلق کیا ہے۔
وہی تقسیم کرنے والا ہے"
اور اگر کوئی کہے کہ قسموں کا توڑنا اور عہد ناموں کا فسخ کرنا جس کو پنڈارس نے اتھینی اور زیوس کی متابعت میں ایجاد کیا تھا تو ہم اس کی منظوری سے انکار کریں گے: اور نہ ہم یہ کہنے دیں کہ نزاع باہمی اور زور آزمائی دیوتاؤں میں تھیمس اور زیوس کے اغوا سے ہوئی تھی۔ اور نہ ہم اپنے بچوں کو یہ سننے دیں جس کو ایسکائلس نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

"جب خدائے تعالیٰ کسی گھر پر ہلاکت
نازل کرتا ہے تو اس گھر کے ارکان
میں جرم اور معصیت کو بو دیتا
ہے۔"

مگر جب کوئی شاعر نیوبی کے مصائب کو لکھتا ہے جیسے ایسکائیلس اپنے ایک تماشہ میں لکھتے ہیں۔ جس سے میں نے یہ شعر نقل کئے ہیں یا پیلوپس کے گھر کی بربادیاں یا ٹرائے میں جو تباہیاں ہوئیں یا ایسے ہی واقعات یا تو ہم شاعر کو یہ کہنے دینگے کہ یہ کسی دیوتا کا کام تھا یا اگر اس طرح کہنا ہے تو شاعر کو لازم ہے کہ کوئی نظریہ پیدا کرے ان کی توجیہ کے لیے ایسا نظریہ جس کی ہم تلاش میں ہیں اور یہ کہنا ہوگا کہ جو کچھ دیوتا نے کیا وہ عین راستبازی اور نیکی تھی اور جن لوگوں نے مصیبت اٹھائی انھیں کے نفع کے لئے چشم نمائی ہوئی۔

69

مگر ہم شاعروں کو یہ نہ کہنے دیں گے کہ تقدیر کا فاعل دیوتا تھا جس نے صاحب مصیبت کو تباہ کیا۔ نہیں اگر وہ یہ کہیں چونکہ شریر بد بخت ہیں ان انسانوں کو چشم نمائی کی ضرورت تھی اور اس تعذیر دینے سے ان کو نفع پہنچا تو ہم کوئی اعتراض نہ کریں گے لیکن اس بات کے کہنے پر کہ خدائے تعالیٰ جو کہ خیر ہے کسی کے لئے فاعل اس شر کا ہے تو ہم اس کہنے والے سے جنگ کریں گے اور ہرگز راضی نہ ہوں گے ہم اصول کے لئے لڑیں گے کہ جھوٹے قصے جس میں ایسا مسئلہ شامل ہو جس کا مذکور ہوا خواہ وہ نظم ہو خواہ نثر شہر میں نہ پڑھا جائے گا نہ سنا جائے گا نہ کوئی جوان اس کو پڑھ سکتا ہے نہ بوڑھا بشرطیکہ شہر کما حقہ منتظم ہو کیونکہ ایسی گفتگو بے ادبی سے خالی نہیں اور ایسی عبارت ہمارے لئے مضر بھی ہے اور تناقض بھی رکھتی ہے۔

اس قانون کے متعلق میری رائے تمہارے ساتھ ہے اور مجھ کو اس قانون سے مسرت ہوتی ہے۔

پس الٰہیات کے قوانین یا سانچوں میں سے ایک یہ ہوگا جس کے موافق ہم تقریر کرنے والوں سے تقریر کرنے کی درخواست کریں گے کہ تقریر کریں اور مصنفوں سے فرمائش کریں کہ تحریر کریں ایک اس مضمون پر ہوگا کہ خدائے تعالیٰ جملہ اشیاء کا فاعل نہیں ہے بلکہ صرف ان چیزوں کا فاعل ہے جو خیر ہیں۔

تم اس مسئلہ کو قابل اطمینان طریقہ سے ثابت کرتا۔

اچھا اب ایک دوسرا مسئلہ تمہارے غور کے لئے پیش کرتا ہوں۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (نعوذ باللہ) خدائے تعالیٰ ساحر ہے اور خاص خاص مقاصد سے مختلف اشکال سے ظاہر ہوتا ہے مختلف اوقات میں بعض اوقات فی الواقع ایسی صورتیں اختیار کرتا ہے اور خود اپنی ذات کو مختلف اشکال میں تبدیل کرتا ہے اور بعض اوقات ہم کو دھوکا دیتا ہے اور ہم کو یقین دلاتا ہے کہ ایسا انقلاب واقع ہوا یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ بسیط جوہر ہے اور یہ بالکل ان ہونی بات ہے کہ وہ اپنے خاص صورت سے نکل کے باہر چلا جائے؟

میں اس سب کا جواب فوراً نہیں دے سکتا۔

لو اس کا جواب مجھ کو دو: اگر کوئی چیز اس خاص صورت سے نکلجاتی ہے

تو یہ تبدیلی یا تو بذات خود ہوتی ہے یا کسی اور چیز سے ہوتی ہے؟

ضرور ہے کہ ایسا ہو۔

اور کیا یہ صورت نہیں ہے کہ یہ انقلابات اور تحریکات کسی اور چیز سے اس کو پہنچائی جاتی ہیں اور بہترین اشیاء میں بہت ہی کم اثر کرتی ہیں؟ مثلاً بدن میں تغیر ہوتا ہے کھانے پینے اور ورزش سے اور ہر ایک پودا سورج کی روشنی اور ہوا سے اور ایسی ہی لیکن کیا تغیر بہت ہی خفیف نہیں ہوتا جبکہ پودا یا بدن بہت صحیح اور قوی ہو؟

بلاشک۔

یہی حال ذہن کا بھی ہے کیا بہت ہی شجاع اور بڑا عقلمند نہ ہوگا جس پر بہت ہی کم پریشانی یا تغیر عارض ہو کسی بیرونی اثر سے؟

ہاں۔

میں تصور کرتا ہوں کہ اسی اصول کا اور چیزوں پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے جو چیزیں دستکاری سے بنائی جائیں مثلاً اثاث البیت اور مکانات اور لباس وہ جو خوب بنائی گئی ہیں اور اچھی حالت میں ہیں ان میں بہت ہی کم تغیر ہوتا ہے بسبب زمانے کے یا اور اثرات سے۔

یہ صحیح ہے۔

پس ہر چیز جو اچھی ہے خواہ قدرت سے خواہ فن سے یا دونوں سے اس میں بہت ہی کم تغیر کی قابلیت ہے کسی اور چیز سے۔

ایسا ہی معلوم ہوگا۔

مگر یقیناً خدائے تعالیٰ یا خدائی چیزیں ہر صورت سے نہایت عمدہ ہیں۔

لاکلام۔

پس غالباً خدائے تعالیٰ تغیر پذیر نہیں ہے بیرونی اثرات سے۔

بالکل خلاف عقل ہے بلاشک۔

کیا وہ بالذات متغیر ہو سکتا ہے یا بدل سکتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ

ایسا ہی ہے اگر اس کا تغیر ممکن ہو۔

کیا وہ بذات خود متغیر ہونے سے کوئی صورت بہتر اور زیادہ جمیل حاصل کر سکتا ہے؟

کیا کوئی شئے بدتر اور کم جمیل بہ نسبت اپنی ذات کے (نعوذ باللہ) ؟

کوئی شئے بدتر ضرورتاً اگر اس کا تبدل ممکن ہو کیونکہ میرے خیال میں، ہم ہرگز نہ کہیں گے کہ کوئی نقصان اس کے جمال میں یا خدا کی نیکی میں ممکن ہے۔

تم بالکل صحیح کہتے ہو اور جب یہ صورت ہے کیا ایڈیمانٹس تم یہ خیال کرتے ہو کہ کوئی دیوتا یا کوئی انسان عمداً اپنے آپ کو بدتر بنالے گا بہ نسبت اپنی حالت موجودہ کے کسی اعتبار سے بھی ؟

یہ غیر ممکن ہے۔

تو پھر یہ بھی غیر ممکن ہے ایک دیوتا کے لیئے کہ وہ اپنی تبدیلی پر راضی ہو۔ لہذا یہ معلوم ہوگا کہ ہر دیوتا جس حد تک وہ کامل ہے حد نہایت تک جمال میں یا نیکی میں کہ وہ ہمیشہ صرف بغیر کسی تغیر کے اپنی صورت پر قائم رہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ استدلال ناگزیر ہے۔ بس اے میرے عزیز دوست کسی شاعر کو یہ نہ کہنا چاہیئے۔

"دو دیوتا اجنبی سیاح کی صورت میں
متعدد اشکال میں شہر بشہر پھرا کرتے ہیں"

چاہیئے کہ کوئی (شاعر) پروطیوس اور تھیطیس کو بدنام نہ کرے اور نہ کسی ٹریجیڈی (قصہ غم انجام) میں یا کسی اور نظم میں ہیرا کو اس طرح داخل کریں کہ وہ ایک پجارن کے بھیس میں خیرات مانگتی پھرتی ہے۔

خیرات واسطے حیات بخش پسران اناکوس دریائے آرگس کے۔

اسی طرح کی اور دروغ بافیوں کا کیا ذکر ہے ہم کو لازم ہے کہ ان کو ممنوع قرار دیں۔ اور اس کے ساتھ ہی حکم امتناعی ہونا چاہیئے کہ بچوں کی مائیں شاعروں کی کہی ہوئی کہانیاں کہہ کے بچوں کو نہ ڈرائیں چنانچہ کہیں کہ بعض دیوتا راتوں کو اجنبی لوگوں کے بھیس میں مختلف مقامات پر پھیری لگاتے ہیں اس طرح دیوتا بدنام کیئے جاتے ہیں اور بچے بودے ہو جاتے ہیں۔

71

نہیں ضرور ان کو منع کرنا چاہئے۔
میں نے کہا۔ مگر شاید اگرچہ دیوتا تبدیل صورت کی طرف مائل نہ ہوں لیکن ہم کو فریب اور جادو سے یقین دلاتے ہیں کہ وہ مختلف بھیس بدلا کرتے ہیں۔
شاید ایسا کرتے ہیں۔
کیا تم خیال کرتے ہو کہ دیوتا جھوٹ پر راضی ہوتے ہیں خواہ بذریعۂ الفاظ کے یا بذریعہ کسی فعل کے مثلاً کسی بھوت کی مہیب شکل آنکھوں کے سامنے لائیں؟
مجھے یقین نہیں۔
کیا تم کو یقین نہیں ہے کہ ایک واقعی دروغ۔ (اگر میں اس عبارت سے اس مضمون کو ادا کر سکتا ہوں۔ کہ) اس سے کل دیوتا متنفر ہیں اور کل انسان بھی۔
میں نہیں جانتا تم کیا مراد لیتے ہو۔
میری یہ مراد ہے کہ جھوٹ بولنا اپنے اعلیٰ ترین جزء سے اور اعلیٰ ترین مضامین کے متعلق کوئی بھی عمداً ایسے جھوٹ پر نہیں راضی ہوتا جبکہ اس کے برخلاف ہر شخص سب چیزوں سے بڑھ کے جھوٹ کو ایسے مقام پر جگہ دینے سے ڈرتا ہے
اب بھی میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا۔
کیونکہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ میرا مطلب کوئی بھید ہے۔ درحالیکہ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹ بولنا یا جھوٹ میں گرفتار ہونا یا بے علم رہنا اور ذہن میں متعلق مطلق حقائق اور اس چیز میں جھوٹ کو جگہ دینا اور اپنے قبضہ میں رکھنا سب سے آخری امر ہے جس پر کوئی انسان راضی ہوگا کیونکہ کل آدمی خاص تنفر رکھتے ہیں جھوٹ سے ایسے مقام پر۔
ہاں بہت خاص الخاص تنفر۔
اچھا میں جو ابھی کہہ رہا تھا یہ وہی ہے جس کو صحت کے ساتھ اصلی جھوٹ کہہ سکتے ہیں یعنی وہ جہالت ذہن میں ایک فریب خوردہ شخص کے جاگزیں ہو۔ کیونکہ کہا ہوا جھوٹ ایک قسم کی تقلید ہے اور مجسم ہے سابق کے ذہنی

72

اثر کا یہ خالص اور بے غش جھوٹ نہیں ہے ورنہ کیا میں غلطی پر ہوں ؟
نہیں تم بالکل صحت پر ہو۔
پس حقیقی جھوٹ سے نہ صرف دیوتا متنفر ہیں بلکہ انسان بھی متنفر ہیں۔
ایسا ہی میرا بھی خیال ہے۔
پھر ایک بار کب اور کس کے لئے لفظی جھوٹ مفید ہے لہذا ناقابل نفرت کے ہے ؟ کیا ایسا نہیں ہے جبکہ ہمارا معاملہ دشمن سے ہو ؟ یا جبکہ وہ لوگ جو ہمارے دوست کہے جاتے ہیں کسی قسم کے جنون یا شوریدگی دورے میں کچھ شرارت کرتے ہیں کیا ایسی صورت میں جھوٹ مفید نہیں ہوتا مثل ایک دوا کے تاکہ ان کو ان کے مقصد سے پھیر دیں ؟ اور افسانوں میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں کیا یہ ہماری جہالت قدیم عہد کی حقیقی تاریخ سے نہیں ہے۔ جو جھوٹ کو ہمارے لیے مفید بنا دیتی ہے اس حیثیت سے کہ وہ تقریبی نقل سچ کی ہے جو ممکن الحصول ہو ؟
ہاں ٹھیک یہی صورت ہے۔
پس ان میں سے کن وجوہ سے جھوٹ بولنا مفید ہے دیوتا کیلئے ؟ کیا وہ تقریب کے لئے جھوٹ بولے گا۔ کیونکہ وہ قدیم اشیا کو نہیں جانتا ؟
نہیں - یہ تو بلاشک مضحکہ ہے۔
پس الوہیت میں کوئی گنجائش شاعر کے جھوٹ کی نہیں ہے۔
میرا خیال ہے کہ نہیں۔
پس کیا وہ اپنے دشمنوں کے خوف سے جھوٹ کہے گا ؟
یہ بسا بعید ہے۔
یا اس سبب سے کہ اس کے دوست احمق اور مجنون ہیں۔
نہیں اس نے کہا کوئی احمق یا دیوانہ دیوتاؤں کا دوست نہیں ہوتا۔
پس دیوتا کے لئے کوئی ترغیب جھوٹ بولنے کے لئے نہیں ہے۔
نہیں ہے۔

پس ہر طریقہ سے ماہیت دیوتاؤں کی اور خدائی ہستیوں کی ناقابل دروغگوئی کے ہے۔

ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔

پس خدا ایک موجود ہے جس میں کامل بساطت[1] اور حقیقت ہے فعل اور قول دونوں میں اور نہ اس کی ذات میں تغیر ہے اور نہ وہ تغیر کو دوسروں پر منکشف کرتا ہے خواہ بذریعہ اشباح کے یا بذریعہ الفاظ کے یا علامات نازل کر کے خواہ بذریعہ خواب کے خواہ بیداری کے اوقات میں۔

اس نے کہا میں بھی اس کو اس طرح یقین کرتا ہوں جیسا کچھ تم نے بیان کیا ہے۔

تو پھر تم تسلیم کرتے ہو کہ ایک دوسری اصل جس کے موافق تمام گویائی اور تحریر دیوتاؤں کے باب میں وضع کی جاتی ہے یہی ہے کہ دیوتا نہ خود تغیر شکل کرتے ہیں مثل ساحروں کے نہ ہم کو بذریعہ دروغ کے لفظاً یا فعلاً بہکاتے ہیں؟

میں تسلیم کرتا ہوں۔

پس درانحالیکہ ہم ہومر کے کلام میں اکثر کی تعریف کرتے ہیں ہم اس افسانہ کی تعریف نہ کریں گے جس میں خواب کو زیوس نے اکامنن پر مسلط کیا تھا یا وہ فقرہ جو اسقلیوس کا جس میں تھتیطس کہتی ہے کہ اپالو نے اس کی شادی میں گایا تھا۔

میری مبارک مادری حالت کا ذکر کیا تھا۔
ایسی زندگی جو بیماری سے مبرا تھی اور سالہائے دراز کی تھی۔
پس اس نے سب پر شامل میرے نصیب کو برکت دی
فلک کی نوازی ہوئی ایسے سروں میں جنہوں نے میری روح کو خوش کیا
اور میں بھی ان لبوں کو شوق سے خداداد سمجھی۔
جو سچائی کے لئے مقدس اور پیشین گوئی کے ہنر سے معمور تھے۔

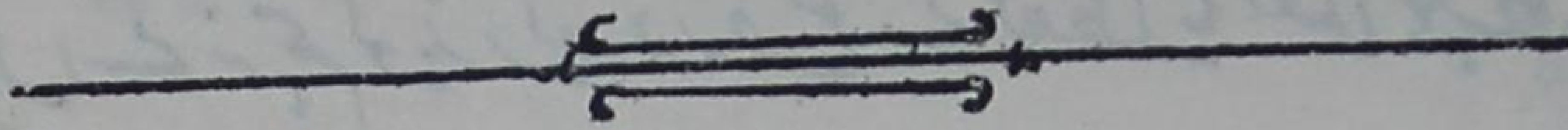
---

[1] بساطت۔ سادگی وہ جس کی ماہیت میں سوائے اس کی ذات کے کوئی اور چیز شریک نہیں ہے ۱۲

مگر وہی جو گا یا تھا شادی میں مہمان تھا
وہی جس نے سب کچھ کہا تھا وہی تو تھا
جس نے میرے بیٹے کو قتل کیا۔

اگر کوئی شخص ایسی زبان دیوتاؤں کے لئے استعمال کرتا ہے تو ہم اس پر خفا ہوں گے اور اس کو طائفہ میں شریک نہ کریں گے اور ہم معلموں کو اجازت نہ دیں گے کہ اس کی تحریرات کو نوجوانوں کی تعلیم میں داخل کرے۔ ہم اپنے محافظوں کو خدائی شان اور خدا ترسی میں نشوونما پانے دیں گے جس حد تک انسان کے لیے ممکن ہے۔

اس نے کہا کہ میں ان اصول کی عمدگی پر راضی ہوں اور ان کو قانون کی حیثیت سے اختیار کروں گا۔



مقالہ سوم

پس میں نے کہا دیوتاؤں کے باب میں ایسی زبان اختیار کی جائے اور اس قسم کی زبان ممنوع قرار دی جائے جس کو سب سنتے رہیں بچپن سے لیکے بڑے ہونے تک جو من بعد دیوتاؤں کی عزت کریں گے اور اپنے ماں باپ کی اور باہمی دوستی کی بہت قدر کریں گے۔

ہاں۔ اس نے کہا ہماری رائیں بالکل درست ہیں۔

تقریر کو جاری رکھنے کے لئے: اگر ہم چاہتے ہوں کہ ہمارے شہری بہادر ہوں کیا ہم کو نہ چاہیئے کہ اس تعلیم کے ساتھ ان کو ایسے سبق دیں جن کا غالباً یہ اثر ہو کہ وہ موت کے خوف سے محفوظ رہیں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ایسا شخص بہادر ہو سکتا ہے جس کو موت کا خوف گھیرے رہے؟

نہیں بیشک میں ایسا نہیں خیال کرتا۔

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جو شخص دوزخ اور اس کے ہول پر اعتقاد رکھتا ہے وہ کیا موت کے اندیشہ سے آزاد رہیگا اور جنگ کے دن شکست اور غلامی کو موت پر ترجیح دے گا۔

یقیناً۔ نہیں۔

پس ظاہراً ہم کو لازم ہے کہ ایسے لوگوں پر قابو رکھیں جو ایسے قصے وضع کیا کرتے ہیں اور ایسے ہی اور لوگ اور ان سے درخواست کریں کہ دوسرے عالم کی بلا کسی تخصیص کے فضیحت نہ کریں بلکہ اس کو بہ نیکی یاد کریں کیونکہ ایسی زبان نہ

سچ ہے نہ مفید ہے ایسے لوگوں کے لیے جو مرد میدان ہونا چاہتے ہیں۔
یقیناً ہم کو لازم ہے۔

پس ہم کو چاہیے کہ مذکورۂ ذیل فقرہ کو محو کر دیں اور اسکے ساتھ ہی اور بھی ایسے ہی جملے
کاش میں غلام ہوتا اور ایسے آقا کی اراضی پر سخت محنت کرتا۔
جس کے انبار خانہ میں غلہ بہت کم ہو۔
بہ نسبت اس کے کہ مُردوں کے ملک میں جو فنا ہو چکے ہیں بادشاہی کروں۔

اور یہ۔
اور وہ کمرے جن کو فانی اور غیر فانی دونوں دیکھتے ہیں۔
وحشت انگیز نمناک اور بوسیدہ جن سے دیوتا بھی متنفر ہیں۔
اور
وائے افسوس! ہیڈیز میں ارواح اور بھوتوں کی سی صورتیں موجود ہیں مگر ان کو فہم سے بہرہ نہیں ہے۔
اور
ان گریزپا ظلّی صورتوں کے درمیان عقل صرف اسی سے مخصوص ہے۔
اور
روح اعضا سے غائب ہو گئی اور سب سے نیچے کے طبقہ میں عالم ارواح کے اڑ کے پہنچی۔
اپنی قسمت پر نوحہ کرتی ہوئی کہ عین پختہ عمری میں وہ جسم سے جدا ہو گئی۔
اور
اس کی روح بکتی بڑبڑاتی زمین کے نیچے مثل ایک ابخرہ کے اڑ گئی۔
اور
جب چمگادڑیں غار کی دہشت ناک خلوت میں ہوتی ہیں اور اتفاقاً ایک ان میں پہاڑ سے گر پڑتی ہے جہاں سے ان کے گچھے لٹکتے ہیں سب چیختی پھر آتی ہیں مگر پھر بھی ایک دوسرے سے چمٹی ہوئی رہتی ہیں اسی طرح بھوت بھی چیختے پھرتے ہیں۔

یہ اشعار اور دوسرے بھی ان کے مثل ہیں ہم بہ منت ہومر سے اور دوسرے شعرا سے عذر خواہ ہوں گے کہ وہ خفا نہ ہوں اگر ہم ان کو چھیل ڈالیں نہ اس سبب سے کہ وہ شاعرانہ مذاق سے عاری ہیں۔ اکثر انسانوں کے کانوں کو خوشگوار نہیں ہیں بلکہ اس سبب سے کہ جس نسبت سے وہ شاعرانہ لطف سے مالا مال ہیں اسیقدر کم ان کو پڑھنا چاہیئے تاکہ نوجوان اور دوسرے انسان ان کو نہ سنیں جن کو ہم چاہتے ہیں کہ آزاد ہوں اور موت سے زیادہ غلامی سے ڈرتے ہوں۔

بہر طور ہم کو ایسا کرنا لازم ہوگا۔

77 پس ہم کو اسی طرح وہ سب ہولناک اور دہشت انگیز ناموں کو دور کر دینا چاہیئے جو ان مضامین سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوسی ٹیوس اور اسٹائیکس ایسے اور جہنمی اور تشریحی اور جملہ الفاظ جو اس نمونہ پر ڈھالے گئے ہیں جن سے لوگ خائف ہوتے اور لرز جاتے ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اور کسی مقصد سے چاہے وہ مفید ہو مگر ہم کو خوف ہے کہ ہمارے محافظ ایسا نہ ہو کہ اس ہول سے ایسے بیدل ہو جائیں اور بزدلی کریں جو ان کے شایاں نہیں ہے۔

اور ہمارے خوف بلا وجہ نہیں ہوتے۔

ہم کو چاہیئے کہ ان محاورات کو خارج کر دیں کیا ایسا چاہیئے؟

ہاں۔

اور تحریر و تقریر میں ایسا نمونہ اختیار کریں جو اس کے برعکس ہو؟

صاف صاف ایسا ہی۔

پس کیا ہم شجاعان نامور کی نوحہ وزاری اور ماتم داری کو ترک کر دیں؟

ہاں ہم کو ایسا ہی کرنا چاہیئے کہ سابق مذکور شدہ کو ترک کر دیں؟

اچھا غور کرو ہم اس کے ترک کرنے میں حق پر ہوں گے یا ناحق پر۔

جس بات کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ محافظ کو چاہیئے کہ موت کو ہولناک نہ سمجھے کسی دوسرے نیک آدمی کے لئے۔ جس کا وہ خود بھی دوست ہے۔ کہ وہ برداشت کرے۔

ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔

پس اگر ایسا ہے تو وہ ایسے شخص کی ماتم داری نہ کرے گا کہ اس پر کوئی بڑی مصیبت پڑی ہے۔

یقیناً نہیں۔

اس کے ماورا ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا آدمی اپنی ذات میں وہ صفت اعلیٰ درجہ کی رکھتا ہے جو ایک سعید زندگی کے لیے درکار ہے اور اپنے ذاتی استقلال خارجی ذرائع کے لیے تمام عالم سے ممتاز ہے۔

سچ ہے۔

پس اس کے لیے کمتر ہولناک ہے بہ نسبت کسی اور کے کہ اس کا لڑکا فوت ہو جائے یا بھائی یا دنیوی دولت یا کوئی اور چیز اس قسم کی۔

بیشک ایسا ہی ہے۔

اگر ایسا ہے پس کمتر منظنہ ہے کہ وہ شکایت کرے۔ اور جب اس پر ایسی مصیبت پڑے تو اس کو کمال تحمل سے برداشت کرے۔

78

ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔

پس مناسب ہے کہ ہم نوجوان جو افواہ عوام پر جاری ہو گئے ہیں محو کر دیں اور ان کو عورتوں کے حوالے کریں وہ عورتیں جو اپنی جنس میں اعلیٰ نہ ہوں اور ادون درجے کے مردوں کو تاکہ وہ لوگ جن کو ہم حفاظت ملک کے درجے کی تعلیم دینا چاہتے ہیں وہ ایسے لوگوں کے فعل سے متنفر ہوں۔

یہ بہت خوب ہو گا۔

پھر ایک بار ہم ہومر سے یہ درخواست کرینگے کہ اکیلیس (Achilles) کو جو ایک دیوی کا لڑکا ہے اس طرح ظاہر نہ کرے کہ کبھی وہ ادھر کی کروٹ لیتا ہے کبھی چت ہو جاتا ہے کبھی پٹ اور کبھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور دیوانہ وار ایک سنسان اور قہار سمندر کے کنارے ٹہلتا ہے اور دونوں ہاتھوں سے سیاہ خاکستر اٹھا کے اپنے سر پہ ڈالتا ہے اور ایسی ہی گریہ وزاری ہومر نے پرائم سے منسوب کی ہے جس کے قریب کے بزرگوں سے ایک دیوتا تھا کہ وہ التجا کرتا ہے۔

کہ وہ گوبر میں لوٹتا ہے اور ایک ایک آدمی کا نام لے لے کے فریاد کرتا ہے اور بھی منت کے ساتھ ہم ان (شعرا) سے عرض کریں گے کہ وہ دیوتاؤں سے ایسے کلام کو منسوب نہ کریں۔

مجھ سا بدبخت اور کون ہے جو ایسے دلاور فرزند کے ماتم میں نوحہ وزاری کرتا ہو۔

یا یہ کہ اگر وہ تمام دیوتاؤں کی ایسی تعظیم نہ کرتے ہوں کم ازکم ہم ان سے عرض کریں گے کہ ایسی لایعنی تصویر سب سے اعلیٰ درجہ کے دیوتا کی تو نہ بنائیں کہ وہ یہ کہہ رہا ہے۔

"وائے افسوس! وہ جس کو میں چاہتا ہوں اور اس شہر کے حصار تک اس کا تعاقب کیا۔

انھیں آنکھوں سے میں دیکھ رہا ہوں اور میرا دل اندر سے گھبرا رہا ہے۔"

اور

"آہ! وائے ہو مجھ پر کہ سب سے زیادہ انسان فانی

سارپیدن Sarpedon پیٹروکلس Patroclus

پسر مینی سیتس Menestuis کے ہاتھ سے جنگ میں قتل ہو"

79

کیونکہ اے میرے عزیز ایدیمانطوس (Adeimantus) جب نوجوان سنجیدگی سے ایسے بیانات سنیں گے تو اس خرافات پر بجائے خندہ زن ہونے کے بسا بعید ہے کہ کوئی ان میں سے اپنے آپ کو محض انسان تصور کرے بلکہ اگر اس حالت میں فعلاً یا قولاً مبتلا ہو تو اپنے کو ملامت کرے تو کیا شرم اور حمیت مانع نہ ہوگی کہ وہ خفیف مصیبت پر نوحہ وزاری کرے۔

تم بڑی سچی بات کہتے ہو۔

لیکن اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے جیسا کہ ہمارے گزشتہ استدلال سے ثابت ہوتا ہے ہم اسی پر قائم رہیں گے جب تک کوئی اس سے بہتر حجت لائے اور ہم کو فہمائش کردے اس کو ایسا نہ کرنا چاہیے۔

پھر ہمارے محافظوں کو چاہیئے کہ وہ ہنسوڑ نہ ہوں کیونکہ جب کوئی بے تحاشا قہقہے لگاتا ہے تو اس افراط کا عموماً ردعمل بھی ویسا ہی شدید ہوتا ہے۔

میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

پس اگر کوئی شاعر کسی ذی عزت انسان کو بھی ایسا ظاہر کرتا ہے کہ ہنسی اس پر غالب ہے تو ہم اس کی ستائش نہیں کرتے اس سے بڑھ کے یہ ہے دیوتا ایسے ظاہر کئے جائیں۔

بلاشک بہت بڑھ کے۔

جب یہ صورت ہے تو ہم جائز نہ رکھیں گے کہ ہومر کسی دیوتا کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرے جو حسب ذیل ہیں۔

"براہ مستقیم مبارک دیوتاؤں میں بے تحاشا قہقہے اڑنے لگے جب انھوں نے ہیفیسطوسس (Hepheestus) کو دیکھا کہ وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں دوڑتا پھرتا ہے"۔

ہم کو چاہیئے کہ اس گفتگو کو موافق تمھارے اصول کے منظور نہ کریں۔

اس نے جواب دیا کہ اگر تم پسند کرتے ہو کہ اس (اصول) کو میرا کہو تو ہم کو نہ چاہیئے کہ ان کو منظور کریں۔

معہٰذا یہ کہ سچائی کی بھی بڑی قدر کریں کیونکہ اگر ہمارا یہ قول صحیح ہے جو ہم نے ابھی کہا تھا اور جھوٹ دیوتاؤں کے لئے غیر مفید ہے اور صرف انسانوں کے لئے مفید ہے بطور دوا کے تو یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسے عامل کو طبیبوں کے ہاتھ میں رکھیں اور جو لوگ اس پیشہ سے ماہر نہیں ہیں وہ اس میں نہ پڑیں۔

ظاہر ہے۔ 80

پس حکام ریاست سے اگر کسی کو یہ حق معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ سے کام لیں خواہ دشمنوں کو فریب دیں خواہ اپنے ہی اہل شہر کو ریاست کی بہبود کے لیے اور کوئی دوسرا شخص اس استحقاق میں دخل نہ دے۔ نہیں بلکہ اگر کوئی ذی اختیار آدمی صاحب اختیار مجسٹریٹوں سے جھوٹ بولے تو ہم ایسی ہی غلطی سمجھیں گے جیسے کوئی بیمار اپنے طبیب کو دھوکا دے یا شاگرد اپنے

معلم کو اپنے بدن کی حالت کے متعلق یا ملاح جھوٹ بولے جہاز کے ناخدا سے جہاز کے متعلق یا مانجھوں کے بارے میں اپنی حالت کے بیان میں یا کسی ساتھی ملاح کے بارے میں۔

بہت ٹھیک۔

پس اگر حکام شہر میں کسی اور شخص کو دروغ گوئی کا مجرم پائیں۔

"ہر کوئی ان میں سے جو اہل حرفہ سے ہو
پیشین گو یا غیب داں یا کمنگر یا
چوبینہ ساز"

تو حکام اس کو سزا دیں گے کیونکہ وہ ایک ایسا عمل جاری کرتا ہے جو مہلک اور برباد کن ہے ریاست میں ہو خواہ جہاز میں۔"

اس نے کہا ہاں۔ اگر یہ عمل پیشہ کے بعد واقع ہو۔ اور بھی کیا ہمارے (شہر کے) نوجوانوں کو چاہیئے کہ معتدل مزاج ہوں؟

بلاشک وہ ایسے ہی ہوں۔

کیا پرہیزگاری کے (جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے۔) مفہوم میں یہ خاص عناصر داخل ہیں اولاً یہ کہ لوگ اپنے حکام اعلیٰ کے تابع ہوں اور ثانیاً یہ وہ بذات خود ان لذات پر حاکم ہوں جو اکل و شرب و نکاح سے تسلی پاتے ہیں؟

میرا یہی خیال ہے۔

پس تو ہم جملہ گفتگو سے اس گفتگو کو پسند کرتے ہیں جو ہومر نے دایومیدیس (Diomedes) کی زبان سے کہوائی ہے۔

"دوست خاموش بیٹھو اور میری باتوں پر خوب توجہ کرو۔"

اور وہ مصرعے جو اس کے بعد آتے ہیں۔

"گرم نفسی نے اکیان والوں کو روانہ کیا۔
چپ چاپ اپنے کپتانوں سے ڈرتے ہوئے:۔"

اور ہر چیز دوسری اسی قسم

ہاں ہم ایسا ہی کریں گے۔

لیکن کیا ایسی زبان کو پسند کر سکتے ہیں جیسی یہ ہے۔

"دائم الخمر بدمست جو چہرہ کتے کا دل ہرن کا رکھتا ہے"

اور جو اس کے بعد ہے اور جملہ گستاخانہ کلام خواہ نثر خواہ نظم ان لوگوں کی زبانی جو محکوم ہیں حکام سے مخاطب ہیں؟

نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسے کلام سے نوجوانوں کی پرہیزگاری کو ترقی نہیں ہوتی اگر اور طرح سے تسلی دیتے ہیں تو ہم کو تعجب نہ کرنا چاہیئے۔

کیا یہ تمھاری رائے ہے؟

ہاں ہے۔

میزیں معمور ہیں۔

روٹی اور گوشت سے اور ساقی پیمانے سے چمکتی ہوئی شراب نکالتے ہیں

اور خالی پیالوں کو بھر دیتے ہیں۔

کیا تم خیال کرتے ہو کہ اگر ایک نوجوان سے یہ کہا جائے تو اس کی خودداری حاصل کرنے میں اعانت ہوگی؟ یا یہ۔

بڑی کم بختی ہے قحط سے مرنا اور اپنی قسمت کا مقابلہ کرنا۔

یا تم خیال کرتے ہو کہ زیوس کی نسبت ظاہر کیا جائے کہ وہ اپنی خواہش کے جوش میں فوراً بھول جائے گا جو کچھ وہ خلوت میں غور و فکر سے تجویز کر رہا تھا جب وہ اکیلا پاسبانی کرتا تھا اور سب دیوتا اور انسان سو رہے تھے اور ہیرا کو دیکھ کے ایسا مدہوش ہوگیا اور اپنی خواہش کی تسکین کے لئے یہ بھی انتظار نہ کیا کہ اپنے کمرے میں پہنچ جائیں۔ یہ کہہ کے کہ اس کا جوش مستی اس وقت اسوقت سے زیادہ زوروں پر ہے جب پہلی ملاقات ہوئی تھی اور ان کے پیارے والدین کو علم نہ تھا؟

اور تم اس کہانی کے بارے میں کیا کہتے ہو جبکہ ایرس (Ares) اور افرودائٹ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ہیفیطوس کے ہاتھوں کسی ایسی ہی کارروائی کے نتیجہ میں۔

82

قسم اپنی عزت کی ایسی کہانیاں کہنا مجھ کو سخت ناگوار ہے
لیکن جو افسانے شجاعت کے سخت مصائب کے عالم میں قولاً وفعلاً
نامور السانوں کے بیان کئے جاتے ہیں ان پر غور کریں گے اور نہیں گے۔ مثلاً

اپنے سینہ کو کوٹ کے اس نے اپنے دل سے
ملامت کے لہجہ میں اے میرے دل
میں تجھ سے التجا کرتا ہوں صبر تو نے اس
سے اشتعال کو برداشت کیا۔

ہاں ہر طور سے۔
میرے خیال میں ہم اپنے لوگوں کو اس کی اجازت نہ دیں گے کہ
وہ رشوت وصول کریں یا روپیہ پر مفتوں ہوں ؟
یقیناً نہیں۔
پس ہم کو چاہئے کہ ان کے سامنے ایسے راگ نہ گائیں۔
دیوتا نذرانوں سے پھسلائے جاتے ہیں قاہر بادشاہ نذرانوں سے
پھسلائے جاتے ہیں ہم کو نہ چاہئے کہ فینکس کی جو ایکیلیس کا اتالیق تھا تعریف
کریں نہ اس کو جائز رکھیں کہ اس کا قول دانشمندانہ تھا جب اس نے یہ
فہمایش اس کو کی تھی کہ اگر ایکیا کے باشندے اگر نذرانے دیں تو ان کی مدد
کرنا چاہئے اور اگر نذرانہ نہ دیں تو غصہ کو نہ فرو کرنا چاہیے۔ اور ہم نہ یقین کریں گے
کہ ایکیلیس ایسا حریص تھا کہ اس نے اکاممنن سے ہدیہ لیا اور ایک موقع پر
ایک لاش کا دینا اس شرط پر منظور کیا کہ اس کا معاوضہ دیا جائے۔
نہیں ایسے افسانوں کی تعریف کرنا جائز نہیں ہے۔
میں نے کہا ہومر کی خاطر سے میں اس بات کے کہنے میں تاخیر کرتا
ہوں کہ ایکیلیس کے بارے میں ایسی باتیں کہنا واقعی گناہ ہیں۔ یا جب دوسرے
کہیں تو اس کو یقین کرنا یا دوبارہ یقین کرنا کہ اس نے اپالو سے کہا۔

"اے بعید از کار تو نے مجھ کو ضرر پہنچایا کوئی دیوتا ایسا برباد کن
نہیں ہے جیسا تو ہے"

یقیناً اگر مجھ کو قوت ہوتی تو میں تجھ سے انتقام لیتا۔

اور اس نے دریا سے ایسی سرکشی کی جو کہ ایک دیوتا تھا اور اس سے لڑنے پر تیار ہو گیا۔ اور اس نے بالوں کی نسبت کہا جو کہ ایک اور مقدس دریا اسپرکیوس سے متعلق تھے۔

میں خوشی سے یہ بال بطور ہدیہ کے غازی پیٹروکلس کو دیتا۔

یہ اس وقت ایک نعش تھی اور اس نے اپنا مقصد پورا کیا۔ ان تمام افسانوں کو نہ یقین کرنا چاہئے۔ یا یہ کہانیاں کہ اس نے ہکٹر کو پیٹروکلس کی قبر کے گرد گھسٹوایا۔ یا قیدیوں کا ارتھی پر چڑھاوا چڑھایا۔ ہم ان سب کو بلا تردد جھوٹ کہیں گے۔ اور نہ ہم نوجوانوں کو بہکائیں گے کہ اکیلیس جو کہ ایک دیوی اور پیلیوس سے تھا جو کہ ایک نہایت عاقل شہزادہ تھا اور زیوس کی تیسری پشت میں تھا اور کیرون کا شاگرد تھا سب سے دانا معلم اور ایسا معجون مرکب تھا جس نے اپنی خلاف دو آزار جمع کئے تھے جو ایک دوسرے کے نقیض تھے کمینہ لالچ اور مغرور تنفر دیوتاؤں اور انسانوں سے۔

تم سچ کہتے ہو۔

پس ہم کو یقین نہیں کرنا چاہیے اور نہ کہنے دینا چاہئے کہ تھیسیوس پوسیڈن کا لڑکا اور پیر تھوس زیوس کا لڑکا ایسے ہیبت ناک زنا بالجبر کے ارتکاب کے لیے گئے۔ نہ کوئی خدا زاد بہادر ایسے ہولناک بے دینی کے افعال کے مرتکب ہوتے جو اس زمانہ تک ان سے منسوب کئے جاتے ہیں اور ان پر تہمت لگائی جاتی ہے۔ شعرا کو مجبور کرنا چاہئے کہ یا وہ تسلیم کریں کہ افعال مذکورہ ان کے افعال نہ تھے یا وہ خدا زاد نہ تھے مگر خبردار وہ دو مقولوں کو خلط نہ کرنے پائیں اور نوجوانوں کو یقین دلائیں کہ دیوتا بدی کے پیدا کرنے والے ہیں اور یہ کہ ہیرو عام آدمیوں سے بہتر نہیں ہیں یہ بیانات خلاف احترام بھی ہیں اور جھوٹ بھی ہیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ برائیاں دیوتاؤں سے نہیں پیدا ہوتیں۔

بلاشک ہم ثابت کر چکے ہیں۔

83

علاوہ ازیں ایسی زبان سننے والوں کے لیے مضر ہے کیونکہ ہر شخص بذات خود بدی میں مشغول ہوگا جب ان کو یقین ہوگا کہ یہ افعال ایسے لوگوں کے تھے اور اب بھی ہیں۔

دیوتاؤں کے قرابت دار جو خود زیوس
سے دور نہیں ہیں جنکی قربانگاہ مورث
اعلیٰ زیوس کی ہے۔ اِدا کی پہاڑی پر آسمان میں
اور اب تک ان کی رگوں میں دیوتاؤں کا خون دوڑتا ہے

ان وجوہ سے لازم ہے کہ ہم ان قصوں کو دبا دیں ایسا نہ ہو کہ یہ قصے نوجوانوں میں صلاحیت بدکاری کی پیدا کریں۔

میں بالکل تم سے اتفاق کرتا ہوں۔

84

میں نے کہا پس کونسا درجہ اب تک باقی رہتا ہے جس سے ہمارا بیان حکایات کے اقسام کا کامل ہو جن کو مشتہر کرنا چاہیئے یا نہ مشتہر کرنا چاہیئے ہم بیان کر چکے ہیں کہ دیوتاؤں نیم دیوتاؤں اور بہادروں اور ارواح اشخاص متوفی کے بارے میں کلام کرنے میں کن قواعد کی رعایت کرنا چاہیئے۔

ہم بیان کر چکے ہیں۔

پس طریقہ انسانوں کے بارے میں کلام کرنے کا ہمارا آیندہ مضمون ہوگا کیا یہ نہ ہوگا؟

ہاں ظاہر ہے۔

میرے دوست یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ ہماری تحقیقات کے اس موقع پر اس کا فیصلہ ہو سکے۔

یہ کس طرح؟

کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ فی الواقع شعرا اور نثر کے لکھنے والے جب انسانوں کے حال کا بیان کرتے ہیں تو سب سے اہم واقعات میں یکساں غلطی کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ اکثر خوش نصیب ہیں اگرچہ ظالم ہیں اور

اکثر عادل ہیں مگر بدنصیب ہیں اور نا انصافی نافع ہے اگر شناخت نہ کی جائے درحالیکہ عدل سودمند ہے تمہارے ہمسایۂ کے لیئے مگر تم کو نقصان پہنچاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس قسم کی گفتگو کو منع کرینگے اور جملہ مصنفوں کو حکم دینگے کہ اپنے گیتوں اور حکایتوں میں بالکل اس کے برعکس اعتقادات کا اعلان کریں کیا تم ایسا خیال نہیں کرتے ؟

نہیں مجھ کو اس کا یقین ہے۔

پس جیسے ہی تم اس کو تسلیم کروگے کہ میں اس باب میں حق پر ہوں توکیا میں یہ نہ مان لوں کہ تم نے اسی قضیہ کو تسلیم کرلیا جو ہماری تحقیقات کا موضوع ہے ؟

اس نے جواب دیا تمہارا مقولہ درست ہے۔ انسانوں کے باب میں کلام کرنے کے لیے جو الفاظ استعمال کئے جائیں گے ان پر اتفاق ہوجانے تک ملتوی نہ کرنا چاہیئے جب تک کہ ہم پہلے حقیقی ماہیت عدل کی دریافت نہ کریں اور ثابت کردیں کہ صاحب عدل کو یہ بالطبع نافع ہے خواہ وہ سیرت عادل ہونے کی رکھتا ہو خواہ نہ رکھتا ہو ؟

تم بالکل حق پر ہو۔

پس یہاں قصّوں کے موضوع پر بحث ہورہی تھی اس کو ہم موقوف کرتے ہیں: ہمارا اس کے بعد والا کام میرے خیال سے یہ ہوگا کہ ان کی صورت کے مسٔلہ پر بحث کریں اور جب یہ ہوجائے تو پھر اس امر پر خوب غور کریں گے کہ کیا کہنا چاہیئے۔

اور ان کے کہنے کا طریقہ۔

اس مقام پر اڈیمانٹس نے کہا میں نہیں سمجھتا تم اس سے کیا مراد لینے ہو۔

میں نے کہا لیکن یہ ضرور ہے کہ تم کو سمجھنا چاہئے۔ شاید تم اس کو بہتر خیال کروگے۔ جب میں اس کو اس طور سے ادا کردوں گا کیا جملہ تصنیفات

شعرا یا افسانہ نویسوں کے واقعات زمانہ گزشتہ یا موجودہ یا آئندہ کے ہیں ؟

اس کے سوا کیا ہوں گے ؟

پس مصنف اپنا مقصد محض حکایت سے حاصل کرتا ہے یا ایسی حکایت جو بذریعہ تقلید کے ادا کی جائے یا دونوں کی آمیزش سے ؟

اس کو بھی چاہیئے کہ صاف صاف کہو جس کو میں سمجھ سکوں -

ظاہر ہے کہ میں وہ معلم ہوں جس کے مطلب کا فہم ایک مضحکہ ہے -

پس میں اس طرح کلام کروں گا جیسے وہ لوگ جن کو کلام کا سلیقہ نہ ہو - میں کلی مطلب کے ادا کرنے کا قصد نہ کروں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک تمثیل جزئی لگادونگا اور اس ذریعہ اپنا مطلب تم کو سمجھانے کی کوشش کروں گا - پس مجھ سے کہو کیا تم ایلیڈ کے افتتاح سے واقف ہو جس میں شاعر ہم سے کہتا ہے کہ فریسس نے اکامنن سے التجا کی کہ میری بیٹی کو رہا کر دو اور اکامنن اس پر خفا ہوا جب فریسس نے معلوم کیا کہ میرا سوال رد کیا گیا تو اس نے اپنے دیوتا سے دعا کی اکیا والے اس کا انتقام لیں -

میں جانتا ہوں -

پس تم ان ابیات تک جانتے ہو -

اس نے عرض کی تمام اکیا والوں سے
خصوصاً وہ دونوں جنھوں نے فوجوں کو روانہ کیا تھا بچے ایٹرس کے

شاعر بذات خود کلام کرتا ہے اور ہمارے خیالات دوسری طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کرتا کہ یہ سمجھیں کہ متکلم سوا شاعر کے کوئی اور ہے لیکن اس کے بعد وہ فریسس کی زبانی کلام کرتا ہے اور جہاں تک ممکن ہے وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ ہم یہ نہ سمجھیں کہ ہومر کلام کر رہا ہے بلکہ حسن مو بد متکلم ہے - اور اس طرز سے تاحد امکان تقریباً اس نے معتبر افسانہ ٹروجن کے محاربہ کا نظم کیا ہے اور وہ امور جو کہ اتھاکہ میں واقع ہوئے اور تمام اوڈیسی میں -

بالکل یہی ہے -

یہ بھی ویسا ہی افسانہ ہے یا نہیں خواہ شاعر وقتاً فوقتاً جو گفتگوئیں ہوی ہیں ان کو ذکر کرتا ہے یا درمیانی واقعات کو بیان کرتا ہے؟
بلاشک ایسا ہی ہے۔
مگر جب وہ ایک تقریر ادا کرتا ہے کسی شخص کی حیثیت سے تو کیا ہم نہ کہیں گے کہ ہر ایسے موقع پر اس شخص سے نہایت تقریبی مشابہت کی کوشش کرتا ہے جو مقرر کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔
ہم بیشک ایسا ہی کریں گے۔
اور جب ایک انسان دوسرے کی مشابہت آواز یا صورت میں اختیار کرتا ہے تو کیا اس کو تقلید نہیں کہتے؟
بیشک یہی ہے۔
پس ایسی صورت میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہومر اور دوسرے شاعر بھی افسانہ گوئی کو تقلید کے ذریعہ سے جاری رکھتے ہیں۔
یقیناً ایسا ہی کرتے ہیں۔
لیکن شاعر نے اگر اپنی شخصیت کو کہیں نہیں چھپایا تو وہ اپنی خفیف افسانہ نویسی کو کلیۃً بغیر تقلید کے تمام کرے گا۔ تاکہ تم یہ پھر نہ کہو کہ تم یہ نہیں سمجھے کہ یہ کس طرح ہوگا میں تم سے کہوں گا۔ اگر ہومر۔ یہ کہنے کے بعد کہ کریسیس آیا اپنی لڑکی کا زر فدیہ لے کے ایکیا والوں اور سب سے بڑھکے بادشاہوں کے سامنے ایک سائل کے بھیس میں آیا اور تقریر کرنے لگا نہ کریسیس کی حیثیت سے بلکہ ہومر کے انداز سے اس پر بھی تم جانتے ہو کہ وہ تقلید نہ تھی بلکہ سادہ افسانہ گوئی تھی۔ کہانی کچھ اس طرح جاری رہی جو حسب ذیل ہے میں اس کو نثر میں کہتا ہوں کیونکہ میں کوئی شاعر نہیں ہوں۔ موبد آیا اور عرض کیا کہ دیوتا یونانیوں کو ٹرائے کی فتح (تاراج) نصیب کریں اور بخیر و عافیت واپس ہوں بشرطیکہ وہ میری لڑکی کو رہا کریں فدیہ قبول کریں اور اس کے دیوتا کا احترام کریں۔ جب اس نے اس طرح تقریر کی سب متاثر ہوئے اور رعب طاری ہوگیا اور التماس کے قبول کرنے پر راضی تھے مگر اگا ممنن غضبناک

86

ہوا اور چلے جانے اور پھر کبھی نہ آنے کا حکم دیا۔ عصا اور دیوتا کے مالے اس کے کام نہ آئیں گے اور اس کی لڑکی بڑھیا ہو جائے گی اس وقت رہا ہو تو ہو مگر اس کو آرگس میں رہنا ہو گا میرے ساتھ۔ بس چل دو اب کبھی نہ آنا مجھے غصہ نہ دلا نہیں تو صحیح سلامت گھر تک نہ پہنچے گا۔ جب بڈھے نے یہ سنا وہ ڈرا اور چپ چاپ چلا گیا مگر جب وہ ان کے لشکر گاہ سے نکل آیا اس نے اپالو کی بڑی منت سماجت کی اس نے دیوتا کے القاب و آداب سے اس کو یاد کیا اور اپنی خدمت گزاریاں یاد دلائیں اور عرض کیا کہ اگر کبھی میں نے کوئی نذر قابل قبول گزرانی ہے یا اس کے نام پر قربانیاں کی ہیں تو اس کے صلے میں چاہتا ہوں کہ میرے اس گریہ و زاری کا انتقام اس طرح لے کہ ان آگیا والوں پر اپولو اپنے تیر چلائے۔ عزیز من یہ سب مساوی افسانہ گوئی ہے بغیر تقلید کے اس سے کہ میں سمجھتا ہوں اس سے زیادہ میں تم کو سمجھاؤں گا کہ بالکل برعکس نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

جب تم شاعر کے خاص الفاظ جو مابین تقریروں کے ہیں ان کو محو کر دو۔ اور تبادل گفتگو کو بحال رکھو۔

ہاں میں سمجھتا ہوں ٹریجیڈی (قصۂ غم انجام) اس قسم کی ایک صورت ہے۔

ہاں تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں تم پر صاف طور پر واضح کر سکتا ہوں جو پیشتر میں نہ کر سکتا تھا کہ ایک شعبہ شاعر اور افسانہ نویسی کا بالکل تقلید پر شامل ہے۔ یعنی جیسے تم کہتے ہو ٹریجیڈی (قصہ غم انجام) اور کمیڈی (قصہ مسرت انجام) ایک اور شعبہ میں سادہ بیان ہوتا ہے شاعر کا ذاتی اور وہ خصوصیت کے ساتھ میرے نزدیک غیر مرتب نظم میں پایا جاتا ہے۔ ایک اور قسم میں بیان اور تقلید (نقل) دونوں پائے جاتے ہیں جیسا کہ رزمیہ اشعار کی تالیف میں دیکھا جاتا ہے اور اکثر دوسری مثالوں میں اگر میں تم کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکا ہوں۔

ہاں میں تمہارے پہلے بیان کا مطلب بالکل سمجھتا ہوں۔

پس اب یاد کرو کہ ہم نے پہلے کیا کہا تھا۔ جو یہ تھا۔ مسئلہ مضمون تصنیف

87

کا فیصلہ کر کے اب صرف یہ رہگیا ہے کہ طریقہ پر غور کیا جائے۔

مجھے یاد ہے۔

پس یہ ٹھیک وہی ہے جو میری مراد تھی کہ یہ ہم پر فرض ہے کہ اس بات پر اتفاق کر لیں کہ آیا ہم اپنے شعرا کو اجازت دیں کہ قصہ کے بیان میں وہ تقلید کو بالکلیہ کام میں لائیں یا کسی حد تک (اور اگر ایسا ہو تو کس معیار سے ان کی رہنمائی ہو) یا بالکل نہ ہو۔

میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ۔ اس نے کہا۔ تم اس بات پر غور کر رہے ہو کہ آیا ہم ٹریجیڈی اور کمیڈی کی ہم اپنے شہر میں اجازت دیں یا نہ دیں۔

شاید ایسا ہی ہو۔ میں نے جواب دیا۔ اور یہ بھی ہو کہ دوسرے دعوے سوا ٹریجڈی اور کمیڈی کے پیدا ہوں اور ان پر گفتگو کی جائے۔ واقعی میں خود نہیں جانتا مگر ہم اس راہ پر چلیں گے جس راہ پر دلیل ہم کو لے چلے جیسے جہاز ہوا پر چلتا ہے۔

تم بالکل ٹھیک کہتے ہو

ایڈیمانٹس اس مقام پر ایک مسئلہ تمھارے غور کے لیے موجود ہے۔ آیا ہمارے محافظ لائق نقال ہوں یا نہ ہوں؟ یا ہمارے سابق کے مسلمات سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص کامیابی کے ساتھ ایک پیشہ اختیار کرے نہ کہ بہت سے اگر وہ اکثر سے مل کے یہ کوشش کرے تو سب میں ناکامیاب ہوگا اس حد تک کہ کسی میں امتیاز نہ حاصل ہوگا۔

بلاشک یہی صورت ہوگی۔

کیا اس اصول کا نقالی پر اطلاق نہیں ہوتا یا ایک شخص چند چیزوں کی نقالی کر سکتا ہے۔ جیسے وہ ایک کی نقالی کرتا ہے؟

یقیناً وہ نہیں کر سکتا۔

پس یہ مظنہ نہیں ہے کہ کوئی شخص جو کسی اہم پیشہ میں مشغول ہے اسی وقت اس کو معلوم ہوگا کہ چند مختلف چیزوں کی نقالی کس طرح ہوتی ہے اور اس نقالی میں کامیاب ہوتا۔ کیونکہ نقالی کے دو شعبوں میں بھی جو ایک دوسرے

سے تعلق رکھتے ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ ایک ہی شخص کی کامیابی کے لیے زاید ہیں کہ ان کی نقالی کا حقہ ہو سکے مثلاً کمیڈی اور ٹریجڈی کا لکھنا جن کو تم ابھی نقالی کہہ چکے ہو۔ کیا تم نے نہیں کہا تھا۔

میں نے کہا تھا اور تم نے صحیح کہا کہ ایک ہی شخص دونوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اور نہ ایک شخص رزمیہ اشعار کے پڑھنے اور ایکٹر کے پیشوں کو ملا سکتا ہے۔

سچ ہے۔

نہیں بلکہ ایک ہی ایکٹر ٹریجڈی اور کمیڈی دونوں نہیں کھیل سکتا اور یہ سب فنون نقالی کے ہیں کیا نہیں ہیں؟

ہیں۔

ایڈیمانٹس معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت ان سے بڑھ کے باریک قسموں میں تقسیم ہو سکتی ہے لہذا ایک ہی شخص اکثر چیزوں کی نقالی کے قابل اچھی طرح نہیں ہے یا خود ان چیزوں کو عمل میں لانا جنکی یہ نقلیں ہیں۔

بالکل سچ ہے۔

پس اگر ہم پہلی رائے پر قائم رہیں کہ ہمارے محافظوں کو جملہ پیشوں سے سبکدوش کر دینا چاہیے تاکہ وہ اپنے ملک کی آزادی پیدا کرنے کا کامل فن حاصل کریں اور کوئی دوسرا پیشہ اختیار نہ کریں الا ایسا پیشہ جس کا یہ نتیجہ ہو ان کو ضرور نہیں ہے کہ وہ کسی اور چیز کی مزاولت یا نقالی کریں اور اگر نقالی کریں تو بچپن سے جو ان کے پیشہ کے مناسب ہو۔ بہادر، پرہیزگار، مذہبی، صاحب عزت اور مثل اس کے۔ لیکن کمینہ پن یا کسی اور قسم کی فرومایگی نہ عمل میں لائیں نہ نقل کریں ایسا نہ ہو کہ نقالی ان میں اصلیت کی جانب سے ہٹ کر متعدی ہو جائے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نقل خواہ حرکات جسمانی یا لہجہ یا آواز یا طرز خیال کی اگر ابتدائے عمر سے جاری رکھی جائے تو عادت بن جائے گی اور طبیعت ثانیہ ہو جائے گی؟

یقیناً میں نے ملاحظہ کیا ہے۔

پس ہم ان لوگوں کو جن کی طرف ہماری توجہ مبذول ہے اور جن کو ہم چاہتے ہیں کہ نیک آدمی ہو جائیں اجازت نہ دیں گے کہ وہ عورت کی نقل کریں اور خود مرد ہوں خواہ عورت جوان ہو خواہ بوڑھی ہو یا کسی انسان کی فضیحت کریں یا لڑ جھگڑ کے اور دیوتاؤں کے بارے میں لاف زنی کریں درآنحالیکہ اس عورت کو اپنی اقبالمندی کا یقین ہو یا مصیبت اور آلام مکافات میں مبتلا ہو اس سے زیادہ ہم ایسے شخص کی نقل کرنے سے مانع ہوں گے جو بیمار ہو یا عاشق ہو یا مصیبت میں ہو۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

پھر ہم ان کو اجازت نہ دیں کہ لونڈی غلاموں کی نقل کریں جو غلامانہ خدمت میں مصروف ہوں۔

نہیں ان کو ایسا نہ چاہئے۔

نہ بد آدمیوں کی (نقل کرنے دیں گے) یہ ظاہر ہو گا جیسے مثلاً بزدل اور عموماً وہ جن کا چال چلن اس کے برعکس ہو گا جس کو ہم نے بالفعل بیان کیا ہے وہ لوگ جو دوسروں کو گالیاں دیتے ہوں یا ہجو کرتے ہوں ایک دوسرے کی اور گالی گلوچ بکتے ہوں خواہ نشہ میں ہوں خواہ نہ ہوں یا ایسے کسی جرم کا ارتکاب کرتے ہوں دوسروں کے ساتھ خواہ آپس میں ایسے جرائم جن کے یہ لوگ قولاً یا فعلاً عادی ہوں۔ میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ ہم کو نہ چاہئے کہ دیوانوں کی مشابہت کریں قول یا فعل سے۔ کیونکہ اگرچہ یہ جائز ہے کہ دیوانوں اور شریروں کو خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں جانتے ہوں مگر نہ چاہیے کہ ان کے مثل کام کریں نہ ان کی نقل بنائیں۔

بالکل راست ہے۔

پھر کیا وہ آہن گروں کی یا دوسرے اہل حرفہ کی نقل کریں ان کے پیشہ کی یا جہاز کے کھینے والوں کی ڈانڈ کو ہاتھ میں لے کے یا ان کے مانجھوں کی یا اور کوئی مثل ان کے؟

غیر ممکن ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کیونکہ اجازت نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کے کام کی طرف توجہ کریں۔

بار دیگر۔ کیا وہ گھوڑوں کے ہنہنانے بیلوں کے بمبانے یا دریاؤں کے تلاطم اور سمندروں کے آواز کی صدا یا دل کی گرج یا ایسے آثار کی نقالی کرے گا؟

نہیں ہم نے ان کو منع کر دیا ہے کہ وہ خود دیوانے بن جائیں یا دیوانوں کی نقالی کریں۔

پس اگر میں تمہارے مفہوم کو سمجھتا ہوں تو افسانہ گوئی میں ایک قسم کا طرز تحریر ہے جس کو ایک ذی عزت اور صاحب فضیلت اختیار کرتا ہے! جب اس سے کسی چیز کی محاکات کی درخواست کی جاتی ہے اور ایک قسم (طرز تحریر) کی جو اول کی مثل نہیں ہے جس کو ایسا شخص جو از روئے طبیعت اور تعلیم بالکل اول کے مخالف حریت رکھتا ہے ہمیشہ اختیار کرے گا۔

مہربانی کر کے بیان کیجئے دونوں قسمیں کیا ہیں؟ اس نے سوال کیا۔

90

پہلا یعنی نہایت منتظم سیرت کا شخص جب کوئی افسانہ کہنے لگتا ہے خواہ وہ تقریر ہو یا فعل ہو کسی نیک آدمی کا میرے خیال میں اس طرح بیان کرے گا گویا وہ اس قصہ کا موضوع ہے۔ اور اس قسم کی نقالی سے شرم نہ کرے گا اور نیک آدمی کی افسانہ گوئی کو ترجیح دے گا جب کہ اس کا چال چلن مستقل اور عاقلانہ ہو اور کمتر اس کا وقوع ہو گا اور دیانت کے ساتھ ہو گا جب وہ میزان سے گرا دیا جائے گا علالت کی وجہ سے یا عشق کے باعث سے یا سکر کی وجہ یا کسی اور طرح کی بدبختی سے مگر جب ایسی سیرت سے ملاقات ہو گی جو اس کے سزاوار نہیں ہے وہ اس کی نقالی پر راضی نہ ہو گا جو اس سے فروتر ہے الا لایعتد بہ وقت کے لیے جبکہ وہ آدمی نیک کرداری میں مصروف ہو گا اس کو نقالی سے شرم دامنگیر ہو گی۔ کچھ تو اس لیے کہ اس کو نقالی کی مزاولت نہیں ہے اور کچھ اس لیے کہ وہ اس عمل کو قطعاً

حقیر جانتا ہے اور ایسے لوگوں کی نقالی سے اور ذلیل لوگوں کے سانچے میں ڈھلنے سے متنفر ہے البتہ محض دل بہلانے کے طور سے ہو تو اور بات ہے۔ ایسی ہی توقع رکھنا چاہیئے۔

تو کیا وہ اس طرز کو افسانہ گوئی کے کام میں نہ لائے گا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا تھا اور اسی اثنا میں ہومر کا حوالہ دیا تھا۔ پس اس کے طرز میں نقالی کو دخل ہوگا اور محض محاکات کو بھی اول اس کے طولانی بیان کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوگا؟

کیا میرا یہ بیان بالکل غلط ہے؟

نہیں تم بالکل درست کہتے ہو کہ اس مقرر کا نمونہ کیسا ہوگا۔

مکرر یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس وضع کا نہ ہوگا تو وہ اور بھی حقیر ہے۔ اس کا میلان اس امر کی طرف ہوگا کہ افسانہ میں کسی بات کو فروگزاشت نہ کرے اور اس کے لیے کوئی شئے فرومایگی کی نہ ہوگی وہ سنجیدگی سے اس کی کوشش کرے گا کہ سامعین کے ایک جم غفیر کی موجودگی میں ہر چیز کی نقالی کی جائے گی بلا استثنا۔ بلکہ اُن آثار کی بھی جن کا مذکور ہوا۔ بادل کی گرج اور ہوا کا شور اور پہیوں اور چرخیوں کی گڑگڑاہٹ بگل اور بانسری کی آواز اور ہر قسم کے آلات ہی کی نہیں بلکہ کتوں کا بھونکنا بھیڑیوں کا ممیانا اور چڑیوں کا چہچہانا اس کے انداز تقریر میں یا تو محض آوازوں کی نقالی ہوگی یا افسانہ کا بھی شائبہ ہوگا۔

اس نے کہا ضرور یہی صورت ہوگی۔

پس یہ دو قسمیں طرز بیان کی ہیں جن کا میں نے ذکر کیا۔

سچ ہے یہی دونوں قسمیں طرز بیان کی ہیں۔

91

تم دیکھتے ہو کہ انتقالات جو واقع ہوتے ہیں ان دونوں سے ایک میں وہ خفیف ہیں اور اگر تم مناسب تالیف اور روزن میں طرز کے توافق پیدا کروگے تو یہ تقریباً ممکن ہے صحیح خواندگی کے لیے بغیر اندازہ مقررہ کو تبدیل کیے ہوئے ایک اسلوب پر جاری رہے۔ انتقال نا قابل غور ہے۔ اور اسی طرح

وزن کلام بھی باقی رہیگا ؟

ٹھیک ہی صورت ہے۔

اچھا۔ اور کیا دوسرے طرز میں جملہ اقسام کے اسالیب اور اوزان درکار نہیں ہیں بشرطیکہ وہ بجائے خود اچھی طرح پڑھا جا سکے کیونکہ اس میں لاتناہی انتقالات ہوتے ہیں ؟

قطعاً ایسا ہی ہے۔

آیا کل شاعر اور افسانہ گو ان دو قسموں میں سے طرز بیان کے کسی ایک میں نہیں آتے یا اس طرز میں جو دونوں سے مرکب ہو کے بنا ہے۔

ضرور ہے کسی ایک میں آئے۔

پس ہم کیا کریں گے ؟ کیا ہم ان تینوں نمونوں کو اپنی ریاست میں داخل ہونے دیں گے یا ان میں سے صرف ایک کو یعنی یا تو مرکب قسم میں یا دونوں سے ایک یا دوسرے میں بسیط قسموں سے ؟

اگر میرا فیصلہ بکار آمد ہو تو صرف بسیط قسم میں جو کہ خالص ہے جس میں نیک آدمی کی نقل کی جاتی ہے۔

تاہم اے ایدیمانٹس مخلوط نمونے میں دلکشی ہے اور سب سے زیادہ دل کشی بچوں کے لیے اور ان کے کھلانے والوں کے لیے اور عوام کالانعام کے لیے اس کے برعکس ہے جس کو تم ترجیح دیتے ہو۔

یہ سچ ہے۔

مگر شاید تم کہو کہ یہ ہماری مشترکہ حکومت کی جودت کے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس دو قسم کے یا متعدد اقسام کے انسان نہیں ہیں کیونکہ ہر ایک کا صرف ایک ہی شیوہ ہے۔

تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ یہ طریقہ مناسب نہیں رکھتا۔ اور کیا یہ سبب نہیں ہے کہ ایسی ریاست میں جیسی ہماری ریاست ہے کسی اور ریاست میں نہ ہو ہم دیکھیں گے کہ موچی ہی ہے اور اسکے ساتھ ہی وہ ملاح نہیں ہے اور کسان کسان ہی ہے اور اس کے ساتھ ہی جوزی والا نہیں ہے اور سپاہی سپاہی ہے اور اس کے ساتھ ہی اہل حرفہ نہیں ہے اور اسی طرح

کل کا حال ہے؟

سچ ہے۔

پس یہ گمان غالب ہے کہ اگر کوئی آدمی ہمارے شہر میں وارد ہو ایسا ہوشیار جو اس قابل ہو کہ کوئی بھیس اختیار کرے اور کسی چیز کی نقل کرے اور تجویز کہ عوام الناس کو کوئی تماشہ اپنی ہنرمندی کا اور اپنی طبعزاد تصنیف کا دکھائے تو ہم اس کی عزت کریں گے کہ وہ ایک مقدس اور قابل قدر اور محبوب شخص ہے مگر ہم اس سے کہینگے کہ ہماری ریاست میں کوئی مثل اس کے نہیں ہے۔ اور ہمارا قانون ایسے شخصوں کو خارج کر دیتا ہے اور اس کے سر میں خوشبودار تیل ڈال کے اور ادنیٰ سر بند اس کے سر پر رکھکر کسی اور شہر کو روانہ کردیں گے مگر ہم خود اپنی حقیقی بہبود کے لیے ایسے شخص کو کام میں لائیں گے جو نفس کش اگرچہ اس کی شاعری چنداں دلفریب نہ ہو خواہ شاعر خواہ افسانہ نویس ہو جو ہمارے لیے نیکوں کے طرز بیان کی نقالی کرے اور اپنی تصنیف کو ایسے سانچے میں ڈھالے گا جن کا مذکور اولاً ہو چکا ہے۔ جب ہم اپنے سپاہیوں کی تعلیم میں مصروف تھے۔

ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے اگر ہمارے مقدور میں ہو۔

پس اے میرے عزیز دوست معلوم ہو گا کہ ہم نے بتمامہ اس شعبۂ موسیقی کا بھی فیصلہ کر لیا ہے جو قصہ کہانی اور دوسرے حکایات سے متعلق ہے کیونکہ ہم نے بیان کر دیا ہے کہ کیا کہنا چاہیئے اور کس طرح کہنا چاہیئے۔

میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔

پس میں نے کہا ہمارا دوسرا مضمون نغمہ اور ترانوں (گیتوں) کے بارے میں ہو گا۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

یقیناً ایسا ہی ہے۔

پس اب کیا یہ مشکل ہو گا کسی شخص کے لیے کہ وہ دریافت کرلے کہ کیا کہنا چاہیئے ان کے بارے میں اور ان کی خاص کیفیت اگر ہم کو اپنے سابق نتیجہ کی مناسبت کا خیال ہو۔

92

اس موقع پر گلاکن نے تبسم کیا اور یہ کہا مجھ کو یہ خوف ہے سقراط کہ میں لفظ "کوئی" میں داخل نہیں ہوسکتا یعنی میں اس وقت قابل تشفی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا اس باب میں کہ کن قسموں کو منظور کرنا چاہیئے حالانکہ مجھکو بعض شبہات ہیں۔

میں مانتا ہوں کہ بہرطور تم بالکل اس قابل ہو کہ اس قدر کہہ سکو کہ ہر گیت کے تین جز ہوتے ہیں الفاظ، تال، میل۔

ہاں یہ میں کہہ سکتا ہوں۔

93

پس میں مانتا ہوں کہ کسی گیت کے الفاظ میں اور ایسے الفاظ میں جو موسیقی پر نہیں بٹھائے گئے ہیں کچھ فرق نہیں ہے اس حد تک کہ ان کی تالیف ان اصول کے موافق ہو جو ہم بیان کر چکے ہیں اور جن کے نمونے ہم نے مقرر کئے ہیں۔

سچ ہے۔

اور اس کو تسلیم کروگے کہ تال میل الفاظ کے تابع ہوں۔

بلاشک۔

مگر ہم نے کہا تم جانتے ہو کہ الفاظ کی صورت میں ہم کو نوحہ اور شکایتیں مطلوب نہیں ہیں۔

نہیں ہم کو مطلوب نہیں ہیں۔

پس ماتمی تال کیا ہیں؟ بیان کرو کیونکہ تم موسیقی کا مذاق رکھتے ہو۔

مخلوط لڈیہ والے اور فوق لڈیہ والے اور یہ انھیں کی مثل ہیں۔

پس ان کی طرف ضرور التفات نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بے سود ہیں حتیٰ کہ عورتوں کے لیے بھی جو نیک بختی کی خوگر ہیں مردوں کا کیا ذکر ہے۔

بالکل ایسا ہی ہے۔

اور تم اس کو تسلیم کروگے کہ شراب خواری زنانہ پن اور کاہلی محافظوں میں بالکل نازیبا ہیں۔

بلاشک ہیں۔

پس کونسی تالیں زنانی اور خوش طبعی کے لیے ہیں؟
ایونائی اور لڈیہ والی جن کو لیکس (Lax) کہتے ہیں (یعنی آوارہ یا بیکار)
تو کیا اے دوست یہ تالیں اہل سیف کو سکھائی جا سکتی ہیں؟
کسی طرح نہیں۔ اور اگر میں غلطی نہ کرتا ہوں تو ان کے لیے ڈوریہ اور فریجنہ والے تم سے چھوٹ گئے ہیں۔
تالوں سے میں خود آگاہ نہیں ہوں۔ میں نے کہہ دیا تھا۔ پس یہ دیکھو کہ تم میرے لیے صرف اس تال کو چھوڑ دو جو مناسبت کے ساتھ لب ولہجہ بہادروں کا ظاہر کرتی ہے جو مبارزت میں مصروف ہو یا کسی سخت اور دشوار شغل میں جو کامیاب نہ ہو یا زخم کھائے یا مقتول ہو یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو جائے ان تمام اتفاقات میں بغیر دبکے یا جھجکے ہوئے تقدیری صدمات کو برداشت کرے۔ ایک اور تال میرے لیے چھوڑ دو جو ایسے شخص کے احساسات کو ظاہر کرتی ہو جو کسی ایسے پیشہ میں مصروف ہو جو سخت اور شاید نہ ہو۔ سلامت روی کے ساتھ بلا کسی مجبوری کے۔ خواہ یہ ترغیب وتحریص عرض معروض ہو یا مناجات ہو کسی دیوتا سے یا تعلیم ونصیحت ہو کسی انسان کو یا بطور دیگر یا نصیحت یا ترغیب میں دوسرے شخص کے مصروف ہونا اور من بعد اپنی خواہش میں کامیاب ہونا اور غرور سے کام نہ کرنا بلکہ نصیحت ان جملہ واقعات میں سنجیدگی اور اعتدال سے کام روا ہونا اور اسی مزاج سے ہر نتیجہ پر ثبات وسکون سے کام لینا۔ یہ دونوں تالیں میرے لیے چھوڑ دو ایک ان میں سے شاید ہے دوسری میں سکون ووقار ہے چنانچہ بہترین نقالی کرنا ایسے لوگوں کے آہنگ سے ہم آہنگی کرنا جو مصیبت یا فراغت میں ہوں اعتدال اور شجاعانہ طریقہ سے۔

اس نے کہا اچھا تم مجھ سے سفارش کرتے ہو کہ ٹھیک انھیں کو ترک کروں جن کا ابھی میں نے ذکر کیا

پس ہم کو ان گیتوں اور ساز کی سنگت کے لیے مختلف اقسام کے تار مطلوب نہ ہوں گے یا ایسا باجہ جس میں جملہ تال موجود ہوں مجھے یقین نہیں۔

94

پس ہم بربط کے اور دیس مرباکے اور ساز (جس میں متعدد تار ہوں اور اکثر تالوں کی سنگت کرتے ہوں) کے بنانے والوں کی پرورش نہ کرینگے۔

بظاہر نہیں۔

لیکن کیا تم اپنے شہر میں بانسلی بنانے والوں کو اور بانسلی بجانیوالوں کو داخل کروگے؟ یا میں اپنے اس قول میں راست گو ہوں کہ بانسلی میں زیادہ تار ہوتے ہیں بہ نسبت کسی اور باجے کے اور یہ کہ خود پان ہارمونیم محض ایک نقل ہے بانسلی کی؟

بظاہر تم سچے ہو۔

پس تو سرود اور ستار باقی رہے جو شہر میں بکار آمد ہوں گے اور مضافات شہر میں چرواہوں کے پاس کسی قسم کی نے کام دیگی۔

پس کم از کم حجت ہم کو اسی پر دلالت کرتی ہے۔

پس یقیناً ہم کسی بدعت کے مجرم نہیں ہوتے میرا دوست اپالو اور اپالو کے باجوں کو مرسیاس اور اس کے باجوں پر ترجیح دیتا ہے۔

نہیں میں درحقیقت خیال کرتا ہوں کہ ہم مجرم نہیں ہیں۔

اچھا تو میں نے کہا میں اقرار کرتا ہوں ہم نادانستہ شہر کو عیش پسندی کی حالت سے صاف و پاک کرتے رہے ہیں۔

اور یہ طرز عمل ہمارا عاقلانہ تھا۔

پس میں نے کہا آؤ ہم اپنے اس تصفیہ کو ختم کریں۔ تالوں کے بعد قانون اوزان بحور کی باری آتی ہے اس غرض سے کہ ہم ان کے انواع مختلفہ کا ارادہ نہ کریں یا یہ کہ بلا امتیاز جملہ حرکات کا مطالعہ کریں بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ طبیعی اوزان کون سے ہیں جو ایک منتظم اور مردانہ زندگی کے لئے سزاوار ہیں اور جب ہم ان کو دریافت کرلیں تو چاہئے کہ رقص اور سرود کو اس سے مناسبت دیں تاکہ اس قسم کی زندگی کا احساس پیدا ہو نہ یہ کہ احساس کو اس رقص اور سرود کا تابع کریں۔ مگر وہ اوزان کیا ہیں یہ تمہارا کام ہے کہ ان کو بیان کرو جس طرح تم نے تالوں کو بیان کیا تھا۔

اس نے کہا نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں نہیں بیان کر سکتا۔ میں یقین کے ساتھ اپنے مشاہدات سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ خاص قسمیں تین ہیں جن میں جملہ حرکات کی تحلیل ہو سکتی ہے جیسا کہ آوازیں چار قسم کی ہیں جن میں تمام تالیں تحویل ہوتی ہیں۔ مگر کن اقسام کے اوزان کس قسم کی زندگی کو ظاہر کرتے ہیں میں نہیں کہہ سکتا۔

اچھا۔ میں نے کہا۔ ہم ڈیمن کو اپنے مشوروں میں اس مسئلہ کے لئے طلب کریں گے کہ کون سے حرکات مشابہ ہیں کمینہ پن اور تمسخر سے یا دیوانگی اور دوسری برائیوں کے ساتھ اور کن اوزان کو ان کے مقابل صفات کے لیے چھوڑ دینا چاہیئے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے اس کو سنا ہے کہ اجمالاً ایک مخلوط رزمیہ وزن کا حوالہ دیتا ہے اور ایک اور وزن ہے جو تین مقطعوں (ایک ثقیل اور دو خفیف مقطعوں) سے مرکب ہے اور ایک تیسرا ہے جو شجاعانہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کس طرح مرتب کئے جاتے ہیں اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہر رکن کا اتار چڑھاؤ ایک دوسرے کے متوازن ہے ان کو مقطعہ ممدودہ اور مقصورہ میں تحلیل کرتے ہیں اور ایک رکن کا نام ایامبس ہے اگر میں غلطی نہ کرتا ہوں اور ایک کا نام ٹروکی ہے اور ان کے ساتھ علامت مد اور قصر کی لگاتے ہیں اور ان میں سے بعض کے ساتھ پیادہ کی رفتار کو بھی الزام دینگے یا تعریف کرینگے نہ کہ وزن کو یا دونوں کو میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ان مسائل کو ڈیمن کے حوالے کر دو جیسا کہ میں نے قبل اس کے کہا تھا کیونکہ ان کا فیصلہ کرنے کے لئے مختصر بحث کافی نہ ہوگی یا تم اس کے خلاف خیال کرتے ہو؟

نہیں بیشک میں ایسا نہیں کرتا۔

لیکن اس نکتہ کو تم طے کر سکتے ہو کہ حسن و قبح اچھے یا برے وزن کا خاصہ ہے؟

بلاشک ایسے ہی اوزان ہیں۔

اور اچھے اور برے وزن تمثیل کے عمل سے نتائج ہیں اچھے طرز کے یا اسکے مقابل کے حسب ترتیب اور یہی حال اچھی یا بری تال کا ہے یعنے اگر وزن اور تال الفاظ سے مناسبت رکھتے ہوں نہ کہ الفاظ ان کے مناسب ہوں جیسا کہ

ابھی کہا گیا تھا بلاشک وہ خود الفاظ کے ساتھ مناسب ہوں۔
لیکن تم طرز بیان اور الفاظ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا ان کا نفس کے اخلاقی مزاج سے تعین نہیں ہوتا؟
بلاشک ان کا تعین ہوتا ہے۔
اور باقی سب کا طرز بیان سے ہوتا ہے؟
ہاں۔
96 پس عمدہ زبان اور اچھی تال اور شان اور عمدہ وزن یہ سب موقوف ہیں نیک طبیعت پر جس سے میری مراد وہ سادہ لوحی نہیں ہے جس کو ہم حسن اخلاق سے نیک طبعی کہتے ہیں بلکہ ایسا ذہن جو درحقیقت نیکی اور شرافت اس کی اخلاقی ساخت میں داخل ہے۔
ٹھیک ایسا ہی ہے۔
پس کیا ہمارے نوجوانوں کو ہر موقع پر ایسے صفات کی پیروی نہ چاہئیے اگر ہم یہ چاہتے ہوں کہ وہ اپنا وظیفہ بجالائیں؟
ہاں ان کو ایسا ہی لازم ہے۔
اور یہ صفات میں سمجھتا ہوں کہ مصوری اور ایسے ہی دوسرے فنون میں کماحقہ دخل رکھتے ہیں۔ نوربافی اور زردوزی اور تعمیرات میں اور تمام ظروف سازی میں عموماً نہیں بلکہ جملہ ذی حیات اجسام میں اور تمام نباتات میں کیونکہ ان سب میں زیبائش اور بدزیبی کی جگہ باقی ہے۔ اور عدم زیبائش اور وزن اور تال کو قریبی تعلق ہے خراب طرز اور بدخصلت سے درآنحالیکہ ان کی موجودگی تعلق رکھتی ہے اور مظہر ہے اس کے مقابل صفات یعنی شجاعت اور اعتدال مزاج کی۔
تم بالکل درست کہتے ہو۔
جب یہ صورت ہے تو کیا ہم کو شعرا کی تنظیم پر حصر کرنا چاہئیے اور ان کو مجبور کرنا چاہئیے کہ اپنی تصنیفات میں عمدہ اخلاقی سیرت کی تصویر کشی کریں ورنہ تصنیف کرنا ہم لوگوں میں ترک کردیں یا ہم کو چاہئیے کہ اپنے انتظام کو

ہر پیشہ کے استادوں تک بھی وسعت دیں اور ممنوع قرار دیں کہ بد طینتی اور آوارگی اور فرومایگی اور بدزیبی خواہ تصویروں پر حیوانات کی یا عمارات پر یا اپنی کسی دست کاری پر؛ بالکلیہ روک دیں اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کو اپنے شہر میں کام نہ کرنے دیں تاکہ ہمارے محافظ بدکاری کی تصویروں میں پرورش نہ پائیں یا ناقابل ہضم چراگاہوں میں کم از کم ہر جگہ انتخاب کرکے بہت کچھ ذخیرہ کرلیں اور اس کو کھاتے رہیں یہاں تک کہ وہ نامعلوم طور سے برائی کی ایک کثیر مقدار بھاری کی باطن میں اپنے نفس کیلئے جمع کرلیں؟ کیا اس کے برخلاف ہم کو لازم ہے کہ دوسری وضع کے کاریگر تلاش کریں جو اپنی جودت طبع کی قوت سے حسن اور شان وشوکت کا سراغ لگائیں تاکہ ہمارے نوجوان جو صحت بخش مقامات میں سکونت رکھتے ہیں ہر مقام سے شراب خوشگوار نوش کرتے رہیں جہاں نیک کاموں سے فیضیاب ہوں اور اس کے انوار سے ان کی آنکھیں روشن ہوں یا ان کے کانوں میں خوش آیند آوازیں پہنچیں جیسے صحت بخش ہوا کے جھونکے صحت بخش زمینوں سے صحت بخشتے ہیں اور ریعان حیات سے اس طرح ان کو نفع بخشتے ہیں کہ ان کو خبر تک نہیں ہوتی اور مماثلت سے محبت اور بے کاری ان میں سما جاتی ہے اور حقیقی حسن عقلی کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔

اس نے جواب دیا کہ ایسی طبیعت کا کیا کہنا۔

پس اے گلاکن ان وجوہ سے ہم موسیقی کی تعلیم کو ایسی اعلیٰ درجہ کی اہمیت دیتے ہیں۔ کیونکہ وزن اور تال نفس کے باطنی طبقوں میں سرایت کرتے ہیں اور نفس پر قابض ہوجاتے ہیں اور زیب و زینت ان کے ساتھ ہوتی ہے اور انسان کو شاندار بنادیتی ہے اگر اس کی طبیعت مستقیم ہو اور اگر نہ ہو تو اس کے خلاف ہوگا؟ اور بھی اس سبب سے کہ اس کی پرورش عمدگی سے ہوئی ہے تو عیوب پر اسکی نظر پہنچیگی خواہ فنون کی ناکامی سے ہو خواہ طبیعت کی کجی سے ہو اور یہ عیوب اسکو مکروہ نظر آئیں گے وہ خوبصورت چیزوں کا معرف ہوگا اور اس کا نفس ان کو قبول کرلے گا اور وہ اس کے نفس کی غذا ہوگی اور وہ شریف اور نیک ہوجائیگا۔ درحالیکہ وہ نفرت انگیز چیزوں کی مذمت کرے گا بچپنے ہی سے قبل اس کے کہ

97

وہ ان پر عقل آرائی کر سکے اور جب عقل آئے گی تو وہ اس کا خیر مقدم دل و جان سے کرے گا اور کون اس طرح اس کا عارف ہو سکتا ہے جیسے عزیز کو عزیز پہچانتا ہے اس کی تو پرورش ہی اس طریقہ سے ہوئی ہے ؟

مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ کہ موسیقی کی تعلیم کے ایسے ہی اسباب ہیں۔ میں نے کہا پڑھنا سیکھنے کے لیے ہم حد اعتدال تک کامل سمجھے گئے تھے جوں ہی ہم حرف شناس ہو گئے چند ہی حرف ہیں جو موجودہ الفاظ میں منتشر ہیں اور ہم نے کبھی ان کی تحقیر نہیں کی خواہ چھوٹے سے لفظ میں ہوں خواہ بڑے لفظ میں جس سے گویا یہ ظاہر نہ ہو کہ ہم نے ان کو نہیں پہچانا بلکہ ہم کو یہ شوق تھا کہ وہ جہاں کہیں ہوں ہم ان کی شناخت کر لیں ہم کو یقین تھا کہ اگر ہم نے ان کو نہ پہچانا تو ہم خواندہ نہ ہوں گے

سچ ہے۔

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر ہم حرفوں کی صورت کے عکس کو ٹھیرے ہوئے پانی میں خواہ آئینہ میں نہ شناخت کر سکیں گے اگر ہم حرفوں کو نہ جانتے ہوں گے کیونکہ علم خواہ عکس کا ہو خواہ اصل شئے کا ایک ہی فن اور ایک ہی تحصیل (مطالعہ) سے تعلق رکھتا ہے ؟

یہ بالکل صحیح ہے۔

پس براہ عنایت تمثیل سے گزر کے مثل کی طرف رجوع کرو کہ ہم اسی طرح حقیقتاً موسیقی داں نہیں ہو سکتے نہ ہم خود اور نہ وہ محافظین جن کو ہم تعلیم دینا چاہتے ہیں جب تک کہ ہم حقیقی صورتیں اعتدال کی اور شجاعت کی اور سخاوت کی اور خیرات کی نہ جانتے ہوں اور ان سب چیزوں کی جو ان کی مماثل ہیں اور ان چیزوں کی بھی جو ان کے مقابل ہیں جہاں کہیں وہ منتشر ہوں اور پہچان لیں جہاں کہیں وہ خود پائی جائیں یا ان کی صورتیں اور ان کو حقیر نہ جانیں خواہ چھوٹی چیزوں میں ہوں خواہ بڑی چیزوں میں اور یقین کریں کہ علم ان کی صورتوں کا اور ان کی تصویروں کا ایک ہی فن اور تحصیل سے تعلق رکھتا ہے ؟

لامحالہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔

پس یقیناً ایسے شخص کے لئے جو دیکھنے کی آنکھ رکھتا ہے کوئی نظارہ اس سے خوبصورت نہ ہوگا جیسا کہ ایک انسان کا جو جمال سیرت اخلاقی حسن کے ساتھ ہی جمال صورت بھی نفس میں رکھتا ہے اور دونوں میں مطابقت اور موافقت ہے کیونکہ ایک ہی بڑا نمونہ دونوں میں دخل رکھتا ہے۔

کوئی نظارہ اس سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوسکتا۔

اور تم تسلیم کرو گے کہ جو سب سے زیادہ خوبصورت ہے وہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔

بلاشک ایسا ہی ہے۔

پس درحقیقت موسیقی سے آراستہ شخص ایسے لوگوں کو دوست رکھے گا جس میں کامل طور سے جمال معنی (اخلاق) اور جمال صورت (طبعی حسن) دونوں جمع ہوں اور ایسے شخص کو دوست نہ رکھے گا جس کے ظاہر اور باطن میں اختلاف ہو۔

نہیں وہ دوست نہ رکھے گا اگر نفس میں کوئی نقصان ہو لیکن ظاہر میں کوئی داغ ہو تو وہ برداشت کرلے گا اور خوش خلقی سے اس پر نظر کرے گا۔ میں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تم اب رکھتے ہو یا پیشتر ایسا کوئی دوست رکھتے تھے۔

پس میں نے تمہارا غلبہ مان لیا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ آیا افراط مسرت اعتدال کے ساتھ موافقت رکھتی ہے؟

کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ یہ ذہن کو بیقرار کردیتی ہے جیسے الم؟

کیا نیکی کے ساتھ عموماً کوئی موافقت ہے؟

ہرگز نہیں۔

اچھا تو پھر سیہ مستی اور آوارگی کے ساتھ کوئی اشتراک ہے؟

بلاشک اس کو تعلق ہے۔

کیا تم کسی ایسی مسرت کا نشان دے سکتے ہو جس میں جوشش عشق کی کارفرمائی سے زیادہ لذت ہے؟

میں نہیں نشان دے سکتا نہ ایسی کوئی لذت جو دیوانگی کی شورش کی حد تک پہنچتی ہو۔ مگر کیا جائز محبت کا یہ اقتضا نہیں ہے کہ ایک باقاعدہ

صاحب حسن محبوب کی جستجو کی جائے جو سلامت روی اور معتدل مزاج رکھتا ہو
پس جو چیز دیوانگی کے مثل ہے اور شہوت پرستی جائز محبت کو نہیں پہنچتی۔
اس کو نہ پہنچنا چاہیئے۔
پس جو لذت زیر بحث ہے اس کو نہ پہنچنا چاہیئے۔
نہ کوئی عاشق یا اس کا معشوق جن کی محبت کا مبادلہ جائز طور پر ہو
اس دیوانگی یا شورش سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔

99

سقراط نہ چاہیئے کہ ایسا تعلق ہو۔
پس بظاہر اس ریاست میں جس کو ہم ترتیب دے رہے ہیں تم کو
چاہیئے کہ ایسا قانون نافذ کرو کہ کوئی جو کسی معشوق کا گرویدہ ہو اور اس کی صحبت
میں اکثر جاتا ہو اور اس سے بغل گیر ہو جیسے باپ بیٹے ملتے ہیں اس کی خوبصورتی
کی نظر سے بشرطیکہ اس کی رضامندی حاصل ہو تاہم دوسرے معاملات میں
وہ اس طرح اپنے راہ و رسم کو اس طور سے اپنے محبوب کے ساتھ منتظم کرے
کہ اس کی بے تکلفی کا حد سے زیادہ تجاوز کرنا مشتبہ نہ ہو ورنہ بد مذاقی اور ناشائستگی
کے لئے ملامت کیا جائے گا اگر وہ اس کے خلاف عمل کرے۔
ہم ایسا ہی کریں گے۔
تو کیا تم میرے ساتھ اس امر پر اتفاق کرو گے کہ ہمارا نظریہ موسیقی کا مکمل
کو پہنچ گیا۔ بہر طور وہیں پہ ختم ہوا جہاں ختم ہونا تھا۔ کیونکہ موسیقی کا خاتمہ
حسن دوستی پر ہونا چاہیئے۔
اس نے کہا میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔
جمناسٹک (ورزش) موسیقی سے دوسرے مرتبہ پر ہے نوجوانوں کی تعلیم
میں۔
بلاشک۔
بلاشبہ ایک باخبر تعلیم جمناسٹک اور موسیقی میں ان کے بچپن سے
شروع ہونا چاہیئے اور عمر بھر جاری رہنا چاہیئے۔ مگر میری رائے میں رائے
صائب یہ ہے۔ تم بھی غور کرو کہ تم کیا خیال کرتے ہو۔ میرا یقین یہ ہے کہ

اچھا بدن اپنی خوبی سے نفس کو عمدہ نہیں کر سکتا بلکہ بخلاف اس کے عمدہ مہذب نفس اپنی خوبی سے بدن کو کامل بنا سکتا ہے تا حد امکان تمہاری کیا رائے ہے۔

ٹھیک اسی طرح ہے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ اشخاص زیر بحث چاہیئے کہ نشے سے اجتناب کریں کیونکہ میری رائے میں محافظ دنیا میں سب کے بعد ایسا شخص ہے جس کو ایسی حالت سکر میں ہونے کی اجازت دی جا سکے کہ اس کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے۔

سچ ہے کہ یہ مضحکہ کی بات ہے کہ محافظ کو خود ایک محافظ کی ضرورت ہو۔

100

لیکن کھانے کے بارے میں :۔ ہمارے آدمی مبارز ہیں ایک عظیم الشان دنگل میں۔ کیا نہیں ہیں؟

ہیں۔

پس بدن کی عادت جو کہ تعلیم یافتہ مبارز کسی اکھاڑے کے پیدا کرتے ہیں وہ ایسے لوگوں کے لئے مناسب ہے؟

شاید ہی ہو۔

اچھا تو یہ ایک خواب آلودہ قسم کی تدبیر غذا ہے اور ایک مشکوک حالت صحت کی پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ کیا تم یہ نہیں مشاہدہ کرتے کہ لوگ باقاعدہ تعلیم میں تمام عمر سوتے رہتے ہیں اور اگر وہ مجوزہ خوراک سے ذرا سا بھی اختلاف کرتے ہیں تو ان پر امراض کا حملہ ہوتا ہے سب سے بدتر صورتوں میں؟

میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

پس اسی تدبیر کی ضرورت جس پر اچھی طرح غور ہو چکا ہے ہمارے جنگی پہلوانوں کیلئے درکار ہے جو پاسبان کتوں کی طرح بیدار رہوں اور ان میں انتہا کی چستی اور چالاکی ان کی نظر بھی تیز ہو اور کان بھی اور وہ محنت کے عادی ہوں کہ جب خدمت پر ہوں تو آب و غذا میں ہر تبدیلی کے معتاد ہوں اور انقلابات ہوائے گرم امس اور طوفان سرمائی سے ان کی صحت پر خراب اثر

نہ پڑے۔

مجھے یقین ہے کہ تم حق پر ہو۔

پس بہترین جمناسٹک (ورزشں) اور موسیقی دونوں بہنوں کی طرح رفیق ہوں جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے؟

تمھاری کیا مراد ہے؟

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ایک سادہ معتدل نظام ہوگا جو مجاہدین کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔

یہ کس طرح کا ہوگا؟

اس مقصد پر ہم ہومر سے بھی سبق لیں گے۔ تم جانتے ہو کہ وہ پہلوانوں کی دعوتوں میں وہ کبھی مچھلی اُن کے آگے نہیں رکھتا اگرچہ وہ ہلسپانٹ(Hellespont کے ساحل پر ہیں اور نہ ابلا ہوا گوشت بلکہ صرف کباب جس کو سپاہی فوراً پا سکتے تھے کیونکہ ہر جگہ بھی سکتے ہیں صرف آگ کے استعمال میں نہایت سہولت ہے بہ نسبت اس کے کہ پتیلے اور ماہی تابہ لئے پھریں۔

یقیناً

اور نہ ہومر نے جہاں تک مجھکو ٹھیک یاد ہے ایک لفظ بھی چٹنی کے بارے میں نہیں کہا بہر طور جو لوگ تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں ان سب کو اور ہومر کو بھی کہ جو شخص اچھی حالت میں رہنا چاہتا ہے چاہئے کہ جملہ تکلفات سے اجتناب کرے کیا ایسا نہیں ہے؟

وہ سب جانتے ہیں اور ان چیزوں سے اجتناب کرنے میں حق پر ہیں۔

101

پس اے میرے نیک دوست ظاہر ہے کہ تم سراکوسہ کی ضیافت کو پسند نہیں کرتے اور صقلیہ کے الوان طعام کو اگر تم اس اجتناب کو برحق تصور کرتے ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں پسند نہیں کرتا۔

پس تم ایسے مردوں کے لئے جو اچھی جسمانی حالت میں ہیں کارنتھ کی

کنواری عورتوں کے ساتھ ذوق شوق کو بھی ناپسند کرتے ہو۔
یقیناً میں ناپسند کرتا ہوں۔
پس تم اثینہ کی مشہور مٹھائیوں کو بھی بُرا سمجھتے ہو؟
بے شک میں ایسا ہی کرتا ہوں۔
فی الواقع میں سمجھتا ہوں کہ یہ نا واجب نہ ہو گا اگر یہ کل نظام خوراک اور بسر اوقات کا اس موسیقی اور گانے بجانے سے مقابلہ کیا جائے جو بیان ہائے نغم سے مناسبت رکھتا ہے اور ہر قسم کے اوزان پر کہا جاتا ہے۔
بلا شک یہ نہایت درست مقابلہ ہے۔
پس کیا یہ درست نہیں ہے کہ جس طرح موسیقی کا اختلاف نفس میں برہمی کا باعث ہوتا ہے اسی طرح اس صورت میں جسمانی بیماری پیدا ہوتی ہے درحالیکہ جمناسٹک کی سادگی صحت پیدا کرتی ہے جس طرح موسیقی کی سادگی اعتدال پیدا کرتی ہے؟
بالکل درست۔
لیکن جب برہمی اور بیماری کسی شہر میں بکثرت ہو جاتی ہے تو کیا قانونی محکمے اور بیمارستان متعدد کھل جاتے ہیں اور قانون اور طب اپنا سر بلند کرتے ہیں اور ایک تعداد کثیر شریف زادوں کی بھی ان پیشوں کو شوق سے اختیار کر لیتے ہیں؟
اس کے سوا ہم کیا توقع کر سکتے ہیں؟
اس سے زیادہ کیا نمایاں ثبوت اس امر کا ہو سکتا ہے کہ کسی ریاست میں خراب تعلیم جاری ہے جبکہ اعلیٰ درجہ کے طبیب اور اہل جوری کی مانگ ہے نہ صرف ادنیٰ ذات کے مزدوروں میں بلکہ ان لوگوں میں بھی جو بزرگ خاندان اور شرافت کا دعویٰ کرتے ہیں؟ کیا تم کو یہ رسوائی نہیں معلوم ہوتی اور قوی ثبوت ناقص تعلیم کا اور بمجبوری انصاف دوسروں سے طلب کیا جاتا ہے امرا اور قضاۃ کے مرتبہ پر کیونکہ وطن میں انکی کمیابی ہے؟
اس سے زیادہ کیا فضیحت ہو گی۔

کیا تم اس کو کم رسوائی خیال کرتے ہو جبکہ ایک شخص نہ صرف ایک بڑا حصہ اپنی زندگی کا محکموں میں مدعی یا مدعا علیہ کی حیثیت سے گزارے بلکہ فی الواقع اس میں یہ فرومایگی ہو اور اس بات پر کہ وہ ارتکاب جرائم میں کامل ہے فخر کرے اور وہ مکر و فریب میں کمال رکھتا ہو اور نئی نئی چالیں چلکے تعذیر سے بچتا رہے اور انصاف کی گرفت سے نکل جاتا ہو اور سزا سے بچ جاتا ہو اور نکمی باتوں میں پڑکے یہ نہ جانتا ہو کہ کسقدر شریفانہ اور بہتر ہوتا اگر اس کی زندگی اس طرح کی ہوتی کہ اس کو کبھی کسی خواب آلودہ (غفلت شعار) قاضی کی ضرورت نہ ہوتی؟

نہیں یہ اس سے زیادہ فضیحت ہے؟

اور کیا تم طبی امداد کو قابل شرم خیال نہیں کرتے اگر زخم کے لئے یا فصلی بیماری کے لئے نہ ہو۔ اور اس کا مطلوب ہونا میرے نزدیک ہماری سستی اور کاہلی کے سبب سے اور اس زندگی کی وجہ سے جو ہم بسر کرتے ہوں اور ہم میں ایسے مواد جمع ہو جائیں رطوبت اور ریاح مثل دلدلوں کے جس کو ایسکلیپیس کے چالاک فرزند بجبوری بیماریاں کہتے ہیں اور نفخ اور زکام ان کے نام رکھتے ہیں۔

یقیناً یہ نہایت عجیب اور نوایجاد نام بیماریوں کے ہیں۔

یہ بیماریاں ایسکلیپیس کے عہد میں نہ تھیں جیسا کہ میرا خیال ہے میں اس سے قیاس کرتا ہوں کہ ٹرائے میں جب یوریپیلوس زخمی ہوا تو اس کے لڑکوں نے عورتوں کو الزام نہیں دیا جب انھوں نے اس کو پرامنیہ کی شراب پلادی اور اس پر بکثرت جو کا دلیہ چھڑک دیا اور اوپر سے پنیر ٹھونس دیا جبکو تم ایسا مرکب خیال کروگے جو سوزش پیدا کرتا ہے اور نہ انھوں نے پیروکلس کو ملامت کی جس نے خود اپنے زخم باندھ لئے۔

یقیناً اس نے کہا یہ ایک عجیب قسم کا شربت تھا جو ایک انسان کو ایسی حالت میں دیا گیا۔

نہیں اگر تم اس بات پر غور کرو کہ اگلے زمانے میں ہیروڈکس کے

عہد تک ہم نے سنا ہے کہ اسکلیپوس کے شاگرد موجودہ طریقہ طب کا نہیں کام میں لاتے تھے جس میں امراض کی اسی طرح تیمارداری کی جاتی تھی جیسے امرازادوں کے خادم اپنے آقا کی خدمت کرتے ہیں مگر ہیروڈکس خود معلم استاد تھا اور اس کی صحت خراب تھی اس نے اس طرح طب اور جمناسٹک کو ترکیب دیا اس نے پہلے خود اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا اور پھر اپنے بعد اور بہت سے لوگوں کو۔ یہ کیونکر؟

اس لئے موت کے زمانے کو طول دیا اور مرض کے ساتھ جو مہلک تھا قدم بقدم چلتا رہا اور چونکہ وہ میری رائے میں صحیح و سالم نہیں ہو سکتا تھا زندگی بھر عذاب میں رہا اگر کبھی اس نے اپنی معمولی غذا میں تغیر کیا گویا وہ موت سے لڑتا رہا اس چالاکی سے وہ بڑھاپے تک جھیل لے گیا۔

اس نے اپنی ہنرمندی کا کیا خوب انعام پایا۔

میں نے کہا یہی امید ہو سکتی ہے ایسے شخص سے جو یہ جانتا ہو کہ اسکلیپوس اس قسم کے علاج سے ناواقف تھا یا اس نے اس پر عمل نہ کیا تھا، کہ اس نے اپنی اولاد کو یہ نہیں بتایا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ باخبر تھا کہ تمام منتظم جماعتوں میں ہر کارے وہر مردے ریاست میں ہر شخص کا ایک معینہ کام ہے جو اس کو کرنا چاہئے اور کسی کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ وہ طبیب کے پاس پڑا رہے اس واقعہ کو محنت کش آبادی میں ہم ملاحظہ کرتے ہیں البتہ ایسے لوگوں میں جو دولت مند اور خوشحال مشہور ہیں یہ بے ترتیبی جو لغویت سے خالی نہیں ہم اس کو نہیں پاتے۔

اس نے دریافت کیا یہ کس طرح؟

میں نے جواب دیا جب ایک نجار بیمار ہو تو اس کو توقع ہوتی ہے کہ اس کا طبیب اس کو دوا پلائے گا جس سے مرض دفع ہو جائے گا استفراغ اور مسہل سے یا آخر الدواء الکئی (داغ دیا جائے گا) یا کوئی عمل جراحی ہوگا لیکن اگر کوئی اس کے لئے ایک طولانی تدبیر غذا کی تجویز کرے اور سر میں پٹیاں بندھوائے اور اس کے ساتھ اور معالجات جو مناسب ہوں تو

103

وہ ایسے طبیب سے بہت ہی جلد یہ کہے گا کہ مجھ کو بیمار رہنے کی مہلت نہیں ہے اور مجھ کو زیبا نہیں ہے کہ اس طرح زندہ رہوں اور اپنے ذہن کو مرض میں مصروف کروں اور اپنے پیشہ سے غفلت کروں وہ طبیب کو سلام کرکے اپنے کام میں مشغول ہو جائے گا یا تو اس کو صحت ہو جائیگی اور اپنا کام کرتا رہیگا اور اگر اس کا جثہ برداشت کے قابل نہ ہوگا تو موت اس کی تکلیفوں کا خاتمہ کر دے گی۔

ہاں۔ اور ایک انسان کے لیے جو اس رتبہ پر زندگی کے ہو طبی امداد کا یہ مناسب استعمال ہے۔

یہ اس لئے کہ وہ ایک کام کرتا ہے۔ اگر وہ اس کام کو نہ کر سکا تو اسکا جینا بیکار ہے؟

بالکل ظاہر ہے۔

مگر امیر آدمی کو ایسا کوئی کام نہیں ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ اس کام کو پورا نہ کر سکے اور ادھورا چھوڑ دے تو زندگی اس کی بیکار رہے۔

نہیں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی زندگی بے سود ہے۔

کیا تم نے فوسیلیدس کا قول نہیں سنا وہ کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص معاش رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ نیکی کی مزاولت کرے۔

ہاں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے پیشتر بھی۔

میں نے کہا اس مضمون پر ہمارے اس کے کوئی مناقشہ نہیں ہے مگر ہم کو اس سے باخبر ہونا چاہیے کہ آیا امیروں کو نیکی کی مزاولت لازم ہے اس طرح کہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو زندگی ان کی بیکار رہے یا یہ کہ دائم المرض ہونا اگرچہ نجار کے کام کی مانع ہے اور دوسرے فنون کی بھی لیکن فوسیلیدس کے حکم کی بجا آوری کی مانع نہیں ہے۔

نہیں سچ تو یہ ہے کہ مجھے یقین ہے بدن کے غور و پرداخت سے جو جمناسٹک کی حد سے تجاوز کر جائے اس سے زیادہ کوئی چیز موجب پریشانی نہیں ہے خواہ انسان خانگی کام میں مصروف ہو خواہ میدان میں ہو خواہ قاضی کی مسند

پر وطن میں متمکن ہو۔

مگر سب سے بدتر یہ ہے کہ یہ تکلیف وہ حارج ہے سب قسم کی تحصیل کے لئے اور تامل کے لیے اور باطنی حوض کے لئے ہمیشہ یہ توہم رہتا ہے کہ درد سر ہے یا دوران سر ہے اور فلسفہ کو مجرم قرار دیتا ہے کہ اُس سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا نیکی کی مزاولت اور ثبوت جو عقلی مطالعہ سے ہوتا ہے یہ اس کا صریحی مانع ہے کیونکہ اس کی وجہ ہر شخص اپنے کو بیمار خیال کرتا ہے اور صحت کی طرف سے وہ کبھی تشویش سے خالی نہیں رہتا۔

ہاں یہ اُس کا طبیعی اثر ہے۔

تو کیا ہم یہ مانیں کہ اسکلیپیوس ان امور سے باخبر تھا اور اس نے صحت بخش فن کو ان لوگوں کے فائدہ کے لیئے جس کی ساخت از روئے طبیعت سالم تھی پیدا کیا اور جو زندگی بسر کرنے کی عادتوں سے مرض عارض نہ تھا لیکن کوئی خاص شکایت رکھتے تھے اور اس نے اس کے مرض کو دواؤں سے اور نشتر کے استعمال سے دور کر دیا اور ان کے معمولی پیشہ میں کوئی ہرج نہیں واقع ہوا کہ اس سے ریاست کے کام میں خلل پڑتا لیکن جس صورت میں کہ ساخت میں بالکل خرابی تھی اس نے ایسی بدبخت زندگی کے طول دینے کی کوشش نہیں کی ایسی تدابیر سے کہ نظام بدن سے کچھ خارج کیا اور کچھ داخل کیا اور مریضوں کو بچہ کشی کی اجازت دی کہ جیسے وہ علیل تھے ویسی ہی اولاد پیدا کریں اور طبی علاج کو ایسے مریض کے لیے جو اپنی خدمت مفوضہ کو انجام نہ دے سکے ایسا شخص نہ خود اپنے لیئے مفید ہے اور نہ ریاست کے لئے۔

تم یہ خیال کرتے ہو کہ اسکلیپیوس بڑا مدبر سلطنت تھا۔

صاف ظاہر ہے کہ ایسا ہی ہے۔ اور چونکہ وہ اس قسم کا انسان تھا اسکے لڑکے ٹرائے کے میدان میں جو جنگ ہوئی تھی کیسے بہادر ثابت ہوئے اور وہ صحت بخش فن کو اسی طرح کام میں لائے جس طرح میں نے بیان کیا تھا۔ کیا تم بھول گئے جب مینلاس، پنڈارس کے نیزہ سے زخمی ہوا

خون کو زخم کاری سے چوس کر ہلکی بوٹیاں اس پر لگا دیں!!

مگر اس کے بعد اس کے کھانے یا پینے کے لیے نہ اس صورت میں کچھ تجویز کیا نہ یوریپیلوس کے لئے۔ یہ سمجھ گئے کہ جڑی بوٹیاں ایسے لوگوں کے شفا بخشنے کے لیے کافی ہیں جو زخمی ہونے سے پہلے صحیح وسالم تھے اور ان کی زندگی کا طریقہ باقاعدہ تھا اگرچہ انھوں نے اتفاقاً دوسرے وقت ایک مرکب جو کے دلیہ اور شراب اور پنیر کا پیا ہو مگر وہ جن کی ساخت میں علالت اور بے اعتدالی تھی اُن کے بارے میں انھوں نے خیال کیا کہ ایسے شخص کی زندگی نہ اس کی ذات کو کوئی نفع ہے نہ دوسروں کے لیے ان کو یقین تھا کہ ان کا ہنر ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو تندرست کرنے کی کوشش کرنا غلطی ہے اگرچہ وہ میڈس سے زیادہ دولت مند ہوں۔

105

اسکلیپیوس کے لڑکے تمھارے حساب سے بڑے ہوشیار تھے۔

اور سزاوار تھا کہ وہ ایسے ہوتے۔ پھر بھی ٹریجڈی کے مصنف اور پنڈار ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور جبکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اسکلیپوس اپالو کا لڑکا تھا یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اس کو سونا رشوت میں دے کے ترغیب دی کہ امیر آدمی کو جو مر گیا تھا زندہ کیا وہ صاعقہ سے ہلاک ہوا تھا مگر ہم اپنے اصول کے موافق ان کے ان دونوں بیانوں کو یقین نہیں کر سکتے بلکہ بخلاف اس کے ہم اس بات کو مانیں گے کہ اگر وہ دیوتا کا بیٹا تھا تو لالچی نہ تھا اور اگر لالچی تھا تو دیوتا کا بیٹا نہ تھا۔

اس بات میں۔ اس نے کہا۔ ہم بالکل سچے ہوں گے مگر تم سقراط اس معاملہ میں کیا کہتے ہو؟ کیا ہم اچھے طبیبوں کو اپنے شہر میں نہ رکھیں؟

بہترین طبیب وہ ہوں میرے خیال میں جنھوں نے مدت تک عمل کیا ہے صحیح وسالم لوگوں میں بھی اور بیماروں میں بھی جس طرح بہترین اہل جوری وہ ہیں جنھوں نے مختلف قسم کی سیرت کے لوگوں سے میل جول رکھا ہے۔

قطعاً۔ میں نے جواب دیا۔ میری رائے ہے کہ اچھے رکھے جائیں۔

مگر تم جانتے ہو کہ میں کن لوگوں کو ایسا سمجھتا ہوں؟
مجھے معلوم ہو گا جب تم اطلاع دو گے۔
میں ایسا کرنے کی کوشش کروں گا مگر میں سمجھتا ہوں تم نے دو مختلف چیزوں کو ایک ہی الفاظ سے بیان کیا ہے۔
یہ سچ ہے کہ طبیب اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کریں گے اگر انھوں نے بچپنے سے لے کے زیادہ عمر تک نہ صرف اپنے پیشہ کو حاصل کیا ہے بلکہ ان کو بد ترین قسم کے مریضوں سے کام پڑا ہے اور ذاتی تجربہ ہر مرض کا حاصل کیا ہے اور وہ خود اعلیٰ درجہ کی صحت پر از روئے طبیعت فائز نہ تھے۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ طبیبوں کا بدن نہیں ہے جو دوسروں کے بدن کو صحت بخشتا ہے اگر ایسا ہوتا تو کبھی ایسا نہ ہوتا کہ کوئی بیمار ہوتا یا ہو جاتا۔ بلکہ طبیب کا ذہن جو ہوشیاری سے کوئی تدبیر نہ کر سکتا اگر اس میں خرابی آجاتی یا ہمیشہ سے خراب ہوتا۔
تم ٹھیک کہتے ہو۔

106

مگر جو ر رائے میرے دوست ذہن سے ذہن پر کار فرما ہے لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے چھوٹے سے سن سے خراب ذہن کے لوگوں میں پرورش پائی ہو اور ان کے ساتھ ہم نشین رہا ہو اور جملہ اقسام کے جرائم بہ نفس خود تجربہ رکھتا ہو تا کہ وہ جلدی سے دوسروں کے جرم کی شناخت کر لے اپنے ذاتی علم سے گو کہ یہ جائز ہے جسمانی خرابیوں کی صورت میں بلکہ بخلاف اس کے چاہیئے کہ ابتدا سے بچپن کے جملہ تجربات اور بدعادتوں کے لوث سے پاک و صاف ہوں تا کہ نصفت شعاری کی صفت سے موصوف ہوں اور اپنی پاکی طینت سے عدل فرما سکیں۔ اور یہی سبب ہے کہ نیک آدمی جب کہ کمسن ہوں تو سادہ مزاج ہوں اور برے آدمیوں سے اور دھوکا کھا جائیں۔ کیونکہ ان کے شعور میں بدی کی مثالیں جو بد آدمیوں کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہیں موجود نہیں ہوتیں۔
ہاں۔ ان میں بدرجہ غایت فریب میں آجانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔
لہذا اچھا جو ر بنانے کے لئے نوجوان سزاوار نہیں ہے بلکہ بوڑھا۔

اور نا انصافی کا علم اس کو سن دراز ہو کے حاصل ہو نہ اس طرح کہ خود اسکے نفس میں اس کا مسکن تھا بلکہ اس کی تباہی کا تجربہ ایک مدت تک دوسروں کے نفوس میں ملاحظہ کر کے ہوا ہو۔ بالفاظ دیگر ذاتی تجربہ سے اس کا علم نہ ہوا ہو۔

یقیناً یہ شریف ترین وضع جورر کی ہوگی۔

ہاں اور اچھا جورر بھی وہ ہوگا جو کہ زیر بحث ہے۔ کیونکہ وہ جس کا نفس اچھا ہے اچھا ہے۔ مگر آپ کا چالاک اور شکی جورری ہے جو خود اکثر جرائم کا مجرم ہو چکا ہے اور اپنے آپ کو دانست وار اور ہوشیار سمجھتا ہے جبتک اس کو اپنے مانند لوگوں سے کام پڑتا ہے اس سے تعجب انگیز احتیاط کا ظہور ہوتا ہے شکر گزار ہونا چاہئے باطنی مثالوں کا جو ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتی ہیں مگر جب اس کو دیرینہ نیک لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ ایک بیوقوف آدمی سے بہتر نہیں ظاہر ہوتا مع اپنی بے ہنگام احتیاط او جہالت صحیح سیرت کے کیونکہ اس کے پاس اس آثار کی مثال موجود نہیں ہے مگر چونکہ اس کو اکثر شریر آدمیوں سے کام پڑتا ہے نہ کہ نیک آدمیوں سے لہذا وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی ہوشیار نظر آتا ہے نہ کہ بے وقوف۔

یہ بالکل درست ہے۔

پس اس نمونہ کے آدمی میں ہمیں اپنے نیک اور دانشمند جورر کو نہ دیکھنا چاہئے بلکہ پہلے طبقہ کے لوگوں میں۔ کیونکہ بدی ہرگز اپنی ذات کو اور نیز نیکی دونوں کو نہیں جانتی۔ البتہ نیکی ایک اچھی تعلیم یافتہ طبیعت میں ایک وقت اپنی ذات کا علم اور بدی کا علم بھی حاصل کر لے گی۔ پس میری رائے میں نیک خصلت انسان نہ کہ بد عمدہ قاضی ہو سکتا ہے۔

میں تم سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔

تو کیا تم اپنے شہر میں دو مستند جماعتیں ایک طب کی اور دوسری قانون کی نہ مقرر کرو گے ہر ایک کی سیرت اسی طرح کی ہوگی جس کو میں نے بیان کیا ہے وہ صرف ایسے شہریوں کی خدمت کریں گے جن کے جسمانی اور ذہنی

107

ساخت صحیح و سالم ہو گی اور جن لوگوں کے جسمانی قوی ضعیف ہوں گے ان کو مرنے دیں گے اور ایسے لوگوں کو جو از روئے طبیعت فاسد ہوں گے اور ان کا علاج ممکن نہ ہو گا واقعی قتل کریں گے؟

اس نے کہا ہاں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بہترین طریقہ ہو گا خود مریضوں کے لیے اور ریاست کے لیے بھی۔

میں نے کہا اور نوجوانوں کے لیے وہ احتیاط کریں گے کہ ان کو کوئی ضرورت قانون کی نہ ہو گی جب وہ اس سادہ موسیقی کا استعمال کریں گے جس کے بارے میں میں نے بیان کیا ہے کہ وہ پرہیزگاری کو نفس میں پیدا کرے گی۔

بلاشک۔

پس اگر فاضل طالب علم موسیقی کا وہی راستہ جمناسٹک کی تحصیل کے لیے اختیار کرے گا تو کیا وہ اگر اس کی مرضی ہو گی تو وہ اس حد تک کامیاب ہو گا کہ اس کو احتیاج طب کی نہ ہو گی الّا انتہائی صورتوں میں؟

میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا ہو سکتا ہے۔

مزید برآں وہ مشق اور محنت جو وہ اپنے اوپر لازم کرے گا اس کا مقصد یہ ہو گا کہ وہ اپنی طبیعت کے روحانی عنصر کو تحریک دے نہ یہ کہ قوت حاصل کرے اور وہ عموماً پہلوانوں کو پسند نہ کرے گا جو خاص غذا کھاتے ہیں اور صرف اس لئے کثرت کرتے ہیں تاکہ عضلاتی قوت حاصل ہو؟

تم بالکل حق پر ہو۔

پس گلاکن اس قول میں بھی سچا ہوں کہ جو لوگ موسیقی اور جمناسٹک کی تعلیم کے لیے ایک طریقہ مقرر کرتے ہیں اور اس مقصد سے وہ کام نہیں کرتے ہیں جو بعض لوگوں نے ان کی طرف منسوب کیا ہے کہ ایک سے تو ان کا مطلب روحانی ترقی ہے اور دوسرے سے جسمانی؟

کیوں تو پھر اور کیا مقصد ہو سکتا ہے اگر یہ نہیں ہے؟

ظن غالب ہے کہ انھوں نے دونوں کو خصوصاً نفس کی ترقی کے لیے

داخل کیا ہے۔

یہ کیونکر؟

کیا تم ان لوگوں کے ذہن کی امتیازی خصلتوں کو مشاہدہ نہیں کرتے جو
108
تمام عمر جمناسٹک سے مانوس رہے اور موسیقی کی معرفت نہیں حاصل کی؟
اور پھر ایسے لوگوں کو بھی جن کی حالت بالکل اس کے برعکس تھی؟

تم کس بات کا حوالہ دیتے ہو؟

وہ خشونت اور سختی جو ایک میں پائی جاتی ہے اور وہ نرمی اور شرافت
جو دوسرے کی علامت ہے۔

ہاں وہ جو صرف جمناسٹک میں مشغول رہے وہ اس سے زیادہ اوجڈ
ہوجاتے ہیں جتنا ان کو ہونا چاہئے اور وہ جو موسیقی سے مالوف رہے وہ اُس سے
زیادہ نرم ہوجاتے ہیں جتنا اُن کے لئے سزاوار ہے۔

بہرطور ہم جانتے ہیں کہ اُجڈپن ماحصل جیالے عنصر کا ہے اگر صحیح طور
سے اس کی پرورش ہو تو بہادر ہوگا لیکن اگر غیر مناسب درجے تک بڑھایا
جائے تو گمان غالب ہے کہ درشت اور ناخوشگوار ہو جائے۔

میں ایسا خیال کرتا ہوں۔

اچھا تو کیا ملائمت (شرافت) فلسفیانہ مزاج کی صفت نہیں ہے؟
اور ایسی خصلت ہے کہ اگر حد سے زیادہ اس میں مشغولیت ہو تو نرمی
زیادہ پیدا کرے اور مناسب طور سے اس کی پرورش کی جائے تو شرافت اور
باقاعدگی کی موجب ہوگی؟

سچ ہے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ ہمارے محافظوں میں یہ دونوں مزاج ہونا چاہئیں

پس ان میں باہمدیگر میل اور مناسبت نہ ہونا چاہیے؟

بلاشبہ۔

اور جہاں کہیں میل پایا جاتا ہے تو نفس معتدل بھی ہے اور شجاع

بھی ؟

یقیناً۔

اور جہاں ان میں نقص ہو تو نفس میں بزدلی اور ناشائستگی ہو گی ؟

بالکل اسی طور سے۔

لہٰذا جب کوئی انسان اپنے آپ کو موسیقی نے نوازی کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کا نفس کانوں کی قیف سے بہ نکلتا ہے شیریں اور نرم اور غمگین نغموں کے ساتھ جس کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اور اپنی تمام عمر شاد کام ہو کر نغمہ اور غزل میں بسر کرے ایسا آدمی ابتدا میں مثل فولاد کے کس بل رکھتا ہے جو کچھ حصہ جیالے پن کا اس میں ہوتا ہے وہ مفید ہوتا ہے نہ کہ بیکار اور زود شکن ہو وہ طاعت میں سست نہیں ہوتا مگر افسوں گری سے متاثر ہو جاتا ہے پھر وہ پگھلنے لگتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی روح گداختہ ہو کر خارج ہو جاتی ہے اور اس کے نفس کی قوت کا استیصال ہو جاتا ہے اور نیزہ برداری میں کمزور ہو جاتا ہے۔

109

ٹھیک ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور اگر اس نے کم قوت نفس طبیعت کے ہاتھوں پائی ہو تو یہ نتیجہ بہت جلد ظاہر ہوتا ہے لیکن برخلاف اس کے وہ اپنی روح کو ایسا ضعیف کر دیتا ہے کہ وہ بہت جلد مغلوب ہو جائے اور فوراً برافروختہ ہوا اور خفیف اسباب سے خاموش ہو جائے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ایسے اشخاص جیالے ہونے کے بدلے صفراوی اور زود خشم ہو جاتے ہیں اور ترش روئی ان پر غالب آجاتی ہے۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

لیکن اگر بطور دیگر وہ جمناسٹک میں سخت محنت کا عادی ہوتا ہے اور حسب دلخواہ اچھی زندگی بسر کرتا ہے اور موسیقی اور فلسفہ سے کنارہ کرتا ہے تو کیا اچھی حالت اس کے جسم کی ابتدا میں خود اعتمادی اور جیالے پن سے اس کو بھر دیتی ہے اور وہ دلیر اپنے آپے سے گزر جاتا ہے ؟

ہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔

لیکن صرف اس ایک پیشہ میں مصروفیت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور موسیقی کے دیوتا کا اس پر مطلق اثر نہیں پڑتا؟ یہ فرض کر کے بھی کہ ابتدا میں تحصیل علم کا اس کو فی الجملہ ذوق تھا لیکن اگر اس ذوق کو معلومات یا تحقیق سے غذا نہیں ملی اور عقلی بحث سے بے بہرہ رہا تو کیا ایسا شخص کمزور اور بہرا اور اندھا نہ ہو جائے گا بہ سبب مفقود ہونے تحریک اور پرورش کے اور اس سبب سے کہ اس کے حواس کا کبھی کماحقہ تنقیہ نہیں ہوا ہے۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ایسا شخص مباحثہ سے بالکل نفرت کرتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بالکل انپڑھ رہتا ہے اور عقلی ترغیب کو کلیتہً ترک کر دیتا ہے اور کل اپنے کاروبار کو مثل ایک وحشی بہیمہ کے شدت اور درشتی سے بجالاتا ہے اور جہالت اور بیہودگی سے زندگی بسر کرتا ہے جس میں کوئی تناسب اور شان نہیں ہے۔

ٹھیک یہی حالت ہے۔

پس اس کے درست کرنے کے لیے جیسا کہ ظاہر ہوگا یہ دو خالص مزاج جیالاپن اور فلسفیانہ کوئی دیوتا ہے جس کو میں بجائے خود مانتا ہوں۔ انسانوں کو دو ہنر بخشے ہیں موسیقی اور جمناسٹک نہ واسطے نفس اور بدن کے جداگانہ اِلّا ایک ثانوی طریقہ سے بلکہ صریحًا ان دو مزاجوں کے لیے تاکہ کھینچاؤ کی زیادتی یا کمی سے ٹھیک ایسے درجہ پر اتار چڑھاؤ کیے لائیں تاکہ دونوں میں صحیح مناسبت حاصل ہو جائے۔

ایسا ہی معلوم ہوگا۔

پس جو کوئی جمناسٹک کو موسیقی کے ساتھ بہترین طریقے سے خلط کر سکتا ہے اور دونوں کا اثر ذہن پر نہایت دانشمندانہ ہوتا ہے ایسے شخص کو ہم موسیقی میں کامل کہیں گے اور وہ نہایت سچی لے پر حاکم ہے بہ مقابلہ ایسے شخص کے جو بربط کے تاروں کو خوب ملا سکتا ہے۔

ہاں سقراط اور یہ بخوبی موجہ ہے۔

۱۱۰

پس اے گلاکن کیا ایسا کوئی نگرانکار ہمیشہ ہماری ریاست کے لئے مطلوب نہ ہوگا اگر ہماری مشترکہ ریاست کو پائدار رہنا ہے؟

ہاں بیشک ایسا ایک افسر نہایت ضروری ہوگا؟

پس ہمارے نظام تعلیم اور تربیت کے ایسے ہی حدود ہوں گے۔ کیونکہ ہم کو تفصیل سے اس رقص کی جس کا ریاست میں دستور ہے اور شکار اور قواعد یا جمناسیم میں جو تماشے ہوا کرتے ہیں یا گھڑ دوڑ سے کیا سروکار ہے؟ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ جملہ امور موافق ان حدود کے ہوں گے جن کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے دریافت کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

اس نے کہا شاید ایسا نہ ہو۔

بہت خوب اب دوسری کون سی بات ہوگی جس کو ہمیں طے کرنا ہے؟ کیا یہ نہیں ہے کہ جن لوگوں کو ایسی تعلیم دی گئی ہے ان میں سے حاکم کون ہونگے اور محکوم کون ہونگے؟

ہاں لاکلام یہی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جو لوگ مسن ہونگے وہ حاکم ہوں گے اور جو نوعمر ہوں گے وہ محکوم ہوں گے۔

سچ ہے۔

اور یہ بھی کہ ان میں سے جو سب سے اچھے ہوں وہ حاکم ہوں گے۔

یہ بھی سچ ہے۔

کیا بہترین کاشتکار وہ نہیں ہیں جو سب سے زیادہ کاشتکاری میں مہارت رکھتے ہیں۔

ہاں۔

صورت موجودہ میں چونکہ ہم کو بہترین محافظ درکار ہیں تو کیا ہم ان کو ان میں نہ پائیں گے جو سب سے زیادہ قابلیت ریاست کی حفاظت کی رکھتے ہیں؟

ہاں۔

پس اس مقصد کے لیے کیا ان کو صاحب عقل اور قوی اور ریاست سے خبردار نہ ہونا چاہیئے۔

ضرور ہونا چاہیئے۔

اور ایک انسان سب سے زیادہ اس چیز سے باخبر ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے؟

بیشک۔

اور بلاشک انسان اس چیز سے سب سے زیادہ محبت کریگا جس کے اغراض اس کے اغراض کے مماثل ہوں گے اور جس کی خوشحالی یا بدحالی میں وہ اپنی قسمت کو شامل سمجھتا ہے۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

پس پوری جماعت سے محافظین کی ہم ان افراد کو منتخب کریں گے جن کو یہ شہرت حاصل ہے کہ انھوں نے تمام عمر نہایت شوق سے ایسا کام کیا ہے جو ریاست کے لیے مفید ہے اور نہایت سختی کے ساتھ ایسے کام کے کرنے سے انکار کیا ہے جس کو وہ اس کے برعکس سمجھے۔

ہاں اس نے کہا ایسے ہی لوگ اس کام کے مناسب ہیں۔

پس میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو چاہیئے کہ ہر مرحلہ حیات میں ایسے لوگوں کو دیکھتے رہیں کہ وہ استواری کے ساتھ اس اعتقاد پر قائم رہیں اور وہ فریفتگی یا زورازوری سے کبھی نہیں بھولے نہ اس یقین سے دست بردار ہوئے کہ ریاست کے ساتھ بہترین سلوک ان کو کرنا چاہیئے۔

یہ دست برداری کیا ہے جس کا تم ذکر کرتے ہو؟

میں تم سے بیان کروں گا۔ مجھ پر ایسی رائیں ظاہر ہوتی ہیں کہ ذہن کو خواہ عمداً خواہ سہواً چھوڑ دیا جاتا ہے جھوٹی رائے کو عمداً جبکہ صاحب رائے اپنی غلطی کو معلوم کرلیتا ہے اور سچی رائے بلا ارادہ سہواً ترک ہوجاتی ہے میں عمداً ترک کرنے کے معنی سمجھ گیا مگر بلا ارادہ ترک کرنے کے معنی مجھ کو سمجھنا ہیں۔

اچھا تو کیا اس بات میں تم مجھ سے اتفاق نہیں کرتے کہ لوگ اچھی چیزوں سے محروم ہو جاتے ہیں اپنی مرضی کے خلاف اور بری چیزوں سے اپنی مرضی کے موافق ؟ اور کیا یہ بری بات نہیں ہے کہ جھوٹ میں مبتلا ہو جائے اور سچائی پر قابض ہونا اچھی بات ہے ؟ اور کیا تم یہ خیال نہیں کرتے کہ سچائی پر قابض ہونے سے یہ مراد ہے جبکہ اس کی رائیں چیزوں کو اس طرح بیان کرے جیسی وہ ہیں ؟

ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ لوگ سچی رائے سے محروم ہو جاتے ہیں خلاف اپنی مرضی کے۔

پس جب ایسا واقع ہوتا ہے تو یا چوری کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے یا جادو سے یا زبردستی سے ؟

اب بھی میں نہیں سمجھا۔

مجھے خوف ہے کہ میں ایسی زبان میں اظہار مطلب کرتا ہوں جیسے ٹریجڈی کی زبان ہوتی ہے۔ ان لوگوں سے جن پر چوری کا عمل ہوا میں ایسے لوگ مراد لیتا ہوں جو حجت سے بہکا دئیے گئے یا اپنا اعتقاد بھول گئے کیونکہ ایک صورت میں حجت اور دوسری صورت میں وقت نے چپکے سے ان کی رائے کو اڑا دیا۔ میرا خیال کہ اب تم سمجھ گئے۔

ہاں۔

جن لوگوں پر زبردستی کی گئی وہ ایسے لوگ ہیں جن کی رائیں درد یا رنج سے بدل گئیں۔

یہ بھی میں سمجھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں تم حق پر ہو۔

اور وہ جن پر جادو کیا گیا تم خود میری رائے میں یہ بیان کرو گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی رائے خوشی کے اغوا یا خوف کے دباؤ سے بدل گئی۔

ہاں۔ ہر چیز جو دھوکا دیتی ہے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے جادو کیا۔

پس جیسا کہ میں نے ابھی کہا تھا اس باطنی اعتقاد کے بہترین حافظ کون لوگ ہیں کہ وہ ہمیشہ وہی کریں گے جس کو وہ ریاست کے لئے سب سے

112

بہتر خیال کرتے ہیں۔ ہم کو چاہئیے کہ ابتدائے طفولیت سے ان پر نظر رکھیں ان کو ایسے کام کرنے کو دیں جن میں غالباً لوگ فراموش کر دیں گے یا اس اعتقاد سے بہلائے جائیں گے اور بعدہ ہم ایسے لوگ انتخاب کریں جن کا حافظہ مضبوط ہے اور فریب ان پر چل ہی نہیں سکتا اور باقی کو خارج کر دیں گے کیا ہم ایسا نہ کریں ؟

ہاں (ایسا کریں)

ہم ان کے لیے محنت کے کام اور تکلیفات اور تزاعین مقرر کریں اور ان کی سیرت کے آثار کو ملاحظہ کرتے رہیں۔

ٹھیک ایسا ہی چاہئیے۔

اور تیسری قسم کا امتحان چاہئیے کہ مفتونی سے ان کی جانچ کریں اور انکا راہ و رویہ دیکھیں اور جس طرح ناکتخدا بچھیرے کو غل شور اور اژدحام میں لا کے یہ دیکھتے ہیں کہ وہ بزدل تو نہیں ہے اسی طرح نوجوانوں کو خوف اور دہشت کے سامنے لائیں اور فوراً عیش و عشرت کے مقامات میں منتقل کر دیں اور جس طرح سونے کو تاؤ دے کے کستے ہیں اس سے زیادہ نوجوانوں کو جانچیں اور دیکھیں کہ وہ ہر حالت میں مفتونی سے دور رہتے ہیں اور ان کی وضع مناسب ہے اور وہ اپنی ذات کی اور موسیقی کی جو ان کو سکھائی گئی ہے حفاظت کرتے ہیں جس کو خود انھوں نے پسند کیا ہے اور ہر موقع پر قوانین اوزان بحور اور تال میل کے سچے ہیں اور اس طریقے سے کار فرما ہوتے ہیں جس سے وہ اپنی ذات کے لئے اور ریاست کے لئے بھی بہت مفید ہو جاتے ہیں اور جو کوئی وقتاً فوقتاً بچپن جوانی اور سن تمیز میں امتحان میں پورا اترتا ہے چاہئیے کہ حاکم اور حافظ شہر کا مقرر کیا جائے اور حیات اور ممات میں اسکو عزت بخشی جائے اور اس کو اعلیٰ درجہ کے امتیاز تجہیز و تکفین اور اس کی یادگار بطور خراج اس کی تعظیم کے لئے قائم کی جائے اور جن لوگوں کا چال چلن اس کے خلاف ہو وہ خارج کر دئے جائیں سائے گلاکن مجھ کو یہ طریقہ حکام اور محافظوں کے انتخاب اور تقرر کا درست معلوم ہوتا ہے۔ یہاں صرف اس طریقے کے حدود

بیان کردیئے گئے ہیں اور تفصیل کی صحت کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔
قریب قریب میری بھی یہی رائے ہے۔
پس درحقیقت ان لوگوں کو کامل محافظ کے نام سے نامزد کرنا نہایت درست ہے۔ وہ اس صفت سے موصوف ہیں کہ دوست وطن میں صلح و آشتی سے رہیں اور دشمن بیرونی کوئی شرارت نہ کرسکیں۔ اور ہم نوجوانوں کو اب تک محافظ قرار دیتے آئے ہیں ان کو معاون کہیں گے ان کا یہ فریضہ ہوگا کہ حکام کے مقاصد کی تائید کریں؟
اس نے کہا میں بھی یہی خیال کرتا ہوں۔
جب یہ صورت ہے۔ میں نے کہا۔ تو کیا ہم عاقلانہ طریقے سے ایک برمحل افسانہ ایجاد کریں جس کا ہم نے تذکرہ کیا تھا ایسا دلچسپ اور دل آویز قصہ پیش کریں کہ اگر ممکن ہو تو حکام بھی اس کو یقین کرلیں اور اگر وہ نہ مانیں تو شہر کے اور لوگ تو اس کو تسلیم کرلیں؟
کس قسم کا قصہ؟
کوئی جدید افسانہ نہیں بلکہ فنیشیہ کی ایک کہانی شعرا کہتے ہیں کہ اس کا وقوع اکثر مقامات میں پیشتر ہوچکا ہے اور لوگ اس کو مانتے ہیں لیکن ہمارے عہد میں اس کا وقوع ہوسکتا ہے اس کے منوانے کے لیے اعلیٰ درجہ کی ترغیب درکار ہوگی کہ لوگ اس کو مانیں۔
تم اس کو کہتے ہوئے کچھ جھجکتے سے ہو۔
جب میں اس کا بیان کروں گا تو تم خیال کروگے کہ میری جھجک بالکل طبعی تھی تم دلیرانہ اس کو کہہ ڈالو اور کچھ خوف نہ کرو۔
اچھا تو میں کہتا ہوں۔ مگر مجھے نہیں معلوم کہ ایسی جرات کہاں سے پیدا کروں اور الفاظ کہاں سے لاؤں کہ اپنا مافی الضمیر ادا کرسکوں۔ میں کوشش کروں گا۔ میں کہتا ہوں پہلے حکام کے ذہن نشین کروں گا اور پھر فوجی طبقہ کو اور ان کے بعد باقی اہل شہر کو کہ جب ہم تم کو تعلیم و تربیت کررہے تھے تو تم کو محض وہم تھا جیسے خواب میں کہ یہ سب کچھ تم پر یا تمہارے

گرد و پیش گزر رہا ہے درحقیقت تم بنائے جا رہے تھے اور تعلیم پا رہے تھے شکم زمین میں جہاں تم خود اور تمھارے سلاح اور ضروریات بن رہے تھے جب تم اور تمھارے ضروریات بنکر تیار ہو گئے تو تمھاری حقیقی ماں نے تم کو اپنی بالائی سطح پر بھیجدیا پس اب تم اس سرزمین کو جہاں تمھاری سکونت ہے اپنی ماں اور دایہ تصور کرو اور اس پر اگر کوئی حملہ آور ہو تو اس کو دفع کرو اور اپنے ہم شہریوں کو اپنا بھائی سمجھو اسی زمین کی اولاد۔

یہ امر بلاوجہ نہ تھا کہ تم اتنی دیر تک اپنا افسانہ کہتے ہوئے پس و پیش کرتے

114

تھے تاہم میرا باقی قصہ سنو۔ ہم اپنے لوگوں سے قصہ کی زبان میں کہیں گے تم بلاشک سب بھائی ہو جتنے شہر میں سکونت رکھتے ہیں مگر خدا نے جو تمھارا خالق ہے ان لوگوں کو جو حکمرانی کی صفت سے موصوف ہیں ان کی ترکیب میں سونا ملا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ درجہ کی قیمت رکھتے ہیں اور معاون حکام میں چاندی کا جز شریک کیا ہے اور کاشت کاروں اور اہل حرفت میں لوہے اور تانبے کو داخل کیا ہے۔ پس چونکہ تم باہم دیگر قرابت رکھتے ہو اگرچہ تمھاری اولاد عموماً ماں باپ کے مشابہ ہوگی تاہم بعض اوقات سونے کے والدین سے چاندی کا بچہ پیدا ہوگا اور چاندی کے والدین سے سونے کا بچہ ہوگا قس علیٰ ہذا۔ ہر ایک سے ہر ایک پیدا ہوگا۔ حکام کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کے دیوتاؤں کی جانب سے یہ کام سپرد ہوا ہے کہ بیدار مغز حاکم کی حیثیت سے کہ اولاد کو نہایت ہوشیاری سے ملاحظہ کریں کہ کون سی دھات ان کے نفس کی ترکیب میں داخل ہے اور ایک بچہ ان کے طبقہ کا تانبے یا لوہے کے میل سے پیدا ہوا ہے تو اس پر ہرگز رحم نہ کریں بلکہ اس کی وہی قیمت قرار دیں جو اس کی فطرت کا مقتضا ہے اور اس کو اہل حرفت یا کاشتکاروں کے طبقہ میں داخل کر دیں اور اگر ان میں کوئی بچہ پیدا ہو جس میں سونے یا چاندی کا میل ہو کسنے کے بعد اس کو بلند مرتبہ پر محافظ یا معاون کے پہنچا دیں کیونکہ ایک فال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب شہر کی حفاظت لوہے یا تانبے سے ہوگی تو شہر تباہ ہو جائے گا۔ کیا تم ایسی کوئی تجویز بتا سکتے ہو جس سے لوگ اس قصہ پر

یقین کریں ؟

نہیں کوئی نہیں جس سے ہم ان لوگوں کو جن سے جدید ریاست کی ابتدا کی جاتی منوا سکیں مگر میرا خیال ہے کہ باشندگان حال کی اولاد اور انکے بعد جو نسل آئے گی اور دوسری آنے والی نسلیں تعلیم کی جا سکتی ہیں شاید کہ اس پر یقین لائیں۔

اچھا میں نے کہا شاید کہ اس کا بہتر اثر ہو کہ وہ شہر کی زیادہ خبرداری کریں اور باہمدگر ایک دوسرے کی حفاظت کریں کیونکہ میں تمھارا منشا بخوبی سمجھا ہوں۔ بہر طور قصہ کو اس کی تقدیر پر چھوڑ دو لیکن ایک حصہ کیلئے جبکہ ہم نوجوانوں کو جو اس زمین کے بچے ہیں ہم نے مسلح کیا ہم ان کو ان کے افسروں کے ماتحت کر دیں کہ وہ آگے بڑھیں یہاں تک کہ شہر میں پہنچ جائیں پھر وہ اپنے گرد اگرد دیکھ کے ایک عمدہ مقام اپنی چھاؤنی کے لیے دیکھیں جہاں سے وہ باشندگان شہر پر اپنا رعب داب قائم کریں اگر کوئی قانون کی خلاف ورزی کی جانب مائل ہو اگر کوئی غنیم بیرونی جو مثل بھیڑیئے کے چرواہے کے گلے پر آتا ہو اس کو دفع کریں۔ اور جب وہ اپنی چھاؤنی ڈال چکیں اور جن دیوتاؤں کو قربانیاں چڑھانا مناسب ہو چڑھا چکیں تو ان کو اپنی خوابگاہوں کا بندوبست کرنا چاہئے۔ کیا یہ سب درست ہے ؟

115

درست ہے۔

اور یہ خوابگاہیں ایسی کہ جاڑے اور گرمی کے موسموں میں محفوظ رہیں کیا ایسا نہ ہو ؟

بے شک تمھاری مراد سکونت کے مکانوں سے ہے اگر میں غلطی نہ کرتا ہوں۔

ہاں یہی میری مراد ہے مگر سکونت کے مکان سپاہیوں کے نہ دولتمندوں کے ان دونوں میں کیا فرق تم قرار دیتے ہو۔

میں نے جواب دیا تمھیں سمجھانے کی کوشش کروں گا میں سمجھتا ہوں کہ چرواہوں کے لئے یہ نہایت خباثت اور فضیحت کی کارروائی ہوگی اگر وہ اپنے گلے کی حفاظت کے لیے ایسی نسل کے کتے رکھیں یا ان کے ساتھ ایسا

سلوک کریں کہ بسبب سرکشی یا بھوک یا کسی خراب میلان کی وجہ سے خواہ وہ کچھ ہی ہو کتے خود ہی بھیڑوں کو پریشان کرنے لگیں اور بھیڑیوں کا چلن اختیار کریں نہ کتوں کا۔ بلا شک یہ سخت خباثت ہوگی۔

تو کیا ہم کو ہر طرح کی احتیاط نہ کرنا چاہیے کہ ہمارے معاونوں کا طبقہ جو بہ نسبت اور شہریوں کے زیادہ قوی ہے وہ اس طرز کا سلوک کرے اور وحشی عفریتوں کے مثل ہو نہ کہ دوست دار معین؟

احتیاط کرنا چاہیئے۔

اور ان کے لیے بہترین حفاظت مہیا کرنا چاہیئے اگر وہ واقعی اچھے تعلیم یافتہ ہوں؟

اس نے زور سے کہا اچھے تعلیم یافتہ تو وہ خود ہی ہیں۔

جس کا میں نے یہ جواب دیا میرے پیارے گلاکن تو پھر اس امر پر زور دینا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اس بات کو ماننا زیادہ ضروری ہے جس کو ہم نے ابھی کہا تھا کہ ان کو درست تعلیم پانا چاہیئے۔ وہ تعلیم کچھ ہی ہو اگر وہ اس صفت سے موصوف ہونا چاہتے ہوں کہ ایک دوسرے سے بہ آشتی اور بہ نرمی پیش آئیں اور ان لوگوں کے ساتھ جن کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔

سچ ہے۔

لیکن ماورا اس تعلیم کے ایک ذی عقل انسان کہے گا کہ اُن کے مکانات اور ان کے دوسرے حالات عموماً اس طرح پیمانے سے منظم ہوں کہ ان کو کامل محافظ ہونے سے مانع ہو سکیں اور نہ ان کو دوسرے شہریوں کے ساتھ شرارت کرنے پر برانگیختہ کریں۔

وہ سچائی کے ساتھ ایسا کہے گا

میں نے کہا اس بات پر غور کرو آیا مذکورۂ ذیل تجویز ان کی زندگی اور سکونت کے لیے درست ہوگی اگر ان کی ایسی سیرت ہو جو میں نے بیان کی ہے۔ اولاً یہ کہ کسی کے پاس ذاتی جائداد نہ ہو اگر اس سے بچانا ممکن ہو تا نیاً کسی کے پاس ایسا مکان یا کوئی گودام جس میں اگر اور لوگ چاہیں

تو نہ جا سکیں جس قدر ضروریات ایک معتدل اور جری شخص کے لئے درکار ہوں جو جنگ کے لیے تعلیم دیئے گئے ہوں چاہیے کہ ان کو باقاعدہ طریقہ سے اپنے ہم شہریوں سے وصول ہوتے ہوں بطور معاوضہ ان کی خدمت کے اور وہ مقدار اس قدر ہو کہ نہ تو سال کے مصرف کے بعد اس میں سے پس انداز ہو اور نہ کمی ہو اور وہ شریک ہو کر خورد نوش کریں جس طرح سے لوگ چھاؤنیوں میں بسر اوقات کرتے ہوں اور سونے چاندی کے باب میں ہم ان سے کہہ دیں کہ ان کا دائمی قبضہ ایک قسم کی نفیس خدائی دھات پر ہے جن کو خود دیوتاؤں نے اُن کے نفس میں ودیعت رکھا ہے لہذا ان کو اس زمینی معدن کی حاجت نہیں ہے فی الواقع یہ اولیٰ ہے کہ ان کی روحانی دولت اس زرفانی کے ساتھ ملا کے ناپاک کی جائے۔ کیونکہ دنیاوی سکہ بے شمار بے دینیوں کا باعث ہوا ہے درحالیکہ ان کا سکہ بے غش ہے لہذا ان کے لئے بمقابلہ اور لوگوں کے یہ امتیاز حاصل ہے ان کے لئے اس سونے چاندی کا رکھنا اور چھونا ممنوع قرار دیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ایک چھت کے نیچے قیام کرنا یا سونے چاندی سے اپنے لباس کو آراستہ کرنا یا ظروف میں پینا اگر وہ ان قواعد کے پابند ہوں گے تو وہ خود بھی محفوظ رہیں گے اور شہر کے نجات بخشنے والے ہوں گے۔ اور اگر وہ ذاتی اراضی اور مکانات اور زر پر قابض ہوں گے تو وہ مکان دار اور کاشتکار ہوں گے بجائے محافظ ہونے کے اور وہ معاندانہ مالک اپنے ہم شہریوں کے ہو جائیں گے نہ کہ ان کے معین۔ اور وہ تمام زندگیاں اپنی نفرت کرنے اور نفرت کئے جانے اور سازشیں کرنے اور ان کے خلاف سازشیں کئے جانے میں بسر ہوں گی اور ہمیشہ گھر ہی کے دشمنوں سے ڈرتے رہیں گے بہ نسبت بیرونی دشمنوں کے اور اسی وقت میں وہ خود اور تمام شہر معرض تباہی میں رہے گا۔ ان وجوہ سے میں نے دریافت کیا۔ کیا ہم کہیں کہ گزشتہ بیان جائز انتظام مکانات کا ہے اور

ہمارے محافظوں کے ضروریات کا ہے اور ہم اسی کے موافق قانون نافذ کریں۔ یا نہ کریں۔

گلاکن نے کہا ہاں بہر طور یہ انتظام درست ہے۔

مقالۂ چہارم

اس موقع پر ایدیمانٹس نے دخل دیکے یہ سوال کیا۔ سقراط تم اس اعتراض کا کیا جواب دوگے اگر کوئی کہے کہ تم اس طبقہ کے لوگوں کو کچھ بہت خوش نہیں کرتے؟ 117
اور یہ انھیں کا قصور ہے اگر وہ خوش وقت نہیں ہیں۔ کیونکہ شہر تو درحقیقت انھیں کا ہے مگر ان کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جیسا دوسروں کو پہنچتا ہے جن کے پاس زمین کے قطعے ہیں اور وہ خوبصورت عالیشان مکان تعمیر کرتے ہیں اور ان کو مکانوں کی شان کے لائق سمجھتے ہیں اور بطور دیوتاؤں کی نذرونیاز کرتے ہیں اور دوستوں کی ضیافت کرتے ہیں اور فی الواقع جیسا تم نے ابھی کہا تھا ان کے پاس سونا چاندی ہے اور ہر چیز جو خوشحالی کے لیے ضروری ہے اور ہمارے غریب شہری مثل کرایہ کی فوج کے ہیں جو قلعہ کی سپاہ کی طرح ہر وقت خدمت کرتے رہتے ہیں۔

ہاں میں نے کہا تھا اور اسی خدمت کے لیے ان کو صرف خوراک دی جاتی ہے اور اپنے راتب کے علاوہ ان کو اور کچھ نہیں ملتا۔ مثل اور لوگوں کے ان کو یہ مقدور نہ ہوگا کہ جب ان کی خوشی بطور خود ہو سفر کریں یا آشناؤں کو تحفے دیں یا کسی اور نفسانی خواہش کے لئے روپیہ صرف کریں مثل ان لوگوں کے جو دنیا میں خوش کہے جاتے ہیں یہ اور بہت سے ایسے ہی الزام اس فرد جرائم میں تم نے چھوڑ دئے ہیں۔

اچھا۔ اس نے کہا۔ فرض کرو کہ یہ سب اس الزام میں داخل ہیں۔

تو پھر تم یہ پوچھتے ہو کہ اس کا دفاع ہم کس طرح کریں؟

ہاں۔

اسی راستہ پر مثل سابق کے چلے جائیں تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ کیا جواب دینا چاہیے۔ ہم یہ جواب دیں گے اگرچہ ہم کو تعجب نہ ہوگا کہ اگر یہ طبقہ حالات مفروضہ میں بہت خوش ہو۔ لیکن ہمارا مقصد اس ریاست کے بنانے سے یہ نہیں ہے کہ کوئی طبقہ سب سے بڑھ کے خوش ہو بلکہ تمام ریاست اس قدر خوش ہو جس قدر ممکن ہے۔ کیونکہ ہم نے یہ خیال کیا کہ ایسی ریاست میں ہم غالباً عدالت کو پائیں گے جیسا کہ بطور دیگر ہم اس ریاست میں جہاں کا نظم و نسق خراب ہو ہم ظلم کو پائیں گے اور جب ہم دونوں کا مشاہدہ کر کے اس مسئلہ کو حل کر سکیں گے جس کی ہم تحقیق کر رہے ہیں۔ بالفعل ہم یقین کرتے ہیں کہ ہم خوشحال ریاست بنا رہے ہیں نہ یہ کہ چند ارکان کا انتخاب کر کے ہم ان کو خوش کر دیں بلکہ کل ریاست کا خوش ہونا چاہتے ہیں۔ اب ہمیں ایک ایسی ریاست کو جانچنا چاہیئے جو اس کے برعکس ہو۔ فرض کرو کہ ہم مورتوں میں رنگ بھر رہے ہوں اور کوئی شخص ہمارے پاس آئے اور ہم کو الزام دے کہ ہم نے سب سے زیادہ خوبصورت اجزائے بدن کو سب سے زیادہ خوبصورت رنگ کیوں نہ دیا کیونکہ آنکھیں سب سے خوبصورت عضو ہیں ان کو قرمزی رنگ کیوں نہ دیا بلکہ سیاہ رنگا تو ہم اس کے دماغ کے لیے یہ کافی سمجھیں گے اور یہ جواب دیں گے جناب یہ نہ سمجھو کہ ہم آنکھوں کو ایسا خوبصورت بنائیں کہ وہ آنکھیں نہ معلوم ہوں اور دوسرے اعضا کو بھی ایسا ہی بنائیں بلکہ دیکھو اگر ہم ہر عضو کو ویسا ہی رنگ دیں جو اس کے لیے مناسب ہے تو کل شبیہ خوبصورت ہو جائے گی۔ اسی طرح موجودہ صورت میں ہم کو مجبور نہ کرو کہ محافظوں کو اس نوع کو خوشحالی بخشیں کہ ان کو سوائے محافظ کے کچھ اور بنا دیں کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ ہم اسی اصول سے کاشت کاروں کو لمبی دامن دار قبائیں پہنائیں اور طلائی دستار ان کے سروں پر رکھیں اور ان سے اُن کے حسب مرضی ہل جتوائیں اور کمہاروں کو کوچ پر لٹائیں اور آتش خانوں میں آگ ہو اور شراب کا دور چلتا ہو اور راگ رنگ کی صحبت ہو اور چاک پہلو میں

118

رکھا ہو اور ان کو ہدایت کی جائے کہ اپنے حسب خواہش یا مرضی کام میں مشغول رہو جس حد تک خوشگوار ہو اور ہم اسی قسم کی راحت دوسرے باشندگان ریاست کو بھی عنایت کریں تاکہ کل ریاست اس طور سے خوش وقت ہو۔ مگر ہم کو ایسی نصیحت نہ کرو کیونکہ اگر ہم تمھاری سفارشوں پر عمل کریں تو نہ کاشتکار کاشتکار رہیں گے نہ کمھار کمھار ہوں گے اور کوئی ان اہل پیشہ اور حرفہ سے جو کہ ایک ریاست کے بناتے ہیں اپنی صنعت خاص پر باقی نہ رہیں گے۔ اور پیشوں کے لیے تو چنداں مضائقہ نہیں کیونکہ چمار اگر نکمے اور ان میں تنزل اور تکلف نے راہ پائی تو ریاست کو کچھ ایسا ضرر نہ پہنچیگا مگر جب محافظ قانون اور حفاظ ریاست فقط صورت میں ایسے اور در حقیقت نہ ہوں وہ ریاست کے استیصال کے باعث ہوں گے کیونکہ دوسری صورت میں وہی تو کل ریاست میں خوشوقتی اور خوش حالی کے موجب ہیں پس جبکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اصلی حفاظ بنائیں جو تا حد ارکان ریاست کے لیے فساد سے دور ہوں اور معترض کا یہ منشا ہے کہ وہ طبقہ جو کاشت کار ہے رنگ رلیاں مناتا ہو اور اس کے لیے دن عید رات شب برات ہو نہ کہ ایک ریاست کے ارکان کی حیثیت سے اپنے فرایض ادا کرتا ہو اس صورت میں یہ ریاست ریاست نہ ہوگی پس ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ آیا ہمارا مطلب یہ ہے کہ حفاظ کو سب سے بڑھی ہوئی خوش وقتی نصیب ہو یا یہ کہ تمام ریاست عیش و راحت میں ہو اعمہ رہمارے حفاظ اور معین یہ سمجھائے جائیں بلکہ مجبور کیے جائیں کہ وہ اس امر کو حاصل کریں کہ وہ اپنے فریضہ کو اس طرح بجالائیں جیسے بہترین کاریگر اپنا کام کرتے ہیں اور سب کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں اور اس صورت پر شہر کا بہترین نظم و نسق ہو اور ہر شخص کو اس قدر خوش حالی نصیب ہو جو طبیعت نے اس کے لیے مقرر کی ہے۔

119

میں خیال کرتا ہوں جو تم کہتے ہو وہ بالکل بجا اور درست ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جو قضیہ گزشتہ قضیہ کے ساتھ ویسی نسبت رکھتا ہے جو بہن کو بہن سے ہوتی ہے وہ بھی قابل اطمینان ہے۔

وہ کیا ہے ؟

غور کرو کہ دوسرے اہل حرفہ بھی ان عمال کی وجہ سے خراب اور تباہ ہو جائیں گے ان عمال سے کیا مراد ہے ؟

میں نے کہا دولت اور افلاس۔

یہ کیونکر ؟

اس طرح: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ایک کمھار جب وہ دولتمند ہو جائیگا تو وہ اپنی حرفت کی پروا کرے گا ؟

ہرگز نہیں۔

بلکہ وہ بہ نسبت سابق کے زیادہ سست اور بے پروا ہو جائے گا۔

ہاں بہت زیادہ۔

تو کیا وہ بدتر کمھار نہ ہو جائے گا ؟

ہاں بہت ہی برا کمھار۔

بوجہ دیگر اگر بہ سبب افلاس نہ خود وہ اپنے لیے عمدہ اوزار یا دیگر ضروریات اپنے پیشہ کے مہیا کر سکے گا وہ ادنیٰ درجے کی چیزیں پیدا کرے گا اور اس کے لڑکے یا شاگرد اپنا پیشہ اچھی طرح سیکھ سکیں گے۔

لامحالہ۔

پس یہ دونوں حالتیں دولت اور افلاس کاریگروں کی پیداوار میں تنزل پیدا کریں گی اور خود کاریگروں میں بھی۔

ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

پس ظاہر ہے کہ ہم نے اور کچھ امور اپنے محافظوں کی خبرداری کیے دریافت کر لئے ہیں تاکہ وہ ہر طرح کی احتیاط کریں ایسا نہ ہو کہ ان کی آنکھ بچاکے وہ شہر میں داخل ہو جائیں۔

وہ کیا ہیں ؟

120 میں نے جواب دیا دولت اور افلاس کیونکہ اول (دولت) تعیش اور کاہلی اور جدت اور دوسرا (افلاس) فرومایگی اور بری کاریگری اور جدت بھی۔

ٹھیک اسی طرح۔ لیکن بوجہ دیگر سقراط غور کرو ہمارا شہر جنگ پر کس طرح جلانے کے قابل ہوگا اگر اس کے پاس دولت نہ ہو خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ بمقابلہ ایک دولتمند اور آباد شہر کے جنگ پر مجبور ہو۔

میں نے جواب دیا ظاہر ہے ایسی ایک ریاست کے مقابلہ میں جنگ کرنا اس کے لیے دشوار ہوگا لیکن بمقابلہ دو کے آسان ہوگا۔

یہ کیونکر؟

اولاً اگر وہ لڑنے پر مجبور ہوں تو کیا ان کے حریف دولتمند ہوں گے مگر وہ خود قواعد داں سپاہی ہوں گے؟

ہاں اس حد تک یہ سچ ہے۔

تو پھر ایدیمانطس کیا تم یقین نہیں کرتے کہ ایک مشت زن جس کو اپنے کام کی کامل تعلیم دی گئی ہو دو آدمیوں سے جو دولت مند اور فربہ ہوں جو مشت زنی کو نہیں جانتے لڑنا سہل ہوگا۔

شاید دونوں سے ایک ساتھ ہی نہ ہو۔

کیوں نہیں اگر وہ میدان دے دے جب تک ایک حریف دوسرے سے آگے بڑھے اور اب اس کو گھیر لے اور حملہ کرے اور سخت تیز دھوپ میں اسی طرح چند بار صف آرا ہو؟ کیا ایسا مبارز دو ایسے بلکہ زیادہ حریفوں کو زیر کر سکے گا۔ اس نے جواب دیا بے شک اس میں کوئی بڑی تعجب کی بات نہ ہوگی۔

اور کیا تم نہیں خیال کرتے کہ دولت مندوں کو مشت زنی کے علم و عمل سے زیادہ تر وقوف ہوگا نہ کہ فن جنگ سے؟

میں خیال کرتا ہوں۔

پس گمان غالب ہے کہ ہمارے قواعد داں سپاہیوں کو اپنی تعداد سے دو چند سہ چند کے ساتھ جنگ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

میں تمھاری بات مانے لیتا ہوں کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ تم سچے ہو۔ لیکن فرض کرو کہ ان کو دو میں سے ایک شہر کو سفارت بھیجنا ہو

اور حقیقت حال کہدی جائے کہ ہم سونے چاندی سے کام نہیں لیتے اور نہ ہم میں یہ جائز ہے ہاں تمھارے یہاں جائز ہے لہٰذا اپنی فوجیں ہماری فوج کے ساتھ ملا لو اور دوسرے لوگوں کی ملکیت (لوٹ) تم لے لو کیا تم سمجھتے ہو کہ کوئی جماعت جب اس بات سے آگاہ ہو جائے گی تو وہ پسند کرے گی کہ ان دبلے قانتے کتوں سے جنگ کرے بلکہ وہ لوگ ان کتوں کے ساتھ مل کے موٹی اور نرم بھیڑوں پر دوڑ پڑیں گے؟

121 میرے قیاس میں نہیں آتا۔ مگر دوسرے فریق کی دولت کا اجتماع ایک شہر میں اس شہر کے لیے خوفناک ہوگا جو دولت مند نہیں ہے؟

میں تمھارے خیال پر تم کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم ایسے اجتماع کو شہر کہتے ہو جو ہمارے شہر کا مثنیٰ نہیں جس کو ہم نے مرتب کیا ہے۔

کیوں تو پھر تم کیا کہو گے

دوسرے شہروں کو کسی بڑے نام سے پکارنا چاہیے کیونکہ ہر ایک ان میں سے چند شہروں کا مجموعہ ہے نہ کہ ایک شہر جس طرح کھیل میں کہتے ہیں۔ بہر صورت دو شہر کہو نہ ایک ایک دوسرے کا دشمن ایک غریبوں کا شہر اور دوسرا امیروں کا شہر اور ہر ایک میں انہیں سے متعدد شہر ہیں اگر تم انکو ایک سمجھتے ہو تو تم بالکل غلطی پر ہو۔ اگر تم ان کو متعدد سمجھو اور ایک طبقہ کو ملکیت اور قوت یا بلکہ لوگ بھی دوسرے کے تو تم کو ہمیشہ بہت سے معین ملیں گے اور چند دشمن اور جب تک تمھارے شہر پر ہوشیار حکمرانی کی جائے گی ان اصول پر جو فی الحال بیان کیئے گئے ہیں تو یہ شہر بہت بڑا شہر ہوگا یہ میں نہیں کہتا کہ اس کو یہ شہرت حاصل ہوگی بلکہ درحقیقت وہ بہت بڑا شہر ہوگا۔ اگرچہ اس کی فوج میں ایک ہزار سے زاید سپاہی نہ ہوں کیونکہ

لہ۔ اس کتاب کے شراح لکھتے ہیں کہ ایک کھیل تھا جس کو مدائن (مدینہ کی جمع) کہتے تھے جس کو گوٹوں سے کھیلتے تھے مگر اس کے کھیلنے کا طریقہ ہم کو نہیں پہنچا ۱۲ مترجم

تم ایسا عظیم الشان شہر آسانی سے نہ پا سکو گے نہ یونانیوں میں نہ بربستان (وحشیوں) میں۔ اگرچہ تم کو ایسے بہت شہر ملیں جو حسب ظاہر اس شہر سے چند مرتبہ بڑے ہوں۔ کیا تمھارا خیال اس کے خلاف ہے؟

نہیں ہرگز اس کے خلاف نہیں ہے۔

میں نے کہا پس یہ ہمارے حکام کے لیے بہترین معیار ہوگا جس کو وہ اختیار کریں ریاست کے رقبہ کے لیے اور مقدار زمین جس کو وہ ریاست کے لیے نشان کریں جس کا رقبہ مناسب ہو اور امور کو وہ بجائے خود چھوڑ دیں۔

اس نے پوچھا وہ معیار کیا ہے؟

میں تصور کرتا ہوں کہ حسب ذیل ہو جب تک کہ شہر بغیر ترک کرنے اپنی وحدت کے نشو و نما پائے۔ اس نقطہ تک اُس کو اجازت نشو و نما کی دی جا سکتی ہے نہ اس سے زائد۔

یہ نہایت عمدہ دستور ہے۔

پھر ہم اپنے محافظوں کو یہ ہدایت کریں گے کہ شہر نہ چھوٹا ہو نہ دیکھنے میں بڑا ہو بلکہ متصف ہو کفایت اور وحدت سے۔ 122

شاید یہ ایک خفیف فریضہ ہے جو ان کے لیے مقرر کیا جائے۔

میں نے کہا ایک اور فریضہ اس سے خفیف تر اس پر اضافہ کروں گا جس کا ذکر میں اس سے پہلے کر چکا ہوں جب ہم نے کہا تھا کہ یہ درست ہوگا کہ جو ادنیٰ درجہ کا بچہ محافظوں میں پیدا ہو اس کو کسی اور طبقہ میں بھیج دیں اور اگر کوئی بچہ خاص خوبی کے ساتھ کسی اور طبقہ میں پیدا ہو اس کو محافظوں میں رکھیں گے۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ اور شہری بھی اس کام پر لگائے جائیں جن کے لیے طبیعت نے ان کو فرداً فرداً متصف کیا ہے ہر ایک کسی ایک مخصوص کام پر لگایا جائے تاکہ ہر شخص اپنا مخصوص پیشہ کرے اور وہ بہت سے آدمی نہ ہو جائے بلکہ ایک ہی رہے اور یہ کہ اس صورت سے پورا شہر ایک ہی شہر کی حیثیت سے نشو و نما پائے نہ بہت سے شہروں کی طرح۔

ہاں۔ اس نے کہا یہ ایک چھوٹا سا کام ہے بہ نسبت پہلے کے۔
اے میرے نیک ایڈیمانٹس درحقیقت یہ احکام ہمارے ایسے نہیں ہیں جن کو کوئی سمجھے کہ وہ متعدد و سخت کام ہیں لیکن وہ نامعلوم سے ہوں گے اگر محافظ ہوشیاری سے ایک بڑے نکتہ پر نظر رکھے ضرب المثل کے موافق اگرچہ اس نکتہ کو کافی کہنا لازم ہے نہ بڑا۔

وہ کیا ہے؟

میں نے کہا تعلیم اور تربیت کیونکہ اگر عمدہ تعلیم سے وہ صاحب عقل آدمی ہو جائیں تو وہ ان کو جملہ مسائل پر بلکہ ایسے ہی اور مسائل پر بھی غور کریں گے (جن کو ہم بالفعل فروگزاشت کرتے ہیں جیسے عورت مرد کے تعلقات ازدواج اور بچوں کی پیدائش) ان سب چیزوں میں حتی الامکان ضرب المثل کے موافق عمل کرنا چاہیے جس کا یہ منشا ہے کہ دوستوں کی جملہ ملکیت مشترکہ ہے۔

ہاں یہ بہت صحیح منصوبہ ہے۔
اور بے شک اگر کوئی ریاست ایک بار عمدہ طریقہ پر چل نکلی ہے تو اسی سے اپنی نشو و نما میں ایک معدی[1] ترقی ظاہر ہوگی عمدہ طریقہ پرورش اور تعلیم کے ثابت رہنے سے اچھی فطرت کے لوگ پیدا ہوں گے اور اچھی فطرتیں اچھی تعلیم کی مدد سے جیسی ہیں اس سے اور اچھی ہو جائیں گی ان کی نسلی صفتیں اور سب میں ترقی کریں گی اور اس کا مشاہدہ ادنیٰ درجہ کے جانوروں میں بھی دیکھا جاتا ہے۔

ہاں طبیعت اسی کی مقتضی ہے۔ پس مختصر یہ ہے کہ نگرانکار ریاست کے اس اصول کو مضبوط پکڑیں گے اور اپنی لاعلمی سے خراب نہ ہونے دینگے بلکہ سب چیزوں سے زیادہ اس کی حفاظت کریں گے۔ اصول سے میری مراد یہ ہے جو جمناسٹک خواہ موسیقی میں مقررہ قاعدہ بر جدت کو منع کرتا

---

[1] پہیئے کی طرح جس کی تمام قوت مرکز میں مجتمع ہے ۱۲۔

ہے۔ بلکہ بخلاف اس کے چاہیئں گے نہایت سختی سے برقرار رکھیں۔ اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو جب یہ کہا جاتا ہے کہ لوگ زیادہ ترکیب کی طرف متوجہ ہیں۔

"چونکہ وہ بالکل جدید ہے تو گایا جاتا ہے اور اس کی دھن گانے والوں کو گھیر لیتی ہے۔"

شاید یہ سمجھا جائیگا کہ شاعر نے نئے گیتوں کو نہیں کہا ہے بلکہ موسیقی کے جدید طرز کو کہا ہے اور اس کی مطابقت سے جدت کی تعریف ہوگی نہ الفاظ سے ایسا سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ جدید قسم کی موسیقی کے دخل سے بچنا چاہیئے کیونکہ وہ تمام ریاست کو خطرہ میں ڈال دیتی ہے۔ چونکہ موسیقی کے طریقے جب بگاڑے جاتے ہیں تو وہ اہم تمدنی ادارات پر موثر ہوتے ہیں۔ کم از کم یہ ہے کہ ڈیمن کہتا ہے اور میں اس کی بات مانتا ہوں۔

ایڈیمانٹس نے کہا مجھ کو بھی اس کے پیروؤں میں داخل کرو۔

میں نے کہا پس بہر طور ظاہر ہے کہ موسیقی پر حفاظت خانہ کی بنا ہونا چاہیئے۔

بہر طور اس نے کہا کہ یہاں سے خلاف ورزی قانون کی چپکے سے داخل ہو جاتی ہے اور ہم کو خبر نہیں ہوتی۔

ہاں تفریح کے پردے میں اور بظاہر بے خطر معلوم ہوتی ہے۔

نہیں کچھ ایسا نقصان نہیں کرتی الا یہ کہ رفتہ رفتہ اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔ اور بتدریج رسم و رواج میں دخل کر لیتی ہے اور یہاں سے بڑی قوت کیساتھ ظہور کرتی ہے اور باہمی معاہدات میں راہ پیدا کرتی ہے اور اس حد سے گزر کے قوانین اور ادارات پر حملہ کرتی ہے اور اس سے سقراط انتہائی بے شرمی کا ظہور ہوتا ہے یہاں تک کہ آخر کار ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے عوام میں بھی اور نج میں بھی۔

میں نے کہا خوب ایسا ہوتا ہے؟

میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

پس جیسا کہ ہم نے ابتدا میں کہا تھا چاہیے کہ ہمارے بچے وہ کھیل کھیلیں جو قانون کے موافق ہوں کیونکہ جب کھیل خلاف قانون ہوں گے اور بچے اُن کے عادی ہوں گے تو غیر ممکن ہے کہ ایسے بچے بڑے ہو کے وفادار اور نیک ہوں ؟

اس میں کیا کلام ہے۔

اسی لیے جب بچے ابتدا ہی سے جائز کھیل کھیلیں گے ان کے دلوں میں وفاشعاری سما جائے گی موسیقی کے وسیلے سے تو نتیجہ اس کا سابق کے بیان کیے خلاف ہوگا۔ اور ہر چیز میں وفاداری ان کے ساتھ رہے گی اور زیادہ ترقی ہوگی اور اگر کوئی ریاستی ادارہ ٹوٹ بھی جلائے گا تو پھر سے اس کی عمارت بلند ہوگی۔

ہاں یہ صحیح ہے

لہذا ایسے لوگ ان خفیف قاعدوں کو بھی دریافت کرتے ہیں جو خفیف سمجھے جاتے ہیں جو سب کے سب ان لوگوں نے کم کر دیے ہیں جن کا میں نے بیشتر ذکر کیا تھا۔

کن قاعدوں سے تمھاری مراد ہے ؟

مثلاً وہ جن کا یہ مقصود ہے کہ نوجوان ادب کے ساتھ خاموش رہیں اپنے بڑوں کے سامنے اور سر جھکائے رہیں اور جب وہ داخل ہوں تو اُٹھ کھڑے ہوں اور والدین کا ہر طور سے لحاظ کریں مع ان قاعدوں کے جیسے بالوں کا رکھنا اور طریقہ لباس اور پاپوش پوشی کا اور شخصی شائستگی۔ عموماً اور ہر شئے جو اس کے شامل ہو۔ کیا یہ تمھاری رائے نہیں ہے ؟

یہی ہے۔

مگر ایسی چیزوں کے قانون بنانا میرے نزدیک حماقت ہوگی میں یقین کرتا ہوں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے اور نہ ایسے قوانین کی عبارت دائمی ہو سکتی ہے۔

کیوں کر ہو سکتی ہے ؟

بہر طور ایدیمانٹس تعلیم سے ایک سمت لگا دینا آیندہ کے لیے سب

درست کرلے گا کیونکہ مثل کو مثل چاہتی ہے؟

بلاشک یہی ہوتا ہے۔

بالآخر ہم اپنے نظام سے ایسی ہی توقع رکھتے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ انجام اس کا کامل اور عظیم الشان ہوگا۔ خواہ یہ نتیجہ نیک ہو خواہ برعکس۔

ایسی ہی یقیناً توقع رکھنا چاہیئے۔

ان وجوہ سے ہم قانون سازی کو ان امور کے بارے میں طول دینے کی کوشش نہ کریں گے۔

معقول وجہ ہے۔

پھر اب مجھ سے کہو۔ عام کاروباری معاملات جو باہمدیگر بازاروں میں ہوا کرتے ہیں اور اسی میں آپ کی عنایت سے شامل ہیں معاہدے کاریگروں کے ازالۂ حیثیت ماربیٹ قانونی کارروائیاں اہل جوری کی فہرست یا وہ مسائل جو محصولی مال کی فہرست کے متعلق ہوں اور وصول کرنا کروڑگیری کا جو بازاروں یا بندرگاہوں میں ہو اور عموماً تمام قواعد متعلقہ بازار و پولیس و محکمہ کروڑگیری اور اس کے مثل کیا ہم ان چیزوں کے قانون بنانے پر توجہ کریں؟

نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ نیک اور تعلیم یافتہ لوگوں کو انکے بارے میں ہدایات دئے جائیں۔ کیونکہ اکثر صورتوں میں قانون کے بیدا کرنے میں ان کو بہت کم دشواری ہوگی۔

نہیں میرے دوست اگر خدا ان کو توفیق دے کہ جن قوانین پر ہم نے بحث کی ہے ان کو برقرار رکھیں۔

ورنہ۔ اس نے کہا وہ تمام تریں ان امور کے متعلق قانون کے بنانے اور ان کی ترمیم کرنے میں صرف کردیں گے اور ہمیشہ توقع کرتے رہینگے کہ قانون کامل ہوجائے۔

تمھاری یہ مراد ہے کہ ایسے لوگ اس طرح زندگی بسر کریں گے

125

جیسے وہ لوگ جن کی صحت درست نہیں ہے تاہم بہ سبب نقص خودداری کے وہ اس بات پر آمادہ نہ ہو سکیں گے کہ اس فاسد طریقۂ زندگی سے دست بردار ہوں۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

اور حقیقتاً ایسے لوگ دلفریب حیات بسر کرتے ہیں! ہمیشہ طبیب کے زیر علاج رہتے ہیں وہ کبھی صحت میں ترقی نہیں کرتے اور ہمیشہ اپنے امراض کو پیچ در پیچ کرتے اور بڑھاتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اس امید میں رہتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی ایسی دوا بتائے گا جس سے وہ شفا پا جائیں گے۔

ہاں ایسے مریضوں کا یہی حال ہے۔

پھر کیا یہ لطف نہیں ہے کہ جو ان سے سچی بات کہتا ہے اس کو وہ اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص ان کو یقین دلاتا ہے کہ جب وہ شراب خواری سیر خوری عیاشی اور کاہلی سے دست بردار نہ ہوں گے کوئی دوا کوئی تیزاب یا نشتر اور نہ افسوں اتعلیق یا تعویذ یا کسی قسم کا کوئی علاج ان کو مفید نہ ہوگا؟

اس نے جواب دیا کہ اس میں کچھ ایسی دلفریبی تو نہیں ہے کیونکہ ان کے غصہ میں کیا دلفریبی ہے ایسے شخص کے ساتھ جو ان کو نیک نصیحت کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے تم ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتے

نہیں میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

بس اگر ایسا ہے۔ تو پورا شہر جیسا کہ میں ابھی کہہ رہا تھا ایسے ہی طریقہ پر عمل کرے تو تم اس کو پسند نہ کرو گے اور کیا تم کو ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ ریاستیں بھی مثل ان افراد کے عمل کرتی ہیں جبکہ ان کی فرمانروائی کی صورت خراب ہے وہ اپنے اہل شہر کو پہلے سے تنبیہ کرتے ہیں کہ دستور میں خلل انداز نہ ہو اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزائے موت دی جائے گی۔ اور جو کوئی حسب انتظام موجودہ ان کی موافقت کرے اور خوشامد اور چاپلوسی سے

پیش آئے اور ان کی خوشی خواہاں کام کرے اور ایسا چالاک ہو کہ اپنی مطلب براری کرے وہ بلاشک بہت اچھا آدمی سمجھا جائے گا اور وہ بڑا دانا کہا جائے گا اور اس کی بڑی عزت ہوگی؟

ہاں اس نے جواب دیا میں بجائے خود ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور میں کسی طرح ایسی خصلت کو پسند نہیں کر سکتا

بطور دیگر کیا تم ایسے لوگوں کی جرأت اور چالاکی کی قدر نہیں کرتے جو ایسے شہروں کی خدمت پر راضی ہیں اور شوق رکھتے ہیں؟

میں قدر کرتا ہوں الا یہ کہ جب وہ اس دھوکے میں ہوں کہ وہ حقیقی مدبر سلطنت ہیں اس لیے کہ اکثر لوگ ان کی ثنا کرتے ہیں۔

تم کیا کہتے ہو؟ تم اس کا پاس نہیں کرتے؟ کیا تم سمجھتے ہو یہ ممکن کہ ایک شخص پیمائش نہیں جانتا اور ویسے ہی چند ناواقف آدمی اس سے کہتے ہیں کہ تم چھ فٹ اونچے ہو کیا وہ خود اس کو یقین کر سکتا ہے؟

نہیں غیر ممکن ہے۔

پس ان پر خفا نہ ہو کیونکہ بے شک وہ بڑے خوش طبع ہیں دنیا بھر میں وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی دائمی قانون سازی اور ترمیمات سے ان معاملات میں جن کا میں نے ذکر کیا تھا وہ ایسا کوئی طریقہ دریافت کر لیں گے جس سے معاہدات میں جو جعل و فریب ہوتا ہے وہ موقوف ہو جائے گا اور اضطراب اور پریشانیاں دفع ہو جائیں گی جن کو میں نے تفصیل دار ابھی بیان کیا تھا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس عمل سے وہ صرف بحری عفریت ہڈرا[ل] کے سر کاٹ رہے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ ان کا طرز عمل اس سے بہتر نہیں ہے۔

میں بجائے خود یہ سمجھتا کہ سچے مقنن کا یہ فریضہ نہیں ہے کہ وہ قانون

ل۔ ہڈرا ایک بحری دیو تھا کہ جب اس کا ایک سر کاٹا جاتا تھا تو اس کی جگہ دو پیدا ہو جاتے تھے بالآخر اس کو ہرقلس نے قتل کیا تھا ۱۲ ل

اور فرمانروائی کے ان شعبوں میں دست اندازی کرے خواہ اس کی ریاست کا نظام اچھا ہو خواہ برا۔ صورت اولیٰ میں اس لیے کہ ایسے ضوابط غیر مفید ہیں اور کچھ نفع نہیں پہنچاتے اور صورت ثانیہ میں اس لیے کہ بعض ان میں سے کسی نہ کسی کو خود بخود دریافت ہو جائیں گے اور باقی اس کے بعد خود بخود پیدا ہو جائیں سابق کی تعلیم کا یہی نتیجہ ہے۔

اس نے دریافت کیا تو پھر مقنن کی حیثیت ہمارے لیے کیا باقی رہے گا؟

اور میں نے جواب دیا ہمارے لیے کچھ نہ رہے گا۔ لیکن ڈیلفیہ کے اپالو کے لیے سب سے زیادہ اہم اور سب سے اشرف اور سب سے اعلیٰ امور قانونی رہ جائیں گے۔

وہ کیا ہیں؟

مندروں کی تعمیر اور قربانیوں کا تعین دیوتاؤں اور نیم دیوتاؤں اور نامور پہلوانوں کی نذر و نیاز اور اسی طور سے طریقہ مردوں کے جلانے کا اور جملہ رسوم دوسری دنیا کے رہنے والوں کو رضامند کرنے کے لیے۔ یہ مضامین ایسے ہیں جن کو ہم خود نہیں سمجھتے اور ریاست کے بنا کرتے ہیں ان امور کے لیے اگر ہم کو عقل ہو تو ہم اور کسی کی شرح و تفسیر پر عمل نہ کریں گے سوا اپنے قدیم قومی مفسر کی نصیحت یا تفسیر کے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہی دیوتا تفسیر ہے جس کا اجلاس اومفیلس میں مرکز زمین سے متصل ہے۔ یہی تمام انسانوں کا قومی مقنن ہے ان مضامین کے لیے۔

تم بالکل ٹھیک کہتے ہو ہم کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

اے ارسطن کے بیٹے، انتظام ہماری ریاست کا پورا ہو گیا: اس کے بعد تم کو یہ کرنا چاہیئے کہ اس کا امتحان کرو اور جس گوشہ سے تم کو روشنی دستیاب ہو اور اپنی مدد کے لیے اپنے بھائی اور پولی مارکس وغیرہ کو بلاؤ تاکہ یہ کوشش کی جائے کہ عدالت کہاں سے مل سکتی ہے اور ظلم کہاں سے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے اور جو لوگ سعید ہونا چاہتے ہیں ان دونوں

127

سے کس کو حاصل کریں خواہ کل دیوتا اور انسان اس سے واقف ہوں خواہ نہ ہوں۔

گلاکن نے کہا یہ کافی نہ ہو گا۔ تمھیں نے تو تحقیق کے لیے سب کو مصروف کیا تھا اس بنیاد پر کہ اگر تم عدالت کو جو مدد دے سکتے ہو نہ دو گے تو گناہگار ہو گے۔

میں نے جواب دیا مجھے بھی یاد آیا کہ جو تم کہتے ہو وہ ہوا تھا اور میں ایسا ضرور کروں گا مگر تم کو بھی لازم ہے کہ مجھ کو مدد دو۔

ہم مدد دیں گے۔

مجھے امید ہے کہ ہم کو جو چیز مطلوب ہے اس کو اس طرح پا جائیں گے۔ میں فرض کرتا ہوں کہ ہماری ریاست کا انتظام اگر درحقیقت ہوا تو یہ کامل طور سے نیک ریاست ہو گی۔

ضرور ہو گی۔

پس صریحاً یہ ذی عقل اور شجاع اور عفیف اور عادل ہو گی

صریحاً۔

پس اگر ہم ان صفات سے بعض ریاست میں پا سکیں تو جو صفتیں دریافت نہیں ہوئی ہیں وہ باقی رہ جائیں گی۔

فرض کرو کہ کوئی اور چار چیزیں ہوں جو کسی مضمون میں ہوں اور ہم ان میں سے ایک کی تلاش میں ہوں۔ اگر ہم نے اس کو قبل ان تین کے دریافت کر لیا تو ہم کو مطمئن ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر ہم نے ان تین کو پہچان لیا تو وہ چوتھی بھی اس واقعہ سے دریافت کر لی جائے گی کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ وہی ہو سکتی ہے جو باقی ہے۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔

کیا ہم بھی طریقہ تحقیق کا صورت موجودہ میں اختیار کریں کیونکہ جو صفتیں زیر بحث ہیں وہ بھی تعداد میں چار ہیں ؟

صاف ظاہر ہے کہ یہی چاہیئے۔

ابتدا کرنے کے لیے اولاً حکمت معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون میں

شناخت ہو جائے گی۔ اور اس کے متعلق کہ بعید از قیاس واقعہ درپیش ہوتا ہے۔

وہ کیا ہے؟

جس ریاست کا ہم نے بیان کیا ہے درحقیقت دانشمند ہے اگر میں غلطی نہ کرتا ہوں چونکہ یہ ہوشیار ہے مشاورت میں کیا نہیں ہے؟

ہے۔

اور یہی صفت مشاورت میں ہوشیاری بداہتہً ایک قسم کا علم ہے۔ کیونکہ یہ جہل نہیں ہے میں سمجھتا ہوں بلکہ علم ہی ہے وہ انسانوں کو عاقلانہ تدبیر کے قابل کرتا ہے۔

بداہتہً۔

مگر ریاست مختلف اقسام کے علوم ہیں۔

بلاشک ہیں۔

تو کیا نجاروں کے علم کے سبب سے ریاست کو دانشمند یا مشاورت میں ہوشیار کہہ سکتے ہیں؟

یقیناً نہیں گے۔ کیونکہ اس علم کی جہت سے شہر کو نجاری میں اچھا کہینگے۔

تو کیا وہ علم جس میں اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ چوبی ظروف کس طرح سب سے اچھے تیار ہوں گے اور اس وجہ سے ہم اپنے شہر کو دانا کہہ سکیں گے۔

یقیناً نہیں۔

تو کیا وہ علم جو ظروف برنجی یا دوسرے قسم کے ظروف بنانے میں کام آتا ہے؟

نہیں کوئی نہیں۔

نہ وہ علم جو زمین سے پیداوار کے نکالنے میں کام آتا ہے ہی ریاست کو دانا کے خطاب کا مستحق کرتا ہے لیکن صرف اس ریاست کو جو زراعت میں کامیاب ہو۔

میں یہی خیال کرتا ہوں۔

پس مجھ سے کہو کہ یہ ہماری ریاست جس کا جدید نظم ہوا ہے کسی کا علم رکھتی ہے جو اہل شہر کے کسی طبقہ میں ہے جو کسی ایسی چیز کی تدبیر کیلئے نہیں ہے جو ریاست میں موجود ہے بلکہ کل ریاست کے لیے مجموعی حیثیت سے وہ ایسی تجویز کرتا ہے جس سے اندرونی اور بیرونی تعلقات شہر کے کما حقہ مُنظّم ہوں؟

یقیناً یہی کرتا ہے۔

یہ علم کیا ہے اور کن لوگوں میں موجود ہے؟

یہ ہمارا محافظ علم ہے اور یہ اس فرمانروا طبقہ میں ہے جس کو ہم نے ابھی کامل محافظوں کے نام سے نامزد کیا ہے۔

129

تو پھر اس علم کے باعث سے تم شہر کو کیا کہو گے؟

میں اس کو مشورت میں ہوشیار اور حقیقتاً دانا کہوں گا۔

تم کس زمرہ کے لوگوں کو شہر میں ازروئے شمار زیادہ سمجھتے ہو۔ کسیرے یا یہ حقیقی محافظ؟

کسیروں کی تعداد اوروں سے بہت زیادہ ہو گی۔

تو پھر محافظوں کا طبقہ سب سے کم ہو گا جو علمی شعبہ رکھتے ہیں یا وہ شعبہ اور ان شعبوں کے اعتبار سے ہر ایک کا جداگانہ نام ہو گا۔

ہاں محافظوں کا بہت ہی چھوٹا طبقہ ہو گا۔

پس یہ علم جو سب سے چھوٹے فرقے یا طبقہ کو حاصل ہے یعنی غالب اور فرمانروا جماعت میں جو ایسی ریاست کو جس کا نظام موافق فطرت کے ہے اس علم کے اعتبار سے ریاست کو دانا کہیں گے مجموعی حیثیت سے۔ اور یہ طبقہ جس کا حق اور فریضہ اس علم سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور یہی علم صرف حکمت کہے جانے کا سزاوار ہے بمقابلہ دوسرے علموں کے ازروئے طبیعت یہی فرقہ تعداد میں سب طبقوں سے کم ہے۔

بالکل سچ ہے۔

اس محل پر ہم نے کسی نہ کسی طرح چار صفتوں سے ایک صفت کو دریافت کرلیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کون سے حصہ میں شہر کے وہ صفت پائی جاتی ہے۔

اس نے کہا میرے ذہن کے موافق یہ مقدمہ قابل اطمینان طور سے محقق ہوگیا اس کے بعد یقیناً صفت شجاعت کے دریافت کرنے میں بھی چنداں دشواری نہ ہوگی اور نہ اس طبقہ کے معلوم کرنے میں جس میں یہ صفت موجود ہے جس کے اعتبار سے ریاست کو شجاع کہتے ہیں۔

یہ کیونکر

کسی شہر کو بزدل یا بہادر کہنے کے لیے کوئی کسی اور طبقہ کی طرف توجہ نہ کرے گا بلکہ صرف اس زمرہ کی طرف جو دفاع کے لیے شہر کی طرف سے جنگ کرتا ہے اور اس کی طرف سے میداں داری کرتا ہے؟

نہیں کوئی کسی اور طرف توجہ نہ کرے گا۔

نہیں اور اس سبب سے میں سمجھتا ہوں۔ بزدلی یا بہادری خود ریاست کی ضرور نہیں ہے کہ اور طبقوں میں شہر کے مضمر ہو۔

نہیں اور طبقوں میں نہیں ہے۔

پس شہر شجاع اور دانا ہے ایک جز شہر کے اعتبار سے کیونکہ اس جز میں ایک قوت ہے جو بلا توقف سچی رائے کی حفاظت کرتی ہے ان اشیاء کے متعلق جن سے خوف کرنا چاہیئے جو یہ سکھاتی ہے کہ وہ چیزیں ویسی ہی ہیں جس طرح مقنن نے مجوزہ تعلیم میں اعلان کردیا ہے کیا یہ وہ نہیں ہے جس کو تم شجاعت کہتے ہو؟

نہیں جو تم نے کہا اس کو اچھی طرح نہیں سمجھا مہربانی کر کے مکرر کہہ دو۔

میں کہتا ہوں کہ شجاعت ایک طور کی حفاظت ہے۔

کس قسم کی حفاظت؟

حفاظت اس مظنہ کی جس کو قانون نے پیدا کیا ہے بذریعہ تعلیم کے جو یہ سکھاتی ہے کہ کون سی چیزیں اور کس نوع کی چیزیں خوفناک ہیں اور

جب میں نے ان کی حفاظت کو کہا بغیر توقف کے تو میری یہ مراد تھی کہ سرتاسر محفوظ رکھنا چاہئے حالت الم اور لذت میں یکساں آرزو اور خوف اور کبھی ضائع نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر تم چاہو تو میں اس کی ایک تمثیل بیان کروں تقابل کے ذریعہ اور یہ تمثیل مجھ کو برجستہ معلوم ہوتی ہے

میں پسند کروں گا۔

پس تم جانتے ہو کہ رنگریز جب اون رنگنا چاہتے ہیں اور سچا بحری کبود رنگ دینا منظور ہوتا ہے تو اولاً متعدد رنگوں سے ایک خاص قسم کو چن لیتے ہیں یعنے سفید اون اور اس کو بڑی ہوشیاری سے درست کرتے ہیں اور ایسی تہ دیتے ہیں کہ اس پر حتی الامکان نہایت چمکدار رنگ چڑھ سکے پھر رنگنا شروع کرتے ہیں، اور جب اون پر اس طریقے سے رنگ چڑھ جاتا ہے تو پکا رنگ چڑھتا ہے اور کسی طرح دھونے سے صابون کے ساتھ یا بغیر صابون کے رنگ نہیں کٹتا نہ اس کی چمک جاتی ہے اور یہ طریقہ نہیں اختیار کیا گیا تو تم جانتے ہو جو نتیجہ ہوتا ہے خواہ یہ رنگ رنگا گیا ہو یا کوئی دوسرا رنگ بغیر پہلے سے درست کرنے کے۔

میں جانتا ہوں کہ رنگ ایک مضحک طور سے اتر جاتا ہے۔

تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ ہم کیوں اپنے مقدور بھر محنت کر رہے تھے کیا کرنا چاہتے تھے جب ہم نے اپنے سپاہیوں کا انتخاب کیا تھا اور ان کو موسیقی اور جمناسٹک کی تعلیم دی تھی۔ خیال کرو کہ ہم کیا منصوبہ کر رہے تھے کہ کیونکر ان کو عمدہ بنائیں تاکہ وہ قانونی رنگ قبول کریں تاکہ ان کا گمان خوفناک چیزوں کے بارے میں اور دوسرے مضامین پر زوال پذیر نہ ہو بہ سبب ان کی مناسب فطرت اور مخصوص تعلیم کے وہ رنگ جو ان پر چڑھ گیا ہے وہ ایسے قوی کٹاؤ سے بھی جیسے خوشی ان کا رنگ نہ کٹ سکے جس کی قوت اجوا کھار اور سجی کے پانی سے بھی زیادہ قوی ہے اور رنج اور خوف اور خواہش جو دنیا بھر کے قوی محللوں سے بھی زیادہ موثر ہیں۔ پس اس قوت کو جو قانونی تجویز کو خوفناک چیزوں کے بارے میں

اور وہ چیزیں جو خوفناک نہیں ہیں مضبوطی سے گرفت کرے اسی کو میں شجاعت کہتا ہوں اور میں نے اسی نام سے اس کو نامزد کیا اگر تم کو کوئی اعتراض نہ ہو؟

نہیں مجھ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ جب صحیح رائے ان معاملات پر بغیر تعلیم کے اختیار کی جاتی ہے جیسے وحشی جانور اور غلام تو میرا خیال ہے کہ تم اس کو جائز نہ سمجھو گے اور تم سوائے شجاعت کے اس کا کچھ اور نام رکھو گے۔

131

بالکل سچ ہے۔

پس میں یہ بیان شجاعت کا تسلیم کرتا ہوں۔

ایسا ہی کرو۔ کم از کم شہریوں کی شجاعت کے بیان کی حیثیت سے تسلیم کر لو اور تمھاری رائے درست ہوگی۔ آئندہ کے موقع پر اگر تم پسند کرو تو ہم اس مسئلہ پر مفصل نظر کریں گے۔ بالفعل یہ ہماری تحقیقات سے علیحدہ ہے۔ کیونکہ ہماری تحقیق کا موضوع عدالت ہے۔ ہم نے کافی بحث کی ہے اس موضوع پر۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔

میں نے کہا دو چیزیں باقی رہتی ہیں چاہیئے کہ ریاست میں ان کو تلاش کریں عفت اور وہ جو ان تمام بحثوں کی علت ہے عدالت۔

ٹھیک یہی ہے۔

اچھا تو اب عفت کے باب میں زیادہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے کوئی طریقہ ایسا ہے کہ جس سے ہم عدالت کو دریافت کر سکیں؟

اس نے کہا میں تو نہیں جانتا نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے عدالت روشنی میں لائی جائے۔ اگر ہم مزید تحقیق عفت کی نہ کریں۔ پس اگر تم مجھ کو مطمئن کرنا چاہتے ہو تو دوسرے کی جانچ کرو قبل اس کے کہ اول کی طرف متوجہ ہو۔

ہاں میں یہ چاہتا ہوں کیونکہ میں دیانت دار آدمی ہوں۔

پس امتحان شروع کرو۔

میں شروع کروں گا اور میرے اور ہمارے موجودہ نقطہ نظر سے عفت کی صورت زیادہ تر ہم آہنگی یا مناسبت کی ہے بہ نسبت پہلی صفتوں کے۔

یہ کیونکر؟

عفت میرے خیال میں ایک قسم ترتیب کی ہے اور حکومت ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں بعض لذتوں اور خواہشوں پر۔ جس طرح ہم صاف صاف لوگوں کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ فلاں اپنے اوپر حاکم ہے ایک یا دوسرے معنی سے اور ایسی ہی اور عبارتیں بھی استعمال کی جاتی ہیں جس میں ہم ایک علامت اس چیز کی پاتے ہیں۔ کیا یہ نہیں ہے؟

یقیناً ایسا ہی ہے۔

مگر یہ عبارت اپنا حاکم مضحک ہے، کیونکہ جو شخص اپنا حاکم ہے وہ میرے خیال میں اپنا محکوم بھی ہے اور محکوم حاکم ہے۔ کیونکہ موضوع ان سب جملوں کا ایک ہی شخص ہے۔

بلا شک۔

132

میں نے کہا اچھا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معنے اس عبارت کے یہ ہیں کہ خود اس آدمی یا اس کے نفس میں ایک نیک اصل مسکن پذیر ہے اور ایک بد اور جبکہ از روئے طبیعت نیک اصل بد پر حاکم ہے اس صورت میں کہا جاتا ہے کہ اپنے اوپر حاکم ہے۔ یقیناً یہ عبارت مدح ہے۔ مگر جب خراب تعلیم یا صحبت کے اثر سے کمتر قوت نیک اصل کی مغلوب ہو جاتی ہے کثرت تعداد سے بد کے تو ایسے شخص کی زجر و توبیخ کی جاتی ہے اس کو کہتے ہیں نفس کا غلام ہے اور آوارہ شخص ہے۔

ہاں معلوم ہوتا ہے اس کی توجیہ یہی ہے۔

اب اپنی آنکھوں کو ہماری جدید ریاست کی طرف پھیرو اور تم کو معلوم ہوگا کہ ان حالتوں سے ایک اس میں حاصل ہو گئی ہے تم جائز رکھو گے کہ اس ریاست کو اپنا حاکم کہہ سکیں اگر عفت اور اپنے اوپر حکومت اس

ریاست پر محمول ہو سکے جس میں نیک اصل بری اصل پر فرمانروا ہو۔
میں حسب ہدایت تمھارے نظر کر رہا ہوں اور جو تم کہتے ہو اس کا صدق
میں تسلیم کرتا ہوں۔
یہی تسلیم کیا جائیگا کہ یہ خواہشیں اور لذات اور آلام خصوصیت
کے ساتھ بچوں اور عورتوں اور غلاموں میں پائے جاتے ہیں اور عوام الناس
کے جم غفیر میں جو برائے نام آزاد لوگوں میں ہیں۔
ٹھیک ایسا ہی ہے۔
دوسری طرف وہ سادہ اور معتدل خواہشیں جو عقل اور سچے گمان
کے ساتھ رہتی ہیں زیر ہدایت عقل وہ قلیل جماعت میں انسانوں کی پائی
جائے گی وہ جن کی طبیعت میں وہبی خوبیاں ہیں اور جنھوں نے بہترین تعلیم
پائی ہے۔
سچ ہے۔
کیا تم نہیں دیکھتے کہ اسی کے موازی تمھاری ریاست میں موجود
ہے دوسری لفظوں میں جم غفیر عوام کی خواہشیں محکوم ہیں جماعت قلیل کی خواہشوں
اور عقل کی؟
میں دیکھتا ہوں۔
اگر کوئی ریاست اپنی حاکم کہی جا سکے تو اس کی لذتیں اور خواہشیں
عقل کی محکوم ہوں تو ہماری ریاست بھی اس صفت سے موصوف ہوگی۔
یقیناً۔
تو کیا ہم اس ریاست کو عفیف نہ کہیں وجوہ مذکورہ سے؟
یقیناً ہم کہہ سکتے ہیں۔
پھر اگر کوئی شہر جس میں حاکم اور محکوم متفق ہوں اس مسئلہ پر کہ کس کو
فرمانروا ہونا چاہیے ایسا اتفاق ہمارے شہر میں پایا جائے گا۔ کیا تم یہ خیال
نہیں کرتے؟
یقیناً میں خیال کرتا ہوں۔

133

شہریوں کے کس طبقہ میں عفت کو تم کہتے ہو موجود ہو گی جب شہریوں کی یہ حالت ہو؟ حکام میں یا رعایا میں؟

میں خیال کرتا ہوں دونوں میں۔

کیا تم دیکھتے ہو کہ ہم بڑے پیشین گو نہ تھے جب ہم نے یہ ارشاد کیا تھا کہ عفت ایک تال میل کے مثل ہے؟

کیوں جناب؟

اس لئے کہ یہ مثل شجاعت اور حکمت کے عمل نہیں کرتی جو مختلف طبقوں میں رہ کے علی الترتیب شجاع اور دانشمند بنا دے۔ بلکہ صحیح لے کی طرح کل میں سما جائے اور ہم آہنگی پیدا کرے سب سے ضعیف اور سب سے قوی اور متوسط میں خواہ تم ان کو عقل کے معیار سے اندازہ کرو یا قوت جسمانی سے خواہ تعداد خواہ دولت سے یا کوئی اور شئے اسی قسم کی پس ہمارا یہ بیان بالکل جائز ہو گا کہ عفت وہ اتحاد ہے جس کو ہم نے تال میل سے ظاہر کیا ہے جو کہ درمیان ان لوگوں کے جو طبعاً بہتر عنصر میں ہو یا طبعاً بدتر میں خواہ ریاست میں ہو خواہ فرد واحد میں ہو یا یہ کہ دونوں میں سے کون حکمرانی کا حق رکھتا ہے۔

میں بالکل تم سے اتفاق کرتا ہوں۔

بہت خوب۔ میں نے کہا۔ ہم نے اپنی ریاست میں منجملہ چار کے تین اصلیں شناخت کر لی ہیں کم از کم بالفعل ہمارا یہی خیال ہے۔ اب وہ باقی اصل کونسی باقی ہے جس کے ذریعہ سے ریاست اور بھی فضیلت سے بہرہ یاب ہو گی؟ کیونکہ یہ یقیناً عدالت ہے۔

بداہتہً یہی ہے۔

پس اب اے گلاکن ہم لوگ مثل شکاریوں کے ہیں شکار کے پوشیدہ چھپنے کی جگہ کو گھیرے کھڑے ہیں اور خوب خبردار رہنا چاہئے ایسا نہ ہو عدالت کسی طرف سے نکل بھاگے اور ہماری نظر سے اوجھل ہو جائے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ یہیں کہیں ہے۔ خبردار رہو اور کوشش کرو کہ ایک نظر دیکھ لیں

کیونکہ شاید تم مجھ سے پہلے دریافت کرلو اور مجھ کو ہوشیار کردو۔

اس نے جواب دیا کاش میں ایسا کرسکوں مگر تم مجھ سے اس طرح کام لو تو اچھا ہو اگر بجائے اس کے تم مجھ کو پیرو کار بناؤ میں تمھارے قدم بقدم چلا چلوں گا اور جب مجھ کو دکھاؤ تو دیکھ لوں۔

134

پہلے میرے ساتھ مل کے دعا کرو پھر میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

میں ایسا ہی کروں گا تم فقط راستہ بتاؤ۔

سچ ہے۔ میں نے کہا۔ اس زمین کو عبور کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے اور جنگل سے پوشیدہ ہے بہر طور تاریکی ہے اور شکار کا دریافت کرنا دشوار ہے۔ تاہم ہمکو تلاش کرنا چاہیے۔

ہاں یہ تو ہم ضرور کریں گے۔

یہاں مجھ کو ایک جھلک دکھائی دیتی ہے اور چلا کے کہا ہو! ہو! یہاں کوئی چیز پگڈنڈی سی معلوم ہوتی ہے۔ اور یقین ہے کہ شکار ہم سے بچکے نہ جاسکے گا

یہ اچھی خبر ہے

میں نے کہا میں قسم کھاتا ہوں ہم ایک احمقانہ نازک حالت میں ہیں۔

یہ کیونکر؟

ہاں میرے مہربان یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس کو ہم تلاش کر رہے تھے وہ اس وقت تک ہمارے قدموں کے پاس لوٹ رہا تھا اور ہم نے ہرگز نہیں دیکھا بلکہ ایک نہایت ہی مضحک بات کی۔ جیسے لوگ اکثر کبھی کبھی کسی چیز کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور وہ چیز ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اسی طرح ہم بھی بجائے اس کے کہ اس چیز پر نظر کو جما دیتے ایک دور کے نقطے کو دیکھتے رہے اور یہی وجہ تھی کہ وہ ہماری تلاش سے بچ کے نکل گیا۔

تمھاری کیا مراد ہے؟

لہ ع ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں ۱۲

یہ: کہ میں یقین کرتا ہوں ہم اس کے باب میں گفتگو کرتے تھے اور یہ نہ سمجھے کہ ہم خود ایک طور سے اسی کا بیان کر رہے تھے۔
تمہاری تمہید اس شخص کو طولانی معلوم ہوتی ہے جس کو اس کی توضیح کا شوق ہے۔ اچھا تو پھر سنو اور فیصلہ کرو آیا میں ٹھیک کہتا ہوں یا نہیں۔ وہ جس کو ہم نے ابتدا میں ضابطہ یا کلیہ عمل تجویز کیا تھا جب ہم اپنی ریاست کی بنا کر رہے تھے یہی اگر میں غلطی نہ کرتا ہوں یا اس کی کوئی ترمیم شدہ صورت عدالت ہے۔ میں خیال کرتا ہوں ہم نے اقرار کیا تھا۔ اگر تم کو یاد ہو۔ اور اکثر اس کی تکرار کی۔ کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ ریاست میں ایک پیشہ اختیار کرے جو ایسا ہو جس کے لیئے اس کی طبعی استعداد بہترین طور سے مناسب ہو۔
ہم نے ایسا کہا تھا۔
اور پھر ہم نے لوگوں کو اکثر کہتے سنا ہے کہ اپنا مخصوص کام کی طرف متوجہ ہونا اور ناحق دخل در معقولات نہ کرنا عدالت ہے۔ اور یہی بات ہم نے بھی اکثر کہی ہے۔
ہم نے ایسا کہا ہے۔
پس اے میرے دوست کہ اپنا مخصوص کام کرنا کسی نہ کسی صورت میں عدالت ہے۔ کیا تم جانتے ہو ہم نے کہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے؟
نہیں۔ مہربانی کرکے مجھے بیان کرو۔
میں خیال کرتا ہوں کہ بقیہ بعد منہائی ان صفتوں کے جن پر ہم نے غور کیا ہے یعنی عفت اور شجاعت اور حکمت کے وہ ہوگی جس نے ان کا داخلہ ریاست میں ممکن کیا اور وہ ان کو محفوظ رکھتی ہے جبتک وہ وہاں موجود رہیں۔ اب ہم نے اقرار کیا کہ باقی ماندہ صفت جبکہ تین منجملہ چار کے دریافت ہوگئیں عدالت ہے۔
ہاں لاکلام وہ ہوگی۔
اگر بہر طور اگر اس کا فیصلہ مطلوب ہو کہ کونسی ان صفات سے

135

بہت موثر ہے کہ اپنی موجودگی سے ریاست کی نیکی کو کمال پر پہنچائے اس کا دریافت کر لینا دشوار ہے آیا یہ اتفاق رائے ہے درمیان حاکم اور محکوم کے یا وفاداراًنہ ثابت قدمی سپاہیوں کی اس قانونی اعتقاد پر کہ وہ کونسی چیزیں ہیں جن سے خوف کرنا چاہیئے یا جن سے نہ خوف کرنا چاہیئے۔ یا موجودگی دانش اور خبرداری کی حکام میں یا آیا یہ کہ نیکی ریاست کی کیا منسوب نہیں ہوسکتی خصوصیت کے ساتھ موجودگی سے اسی چوتھی اصل کے ہر بچے اور عورت ہر غلام اور آزاد ہر کاریگر حکام میں اور رعایا میں جو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنا خاص کام کرے اور بہت سی چیزوں میں دخل نہ دے۔

لاکلام اس مسئلہ کو حل کرنا دشوار ہوگا۔

اس طرح یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی ریاست کی نیکی کی ترقی کے لیئے وہ قوت جس سے ہر رکن ریاست کا اپنا ہی کام کرے مقابلہ کر سکتا ہے اس کی حکمت اور عفت اور شجاعت سے۔

قطعاً کر سکتا ہے۔

لیکن اگر ایک اصل ہو جو ہمسر ہے ان صفات کی ترقی دینے میں ایک ریاست کی نیکی کو تو کیا تم یہ یقین نہ کروگے کہ وہ عدالت ہے ؟

بالکل یقین کے ساتھ

ایک اور روشنی میں اس مسئلہ پر نظر کرو اور دیکھو کہ تم اسی نتیجہ پر آتے ہو کیا تم قانونی مقدمات کے فیصلہ کو حکام سے منسوب کروگے ؟

یقیناً۔

کیا ان کے فیصلے سب سے بڑھ کے اس خواہش سے ہدایت نہ پائیں گے کہ کوئی شخص دوسروں کی کسی چیز پر تصرف نہ کرے اور نہ اس سے محروم رہے جو اس کا ہے ؟

ہاں یہ ان کا خاص مطالعہ ہوگا ؟

کیونکہ یہ عادلانہ ہے ؟

ہاں۔

136

پس اس نظر سے بھی یہ مانا جائیگا کہ لینا اور کرنا اس چیز کا جو ہم سے تعلق رکھتی ہے اور ہماری ہے عدالت ہے۔

سچ ہے۔

اب مشاہدہ کرو آیا تمھاری بھی وہی رائے ہے جو میری ہے۔ اگر نجار موچی کا کام اختیار کرے یا موچی نجار کا کام خواہ ایک دوسرے سے آلات اور امتیازات کا تبادلہ کرلیں یا ایک ہی شخص دو پیشوں کو اختیار کرے کیا جو تبدیلیاں اس طرز عمل میں شامل ہیں کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس سے ریاست کو بہت نقصان پہنچے گا؟

نہیں بہت کچھ۔

لیکن وہ شخص جس کو طبیعت نے کاریگر بنایا ہے یا کسی قسم کا پیدا کرنے والا دولت یا تعلقات دور و دراز یا جسمانی طاقت یا ایسے ہی کسی فوائد کے ذریعہ سے ایسا بڑھ چڑھ جائے کہ اپنے آپ کو مبارزوں کے زمرے میں داخل کرلے یا مبارز بزرگان ریاست اور محافظوں کے طبقہ میں دخیل ہوجیں کے وہ لائق نہیں ہے اور جب یہ لوگ اپنے آلات اور امتیازات کا تبادلہ کرلیں اور جبکہ ایک ہی شخص بعینہ ان جملہ فرائض کے بجالانے کی کوشش کرے تو میں خیال کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اتفاق کروگے کہ ایسا تبادلہ اور مداخلت مابین خود ہار ریاست کی تباہی کے باعث ہوگا یقیناً وہ تباہی کے بانی ہوں گے۔

پس مداخلت ان طبقات ثلثہ میں ایک سے دوسرے میں بدل جانا ریاست پر آفت لائے گا اور کامل مناسبت کے ساتھ نہایت سخت مفہوم میں بدی کرنے کے معنی میں استعمال ہوسکتا ہے۔

بالکل ایسا ہی ہے۔

اور کیا تم تسلیم نہ کروگے کہ سب سے بدتر قسم کی بدی کرنا اپنی ہی ریاست کے حق میں ظلم ہے؟

بلا اعتراض۔

پس یہ ظلم ہے۔ بجائے دیگر اس کا عکس یہ ہے کہ اپنے ہی کام پر ثابت قدمی کرنا محنت کرنے والوں سپاہیوں اور محافظوں کے طبقوں کا کہ ریاست کا ہر فرقہ اپنا خاص کام کرے عدالت اور ریاست کو عادل کر دیتا ہے۔

میں اس رائے میں بالکل تمہارے ساتھ موافق ہوں۔

اب بھی ہم اس کو بالکل یقین کے ساتھ نہ کہیں گے بلکہ اگر ہم اس مفہوم کو شخص واحد پر جاری کر کے دیکھیں کہ اس صورت میں بھی یہ عدالت ہے تو پھر ہم منظوری دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ ورنہ ایک جدید تحقیق قایم کریں گے۔ بالفعل بہر طور ہم اس تحقیقات کو پورا کریں جو ہم نے اس اعتقاد سے اختیار کیا ہے کہ اگر عدالت پر کسی طولانی مضمون میں غور کرنے کی کوشش کریں جس میں عدالت شامل ہو اس سے زیادہ سہل پائیں کہ اس کی ماہیت کو فرد واحد انسان میں شناخت کریں ایسا مضمون ہم نے ایک ریاست میں پہنچانا اور اسی لئے حتی المقدور ہم نے بہترین ترتیب دی ہم کو یقین تھا کہ عدالت ایک نیک شہر میں مسکن پذیر ہے پس وہاں جو منظر ہمارے پیش نظر ہوا اب ہم اس کا اطلاق فرد واحد میں کرتے ہیں اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ہم کو اطمینان ہو جائیگا لیکن فرد واحد کی صورت میں ہم نے کچھ اختلاف پایا تو ہم پھر شہر کی طرف رجوع کریں گے اور اپنے نظریہ کا امتحان کریں گے اور شاید دونوں صورتوں کو برابر برابر رکھ کے اور ان دونوں کے تقابل سے عدالت چمک اٹھے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کی رگڑ سے چمک اٹھتی ہے اور جب ہم کو دکھائی دے تو اس کو استواری سے اپنے ذہنوں میں قایم کریں گے۔

اس نے جواب دیا تمہاری تجویز باقاعدہ ہے ہم ایسا ہی کریں گے۔

لہذا میں نے سوال کرنا شروع کیا۔ جب دو چیزیں ایک بڑی دوسری چھوٹی مشترک نام سے پکاری جاتی ہوں وہ دونوں اس حد تک کہ ان کا نام مشترک ہے غیر مشابہ ہیں یا مشابہ ہیں؟

مشابہ۔

پس ایک عادل انسان ایک عادل ریاست سے متفادت نہ ہوگا جس حد تک کہ تصور عدالت کا متضمن ہے بلکہ دونوں مشابہ ہوں گے ؟

مشابہ ہوں گے۔

اچھا مگر ہم نے تجویز کیا تھا کہ ریاست عادل ہے جبکہ تین طبقے سیرتوں کے جو اس میں موجود ہیں وہ جداگانہ طور سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں اور یہ عفیف ہے اور شجاع ہے اور حکیم ہے بعض تاثیرات حالات سے ان طبقوں کے۔

سچ ہے۔

پس اے میرے دوست تو ہم فرد انسان کے بارے میں بھی یہی فیصلہ کریں گے یہ فرض کرکے کہ اس کے نفس میں وہی جنسی اجزا موجود ہیں وہ اسی نام کا سزاوار ہے جیسے ریاست بہ سبب تاثیرات اور حالات ان اجزا کے جو مطابقت رکھتے ہیں ریاست کے طبقوں سے۔

لامحالہ ایسا ہی ہوگا۔

پھر ایک بار اے میرے فاضل دوست ہم نے ایک سہل سوال سے ماہیت نفس کے باب میں ٹھوکر کھائی یعنے آیا نفس میں یہ تینوں جنسی اجزا شامل ہیں یا نہیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سوال بہت سہل نہیں ہے بلکہ شاید سقراط عام مقولہ سچا ہے کہ خوبصورت دشوار ہے۔ (نیکی مشکل ہے) 138

ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور میں گلاکن تم سے صاف کہتا ہوں میری رائے میں ہم اس مطلوب میں حقیقت کو ہرگز نہیں پا سکتے ان طریقوں سے جن کو ہم نے اس مباحثہ میں اختیار کیا ہے بہرطور جو راستہ منزل مقصود کو جاتا ہے نہایت دور و دراز و دشوار گزار ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنے موجودہ طریقوں سے حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں اس طور سے جو ہماری پہلی جستجوؤں اور فکروں کے نامناسب نہیں ہے۔

کیا ہم اس پر قناعت نہیں کرسکتے ؟ میں بجائے خود اس بحث

سے مطمئن ہوجاؤں گا۔

ہاں یقیناً یہ بحث میرے لیے بالکل کفایت کرتی ہے۔

پس افسردہ خاطر نہ ہو بلکہ تحقیق شروع کرو۔

پس میں نے کہا مجھ سے کہو کیا ممکن ہے کہ ہم اس بات سے انکار کریں کہ ہم میں سے ہر ایک میں وہی جنسی اجزا اور خصلتیں موجود ہیں جو ریاست میں پائی جاتی ہیں؟ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ ریاست نے ان کو کسی اور ذریعہ سے نہیں پایا ہے۔ یہ خیال مضحک ہوگا کہ موجودگی کہ عنصر ہے سرگرمی کا شہروں میں افراد سے منسوب نہیں ہوسکتا جہاں کہیں یہ خصلت منسوب ہوتی ہے لوگوں سے جیسے باشندگان تھریس دسی تھیہ اور عموماً شمالی ممالک میں۔ یا جب علم جو خصوصاً ہمارے ملک سے منسوب ہے اور جب دولت جس کو لوگ منسوب کرتے ہیں فینیشیہ اور مصر والوں سے۔

یقیناً

اس حد تک یہ واقعہ ہے اور یہ ایسا ہے کہ اس کا سمجھنا چنداں دشوار نہیں ہے۔

نہیں مشکل نہیں ہے۔

مگر یہاں ایک مشکل شروع ہوتی ہے۔ کیا ہمارے کل افعال ایک ہی طرح سے ہماری ایک ہی غالب قوت بجالاتی ہے۔ یا تین قوتیں ہیں جو الگ الگ ہمارے مختلف کاموں میں کام کرتی ہیں؟ کیا ہم ایک قوت سے علم حاصل کرتے ہیں اور دوسری سے غضب اور تیسری سے جملہ لذات متعلقہ طعام و شراب اور تولید نوعی کی خواہش کرتے ہیں اور ہر فعل کی تحریک پر ہم چند کام کل نفس سے بجالاتے ہیں؟ مشکل اس میں ہوگی کہ یہ مطالب قابل اطمینان طور سے طے ہوجائیں۔

میں بھی یہی خیال کرتا ہوں۔

پس ہم کو چاہیے کہ اس طریقہ کا امتحان جو عنقریب بیان ہوگا۔ تاکہ یہ دریافت ہو کہ جو قوتیں کام میں لائی گئی ہیں الگ الگ ہیں یا ایک ہیں۔ تمھارا

منصوبہ کیا ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ ایک ہی چیز بعینہ دو متقابل چیزیں نہیں ہو سکتی یا دو متقابل حالتوں میں ہوں اپنے ایک ہی جز میں اور باعتبار ایک ہی شے کے اس طرح کہ اگر ہم ان آثار کا واقع ہونا پائیں تو ہم یہ جانیں گے کہ موضوع ان کا بعینہ واحد نہیں ہے بلکہ ایک سے زیادہ ہے۔

بہت خوب۔

اب غور کرو میں کیا کہتا ہوں۔

کہے جاؤ۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی چیز کہ بعینہ ایک چیز ایک ہی وقت اور اپنے ایک ہی جز میں ساکن بھی ہو اور متحرک بھی؟

ہرگز نہیں۔

ہم کو اس سے زیادہ درست سمجھنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم میں اتفاقاً آگے بڑھ کے اختلاف ہو جائے۔ اگر ایک آدمی کی نسبت کہا جائے جو ساکن کھڑا ہوا ہے لیکن اپنے ہاتھوں اور سر کو حرکت دے رہا ہے کہ ایک ہی شخص ایک ہی وقت ساکن بھی ہے اور متحرک بھی تو ہم کہیں گے کہ یہ صحیح طریقہ گفتگو کا نہیں ہے بلکہ کہیں گے کہ اس طرح کہو کہ ایک حصہ آدمی کا ساکن ہے اور ایک حصہ متحرک کیا ہم نہ کہیں گے؟

ہم کو کہنا چاہیے۔

اور اگر معترض اس سے زیادہ خوش طبعی میں مشغول ہو اور باریکی پیدا کرے اور کہے کہ لٹو ساکن بھی ہے اور متحرک بھی ایک ہی وقت جب وہ گھومتا ہو اور اس کی میخ ایک مفروض مقام پر قائم ہو یا کوئی اور چیز جو ایک ہی جگہ پر گھومتی ہو اسی چیز کی مثال ہے تو ہم اس تمثیل کو رد کر دیں گے کیونکہ ان صورتوں میں یہ چیزیں ساکن اور متحرک نہیں ہیں ان کے ایک ہی جز کے اعتبار سے اور جواب دیں گے کہ یہ چیزیں محور رکھتی ہیں اور محیط اور باعتبار محور کے ساکن ہیں کیونکہ محور کسی طرف مائل نہیں ہے اور باعتبار محیط کے متحرک ہیں گرداگرد

لیکن جبکہ متذکرہ حرکت جاری ہو محور اسی حالت میں داہنے یا بائیں مائل ہو یا آگے پیچھے پس ان کو کسی اعتبار سے ساکن نہیں کہہ سکتے۔

یہ سچ ہے۔

پس کوئی اعتراض اس قسم کا ہم کو پریشان نہ کرے گا یا اس کا میلان رکھتا ہو کہ یہ یقین کرا دے کہ کبھی ایک چیز ہی کے لیے ممکن ہے کہ وہ ایک ہی وقت اور اپنے ایک ہی جز میں اور بہ نسبت ایک ہی شے کے منفعل ہو دو متقابل طریقوں سے یا دو متقابل چیزیں ہو یا دو متقابل اثر پیدا کرے۔

میں بجائے خود جواب دے سکتا ہوں۔

140 بہر طور ہم مجبور نہ کئے جائیں گے کہ ایسے اعتراضات پر بحث کر کے وقت صرف کریں اور ہم کو یقین کرایا جائے کہ وہ اعتراض نادرست ہیں اور اس واقعہ کو تسلیم کرلیں اور بحث کو جاری رکھیں یہ سمجھ کے کہ اگر ہم نے کوئی اور رائے اختیار کی تو جو نتائج اس مسلمہ پر موقوف ہیں وہ سب ساقط ہو جائیں گے۔

ہاں یہ بہترین طریقہ ہوگا۔

پھر میں نے کہا تو کیا تم رضامندی اور نارضامندی ایک شے کی طلب اور اس سے انکار جذب و ہرب اور ان کے امثال متقابل چیزوں میں رکھو گے یا نہیں؟ خواہ وہ فاعل ہوں یا منفعل طریق عمل اس سوال پر اس کا کچھ اثر نہیں ہے۔

ہاں مجھ کو ایسا کرنا چاہیئے۔

اچھا تو کیا تم بلا استثنا بھوک اور پیاس اور عموماً خواہشیں اور اسی طرح رضامندی اور چاہنا کسی جگہ ان عام اصطلاحوں سے پہلی چیزوں کو جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے داخل کرو گے یا نہیں؟ مثلاً کیا تم نہ کہو گے کہ ایک انسان کا ذہن خواہش کے زیر اثر ہمیشہ تلاش کرتا ہے خواہش کے موضوع کو یا اس چیز کو جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی طرف کھینچتا ہے یا یہ کہ جس حد تک کہ وہ

کسی چیز کو قبضہ میں لانا چاہتا ہے تو وہ باطناً اس کو قبول کرتا ہے ایک سوال کے جواب کے طور سے اور اپنی خواہش کے پورا کرنے کا اس کو شوق ہوتا ہے۔

مجھے داخل کرنا چاہئے۔

پھر کیا ہم عدم میلان اور نارضامندی اور ناپسندیدگی کو ذہنی نامنظوری اور نفرت کے تحت میں داخل نہ کریں گے اور عام اصطلاحوں کو جو سابق کی اصطلاحوں کے مقابل ہیں؟

بلا کسی اعتراض کے۔

جب یہ صورت ہے تو ہم کہیں گے کہ خواہشوں کی ایک جماعت ہے اور ان میں سب سے نمودار وہ ہیں جن کو ہم پیاس اور بھوک کہتے ہیں؟

ہم کہیں گے

ایک خواہش پینے کی ہے اور دوسری خواہش کھانے کی ہے؟

ہاں۔

کیا پیاس جس حد تک کہ وہ پیاس ہے کیا اندرونی خواہش کسی اور چیز کی ہو سکتی ہے سوا پینے کے؟ یعنی پیاس پیاس کی حیثیت سے گرم شراب[1] یا سرد کی۔ زیادہ کی یا کم کی یا مختصراً یہ کسی خاص قسم کے شراب کی؟ یا کیا یہ صحیح نہ ہوگا کہ اگر گرمی پیاس کے ساتھ مرکب ہو تو سرد شراب کا اس کے اوپر اضافہ ہوگا اور اگر سردی پیاس کے ساتھ مرکب ہو تو گرم شراب کی اور اگر خواہش زیادہ کی پیاس کے ساتھ ہو تو خواہش بہت کی ہوگی اور اگر کم ہو تو کم کی۔ لیکن پیاس بذاتِ خود کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہو سکتی سوا اپنے طبیعی موضوع کے جو سادی پینے کی چیز ہے یا بھوک کسی اور چیز کی سوا کھانے کے؟ 141

اس نے جواب دیا تم ٹھیک کہتے ہو ہر خواہش بذاتِ خود تعلق رکھتی ہے اپنے طبیعی معروض سے اپنی سادہ مجرد صورت میں لیکن جو چیزیں معین خواہش

[1] شراب یہاں بمعنی پینے کی چیز پانی ہو یا اور کوئی چیز۔

کی ہیں معروض کی صفت کا تعین کرتی ہیں۔
میں نے کہا بغیر غور کئے ہوئے ہماری حالت پر کوئی ہم کو اس اعتراض سے پریشان نہ کرے کہ کوئی سادہ شراب کی خواہش نہیں رکھتا لا اچھی شراب نہ خوراک سادہ بلکہ اچھی خوراک کی۔ کیونکہ ہر شخص اچھی چیز کی خواہش رکھتا ہے خواہ وہ کوئی چیز جس کی خواہش ہو اگر پیاس کی خواہش ہو تو یہ خواہش کسی اچھی چیز کی ہوگی خواہ وہ چیز جو معروض ہے شراب ہو خواہ کچھ اور ہو۔ یہ حجت جملہ خواہشوں پر جاری ہو سکتی ہے۔
سچ ہے۔ اس اعتراض میں کچھ اور بھی معلوم ہوتا ہے۔
یاد کرو کہ درصورت جملہ اضافی اصطلاحوں کے اگر پہلا رکن کسی صفت سے موصوف ہے تو دوسرا بھی ہوگا اگر میں غلطی نہ کرتا ہوں اگر پہلا رکن مجرد ہے تو دوسرا بھی مجرد ہوگا۔
میں تمھاری بات نہیں سمجھتا۔
کیا تم نہیں سمجھتے کہ بڑا ایک اضافی اصطلاح ہے جس میں ایک اور اصطلاح مضمر ہے؟
یقیناً۔
اس میں مضمر ہے چھوٹا کیا نہیں ہے؟
ہاں۔
اور بہت بڑا میں بہت چھوٹا؟
ہاں۔
اور کبھی بڑا میں مضمر ہے کبھی چھوٹا اور آیندہ بڑا میں مضمر ہے آیندہ چھوٹا؟
لامحالہ۔
یہی استدلال جاری ہو سکتا ہے متضائفین زیادہ اور چند، دوچند اور نصف اور جملہ اضافات کمی پر اور حدود "بھاری" "ہلکا" "جلد" اور سست اور اسی طرح "سرد" اور گرم اور سب ایسے ہی وصفوں پر؟

یقیناً یہی ہوتا ہے۔

لیکن صناعی علوم کے متعدد شعبوں پر کیوں کر ہے؟ کیا یہی اصول جاری نہیں ہے؟

یعنی علم مجرد علم ہے معلوم کا یا اور جو کچھ کہیں علم کے معروض کو۔ مگر خاص علم خاص قسم کا ایک خاص معروض رکھتا ہے خاص قسم کا۔ توضیح میرے مقصد کی یہ ہے۔ جو نہی علم تعمیر مکانات کا پیدا ہوا تو کیا اور علوم سے اس کا امتیاز نہ ہوا تھا لہذا اس کا نام علم تعمیر ہوا؟

بلاشبہ۔

اور یہ نہیں کیونکہ یہ خاص صفت کا ہے جو اور کوئی علم نہیں رکھتا؟

ہاں۔

اور یہ خاص صفت کیا اس کے معروض کی خاص صفت سے نہیں اخذ کی گئی ہے؟

اور یہی بات ہم اور دوسرے فنون اور علوم کے بارے میں نہ کہیں؟

ہم کہہ سکتے ہیں۔

پس تم سمجھ لو کہ میرے معنی پہلے سے یہی تھے۔ بشرطیکہ تم اب سمجھے کہ کل اضافی حدود میں اگر پہلا رکن اضافت کا مجرد ہے تو دوسرا بھی مجرد ہے اگر دوسرا موصوف ہے تو پہلا بھی موصوف ہے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ صفتیں دونوں کی یکساں ہیں مثلاً علم صحت کا بذات خود صحت رکھتا ہے اور علم بیماری کا بیمار ہے یا یہ کہ علم بد چیزوں کا بد ہے اور نیک چیزوں کا نیک ہے:۔

لیکن جیسے ہی علم خود کو اپنی مجرد غرض تک محدود رکھنے کے بجائے خاص قسم کی غرض سے مربوط کر لیتا ہے، جو موجودہ صورت میں صحت و مرض کی حالتیں ہیں تو وہ خود بھی ایک خاص طریق پر محدود ہو جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ جو تم کہتے ہو سچ ہے۔

میں نے کہا اب میں پھر پیاس کی حالت کی طرف رجوع کرتا ہوں۔
کیا تم غور نہیں کرتے کہ یہ ان چیزوں سے ہے جو از روئے طبیعت ایک اور چیز اپنے ساتھ مضاف رکھتی ہیں اگر اس کو تسلیم کریں کہ ایسی چیز موجود ہے جس کو پیاس کہتے ہیں؟

میں غور کرتا ہوں اور اس کا معروض شراب ہے۔

پس ہر خاص قسم کی شراب کے لیے ایک خاص قسم کی پیاس موجود ہے مگر پیاس مجرد ہے نہ یہ بہت پینے کے لئے ہے نہ کم پینے کے لیے نہ اچھی شراب (پینے) کے لیے ہے نہ بری شراب کے لیے مختصر یہ کہ کسی قسم کی شراب کے لیئے بلکہ صرف اور مجرداً پیاس واسطے پینے کے کیا یہ نہیں ہے؟

قطعاً ایسا ہی ہے۔

143

پس نفس پیاسے انسان کا جس حد تک کہ وہ پیاسا ہے کوئی اور خواہش نہیں رکھتا مگر پینا: بلکہ اسی کی وہ خواہش رکھتا ہے اور اسی کی طرف وہ مجبور کیا جاتا ہے۔

صاف صاف ہی ہے۔

اور جب کبھی کوئی چیز نفس کو باز رکھتی ہے پینے سے جبکہ وہ پیاس کے زیر اثر ہے پس وہ کوئی چیز نفس میں ایسی ہے جو متغائر ہے اس اصل سے جس سے پیاس لگی ہے اور یہ اصل اس کو کھینچے لئے جاتی ہے مثل ایک جانور (بہیمہ) کے پینے کے لیے۔ کیونکہ ہم اس کو غیر ممکن جانتے ہیں کہ ایک ہی چیز ایک ہی وقت اور اپنے ایک ہی جز سے ایک معروض کے حوالے سے دو متقابل کام کرتی ہو۔

یقیناً غیر ممکن ہے۔

جیسے میں فرض کرتا ہوں کہ یہ کہنا درست نہ ہوگا کماندار کے لئے کہ اس کے ہاتھ ایک ہی وقت میں کمان کو اس کی طرف کھینچ بھی رہے اور اس کی طرف سے دھکیل بھی رہے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک اس کا ہاتھ اس کی طرف سے

دھکیلتا ہے اور دوسرا اس کی طرف کھینچتا ہے۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لوگ بعض اوقات پیاسے ہوتے ہیں اور پھر بھی پینا نہیں چاہتے؟

ہاں۔ یہ اکثر لوگوں کو اتفاق ہوتا ہے۔

تو کوئی کیا کہہ سکتا ہے سوا اس کے کہ اس کا نفس ایک اصل ایسی رکھتا ہے جس سے حکم کرتا ہے (پینے کا) اور دوسری اصل مانع آتی ہے پینے سے۔ دوسری جداگانہ ہے اور زیادہ طاقتور ہے پہلی سے؟

یہ میری رائے ہے۔

جب کبھی یہ حکومت جو مانع ہے ایسے تناولات سے نفس میں نشوونما پا جاتی ہے تو کیا اس کو عقل نے نہیں پیدا کیا ہے جبکہ وہ قوتیں جو راہبری کرتی ہیں اور ذہن کو ان کی طرف کھینچتی ہیں ان کی موجب انفعالی اور علیل حالتیں ہیں؟

ایسا ہی معلوم ہوگا۔

پس وجوہ موجہ موجود ہیں اس امر کے ماننے کے لیے کہ نفس میں دو اصلیں ہیں جو ایک دوسرے سے متغائر ہیں وہ حصہ نفس کا جو تعقل کرتا ہے اس کو اصل تعقلی کہنا چاہئیے اور وہ حصہ جو خواہش کرتا ہے اور بھوکا ہوتا ہے اور پیاسا ہوتا ہے اور دوسری خواہشوں کے اضطراب محسوس کرتا ہے اس کو غیر عقلی اور شہوانی اصل کہنا چاہئیے وہ متفرق رعایتوں اور لذتوں کا رفیق ہے۔

ایسا خیال کرنا غیر معقول نہیں ہے۔

ہم کو سمجھنا چاہئیے کہ یہ مطلب طے شدہ ہے کہ یہ دو نوعی جز نفس میں موجود ہیں۔ پس اب مرضی روح یا وہ اصل جس سے ہم غضب ناک ہوتے ہیں وہ تیسرا جداگانہ جز نفس کا ہے؟ وگرنہ پہلے دونوں سے کس کے ساتھ اس کو طبیعی موانست ہے؟

144

شاید شہوانی اصل کے ساتھ۔

مگر ایک مرتبہ مجھ سے ایک قصہ کہا گیا تھا جسکو میں بالکل یقین کرتا ہوں اس کا مضمون یہ تھا کہ لیونطیس بیٹا ایگلیٹن کا پیریوس سے چلا اور قریب شمالی دیوار کے پہنچا باہر کی جانب سے تو اس نے دیکھا کہ چند مردے زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور جلاد ان کے قریب کھڑا ہے۔ اس کا جی چاہا کہ ان کو دیکھنا چاہئے مگر اسی وقت اس کو اس خیال سے کراہت ہوئی اور چاہا کہ ان سے روگردانی کرے تھوڑی دیر تک اس کو تردد رہا اور اپنی آنکھوں کو بند کر لیا آخر کار خواہش اس پر غالب آئی اسنے انگلیوں سے اپنی آنکھیں کھولیں اور ان لاشوں کے پاس جاکے چلایا۔ "او کمبختو اس منظر کو خوب دیکھو"

میں نے بھی یہ لطیفہ سنا ہے۔

سچ ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غضب کبھی کبھی خواہشوں سے جنگ کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں جداگانہ اصول ہیں۔

سچ ہے اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اور کیا ہم دوسری صورتوں میں مشاہدہ نہیں کرتے کہ جب انسان پر اس کی خواہشیں عقل کے ارشاد کے خلاف مستولی ہوجاتی ہیں تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور جو شدت اس کو اپنے باطن میں محسوس ہوتی ہے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور ان دونوں فریقوں کے تنازع میں روح عقل کا ساتھ دیتی ہے؟ مگر یہ کہ روح خواہشوں کا ساتھ دے اور ان کی شریک ہو جبکہ عقل اعلان کرتی ہو کہ خواہشوں کو لازم نہیں ہے کہ نفس کے خلاف کام کریں۔ یہ ایسی بات ہے کہ تم اس کے تجربے کا دعوٰی نہیں کر سکتے اور نہ میرے نزدیک کسی اور میں تم نے اس کا مشاہدہ کیا ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ میں نے اس کا تجربہ نہیں کیا۔

اچھا اور جب کوئی شخص تصور کرتا ہے کہ وہ خطادار ہے تو کیا وہ اپنی سیرت کی شرافت کی مناسبت سے غضبناک نہیں ہوتا اگر اس کو بھوک یا سردی یا ایسی ہی اور کوئی تکلیف اس شخص کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑے

جس کو وہ سمجھتا ہے کہ اسے تعذیر دینے کا حق ہے اس کی روح ہرگز اس کی مخالفت نہ کرے گی ؟

سچ ہے۔

دوسری طرف جب کوئی شخص سمجھتا ہے کہ اس پر ظلم کیا گیا ہے تو اس کو جوش و خروش ہوتا ہے اور جس چیز کو وہ عدالت خیال کرتا ہے اس کے طرفداروں میں شامل ہو جاتا ہے اور چاہے کتنی ہی شدت کی بھوک اور سردی وغیرہ کی تکلیف اس کو برداشت کرنا پڑے اس کو برداشت کرے گا جب تک کہ وہ ظفریاب ہو اور اپنی شریفانہ کوشش سے نہ باز رہے گا اس حد تک کہ یا تو وہ اپنا مطلب حاصل کرے گا یا اس کوشش میں فنا ہو جائے گا یا واپس بلا لیا جائے گا اور عقل اس کی تسلی کر دے گی جس کی آواز اس کو اپنے باطن میں معلوم ہوتی ہے جس طرح کتے کو چرواہا بلا لیتا ہے ؟ 145

ہاں اس نے جواب دیا یہ صورت تمھارے بیان کے مطابق ہے اور فی الواقع اپنے شہر میں ہم نے معاونین کو مثل شبانی کتوں کے بنایا ہے جو حکام کے تابع ہیں اور حکام گویا چرواہے ریاست کے ہیں۔

ہاں تم میرا مطلب خوب سمجھتے ہو۔ مگر کوشش کرو کہ میرا دوسرا مشاہدہ بھی تمھارے فہم میں آجائے۔

وہ کیا ہے ؟

ہماری نظر روحی اصل کے باب میں بالکل برعکس ہو گئی ہے۔ پس ہم نے خیال کیا کہ اس میں کسی قدر شہوانی خصلت بھی موجود ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ بہت بعید ہے کہ یہ صورت ہو یہ نہایت آمادگی کے ساتھ عقلی اصل کی طرفداری میں اس نفس کی فرقہ بندی کے تنازع میں سلاح جنگ اٹھا لیتی ہے

قطعاً ایسا کرتی ہے

تو کیا اس اصل سے بھی متغائر ہے یا یہ کہ اسی کی ترمیمی صورت ہے پس بجائے تین متغائر اصلوں کے نفس میں دو ہی ہیں یعنی عقلی اور شہوانی ؟ یا ہم کو یہ کہنا چاہیئے کہ از بسکہ ریاست تین بڑے طبقوں سے قائم ہے

ایک طبقہ وہ جو پیداوار مہیا کرتا ہے دوسرا معاون اور تدبیر کنندہ پس اسی طرح نفس میں روحی اصل ایک تیسرے عنصر کو شامل ہے جو کہ طبیعی رفیق ہے عقلی اصل کا اگر بری تعلیم سے خراب نہ ہو گیا ہو؟

اس نے جواب دیا تو یہ ضرور تیسرا ہوگا۔

میں نے کہا ہاں اگر یہ عقلی اصل سے جدا گانہ ظاہر ہو جس طرح شہوانی سے ہم نے اس کو مختلف پایا ہے۔

نہیں یہ نہایت سہولت سے ظاہر ہوگا۔ کیونکہ چھوٹے بچوں میں بھی ہر شخص ملاحظہ کر سکتا ہے کہ ابتدائے پیدائش سے غالب حصہ روح کا موجود ہے درآنحالیکہ عقل وہ اصل ہے جس پر اکثر انسان سالہائے دراز کے بعد فائز ہوتے ہیں اور بعض انسان کبھی نہیں بہرہ یاب ہوتے۔ قسم ہے اپنے قول کی تم نے خوب کہی۔ وحشی جانوروں میں بھی اس کی مثال ملتی ہے جس کو تم نے بیان کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہومر کے اس جملہ میں جو ہم پہلے کسی موقع پر لکھ چکے ہیں ہماری نظر کی تائید ملتی ہے۔

146

اپنے سینہ کو کوٹ کے اس نے زجر و توبیخ کے لہجہ میں اپنے دل سے کہا۔

کیونکہ اس مصرعہ میں ہومر نے صاف صاف فرق دو اصلوں میں ثابت کیا ہے وہ اصل فعل کے جو نیک و بد پر غور کرتی ہے وہ دوسری اصل کو ملامت کرتی ظاہر کی گئی ہے جو بلا سوچے سمجھے خفگی دکھا رہی تھی۔

تم بالکل حق پر ہو۔

میں نے کہا اس جگہ سخت کوشش اور دشواری سے ہم نے زمین کو پایا اور ہم کو کامل اطمینان حاصل ہوا کہ ریاست میں بعینہ وہی تقسیم ہے جو نفس انسانی میں ہر شخص کے موجود ہے۔

سچ ہے۔

تو کیا اس کا ضروری یہ نتیجہ نہیں ہے کہ جہاں کہیں ریاست دانشمند ہے بس اسی طرح اور اسی باعث سے ہر شخص (ساکن ریاست) بھی دانشمند ہے؟

بلاشبہ ایسا ہی ہے۔

اور یہ کہ جہاں کہیں اور جس موجب سے شخص بہادر ہے اسی طرح اور اسی موجب سے ریاست بھی بہادر ہے۔ اور ہر شئے جو نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور وہ ایک (ریاست یا شخص) میں ہے اور وہ اس پر قابض ہے اس کا تکملہ دوسرے میں موجود ہے۔

ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔

میں خیال کرتا ہوں گلاکن کہ انسان عادل ہے اسی طریقہ سے جس سے ہم نے ریاست کو عادل پایا۔

یہ بھی ضروری نتیجہ (فرع) ہے

ہم نے فراموش نہیں کیا کہ جو چیز ریاست کو عادل بنا دیتی ہے وہ یہ واقعہ ہے کہ اس کے تینوں طبقوں سے ہر ایک اپنا خاص کام کرتا ہے۔

نہیں ہم اس کو نہیں بھولے۔

ہم کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ ہم میں ہر شخص کی باطنی قوتیں اگر جدا جدا اپنا خاص کام انجام دیں اس باعث سے وہ عادل ہوگا اور اپنے خاص کام کا انجام دینے والا۔

یقیناً اس کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔

کیا یہ منصب عقلی اصل کا نہیں ہے کہ وہ حکومت کرے چونکہ وہ دانا ہے اور کل نفس کے باب میں پیش بینی کو کام میں لا سکتا ہے اور روحی اصل کا یہ منصب ہے کہ اس کے تابع اور رفیق ہو؟

ہاں یقیناً۔

اور میل جول موسیقی اور جمناسٹک کا ان کو متفق کر سکتا ہے جو ہم کہہ چکے ہیں۔ تاکہ عالی درجہ تقریروں اور عالمانہ تعلیم سے ایک کے رتبہ کو بلند کرے اور اس کی پرورش فرمائے اور دوسرے کے لہجہ کو نرم گفتگو سے کو دھیما کرے تاکہ تال میل سے اس کی وحشت فرو ہو؟

ہاں ٹھیک اسی طرح ہے۔

اور یہ دونوں جب اس طرح تربیت پا چکیں اور اپنے فرائض کو بخوبی سیکھیں اور حقیقی تعلیم پائیں تو شہوانی اصل پر حکومت کریں گے جو ہر انسان میں سب سے بڑا حصہ نفس کا ہے اور بالطبع ایسا حریص ہے کہ اس کی حرص کی تسکین نہیں ہوتی اور وہ دونوں قوتیں نہایت سختی سے اس کی حفاظت کریں گی تاکہ لذات جسمانی سے وہ فربہ نہ ہو جائے اور دراز اور طاقت ور ہو جائے اور جو اس کا کام ہے اسکے کرنے سے انکار کرے بلکہ طبقوں پر مطلق العنان حکومت کا حوصلہ کرے جس کا اسکو کوئی حق نہیں ہے اپنی ماہیت کے لحاظ سے (اگر بالفرض وہ حاکم ہو جائے) تو سب کی زندگی کی اساس کو پلٹ دے۔

یقیناً وہ ایسا ہی کریں گے۔

اور کیا یہ دونوں اصلیں کامل نفس کی حفاظت کے لیے کماحقہ موصوف ہونگی تاکہ خارجی دشمنوں سے بچائیں ایک تو مشورہ لیگی اور دوسری اس کی جانب سے جنگ کریگی قوت حاکمہ کی مطیع ہو کے جس کی تجویزوں کو اپنی شجاعت سے تاثیر بخشے گی۔

سچ ہے۔

اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ اس شخص کو شجاع کہیں گے اس کی طبیعت کی روحی قوت کے باعث سے جبکہ یہ حصہ اس کا لذت اور الم کے مابین مضبوط گرفت کریگا ان ہدایات کو جو عقل سے وصول ہوں اس باب میں کہ کن چیزوں سے خوف کرنا چاہیے اور کن سے نہ چاہیے۔

ہاں اور یہ حق ہے۔

اور ہم اس کو دانشمند کہتے اس چھوٹے جز کے لحاظ سے جو اس کے باطن میں حاکم ہے اور جو یہ ہدایات جاری کرتا ہے اور وہ بھی بجائے خود اپنے باطن میں حقیقی علم مفید اور غیر مفید کا واسطے کل جماعت کے جو ان تین اصلوں سے مرکب ہے اور اس کے ہر رکن کے لیے۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

پھر کیا ہم ایک انسان کو بہ سبب درستی اور میل انھیں اصلیوں کے معتدل نہیں کہہ سکتے یعنی جو دو محکوم ہیں موافقت رکھتی ہیں اس ایک سے جو حاکم ہے اور عقلی اصل کو حقیقی بادشاہ سمجھتی ہیں اور اس کی حکومت سے مقابلہ نہیں کرتیں ؟

اس نے جواب دیا یقیناً عفت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے خواہ ریاست میں ہو خواہ شخص میں۔ بالآخر اس طریقہ اور ان وسائل سے عادل ہوگا جن طرق اور وسائل کو ہم نے بار بار بیان کر دیا ہے۔

148

لاکلام وہ ہوگا۔

پس میں نے کہا مجھ سے کہو ہم کوئی بے امتیازی عدالت کے بارے میں پاتے ہیں جس کی وجہ سے ہم اس کو اس چیز سے جیسا ہم نے اس کو ریاست میں پایا ہے مختلف سمجھیں۔

میں ایسا نہیں خیال کرتا۔

اس سبب سے ہماری رائے کی مزید تصدیق ہو جائے گی اگر ہمارے دلوں میں اب تک کچھ شکوک وا وہام باقی رہ گئے ہونگے اگر ہم عامیانہ تمثیلیں اس پر جاری کریں۔

کس قسم کی تمثیلیں تم مراد لیتے ہو ؟

مثلاً اگر ہم اپنی مثالی ریاست کا اور ایک شخص کا جواز روئے طبیعت اور تربیت اس کے مثل ہو بیان کریں ہم سے درخواست کی جائے کہ ظاہر کرو آیا تم ایسا خیال کرتے ہو کہ شخص مذکور کے پاس کچھ سونا یا چاندی بطور امانت رکھا جائے تو کیا وہ نامنظور کرے گا کیا تم خیال کرتے ہو کہ کوئی آدمی اس پر غالباً اس کام کے کرنے کا گمان کرے گا بہ مقابلہ اور لوگوں کے جو اس کے مثل نہیں ہیں ؟

کوئی ایسا خیال نہ کرے گا۔

اور کیا وہ بھی اس ناپاکی اور چوری اور دوستوں کے ساتھ بیوفائی کرنے یا ملک کے ساتھ غداری کے شبہ سے مبرا نہ ہوگا ؟

ہوگا۔

مزید برآں وہ بالکلیہ اس بے ایمانی کے قابل نہ ہوگا در صورت قسم یا

ایسے ہی اور کسی قول و قرار کے باب میں۔

صاف ایسا ہی ہوگا۔

اور وہ دنیا میں آخر شخص ہوگا مرتکب زنا ہونے یا والدین سے غفلت کرنے یا خدا کی عبادت سے بے پروائی کرنے میں۔

یقیناً وہ ایسا ہی ہے۔

اور یہ سب کیا منسوب نہ ہوگا اس واقعہ سے کہ اس کے باطنی اصول سے ہر ایک اپنے خاص کام پر قیام کرتا ہے بلحاظ اضافات حاکم اور رعیت کے؟

ہاں یہ بالکلیہ اسی سے منسوب ہوگا۔

کیا ابھی تک تم کوئی اور توجیہ عدالت کی تلاش کرتے ہو سوا اس کے کہ یہ ایک قوت ہے جس سے ایسے انسان اور ایسی ریاستیں پیدا ہوتی ہیں؟

میں یقیناً کوئی نہیں تلاش کرتا۔

پس ہمارا خواب کامل طور سے پورا ہوا اور وہ شبہ جو ہم کو ہوا تھا یعنے جب ہم نے ریاست کی تعمیر شروع کی تھی کہ الٰہی مداخلت نے ہم کو ہدایت کی ہے اور عدالت کی کسی ابتدائی ہیئت سے ہم مستفیض ہوئے ہیں؟

ہاں یقیناً یہ ہے۔

149 اور اے گلاکن درحقیقت ایک خام حدبندی عدالت کی (اور اس کا نفع) پیش نظر تھا کہ انسان کو لازم ہے کہ جس کام کے لیے طبیعت نے اس کو بنایا ہے اسی کام کو انجام دے مثلاً جو بالطبع موچی ہے وہ موچی کا کام کرے اور جو نجاری سے مناسبت رکھتا ہے وہ نجاری کرے علیٰ ہذالقیاس۔

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

مگر درحقیقت عدالت ویسی ہی ہے جیسی ہم بیان کرتے تھے کہ اسکو انسان کی بیرونی حالت سے تعلق نہیں ہے بلکہ اندرونی ماہیت سے جو

اس کی اصلی ذات ہے اور اس کے ذاتی اغراض سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح کہ انسان عادل اپنے چند باطنی اصول سے اپنا اپنا کام کریں اور جداگانہ طبقے ایک دوسرے کے کام میں دخل نہ دیں بلکہ اس کے گھر کا انتظام درست رکھیں اور وہ اپنی ذات پر حاکم ہو اور اپنی سیرت کو ایسا آراستہ کرے کہ اپنی ذات سے اس کا محاسبہ پاک ہو اور اس کے تینوں اصلی اصول میں موافقت اور موانست ہو گویا کہ وہ باجے تین تار ہیں جن کے سر ملے ہوئے ہیں جن میں سے ایک اعلیٰ اور دوسرا اوسط اور تیسرا ادنیٰ ہے اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے اور جب اس نے ان تینوں میں میل کر کے ایک حقیقی وحدت پیدا کر لی اور اس کی طبیعت شئے واحد ہو گئی اور اس کی نظم و تالیف درست ہو گئی اس کے بعد جو کچھ اس کو کرنا ہے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اب وہ ملکیت کے اکتساب کا قصد کرے یا جسمانی ضرورتوں کی طرف توجہ کرے وہ ریاست کا کام ہو یا ذاتی کاروبار کا معاملہ ہو ان جملہ امور میں اس کو یقین ہوگا اور دعویٰ کرے گا کہ عادلانہ اور معزز طریقہ وہ ہے جس میں اس اخلاق کا عادی ہوتا ہے جس کا سابقًا مذکور ہوا اور حقیقی علم جو اس سیرت پر کارفرما ہے وہ حکمت ہے۔ درحالیکہ بطور دیگر وہ یقین کرے گا کہ ظالمانہ کام وہ ہے جو اس کی عادت کو تباہ کرتا ہے۔ اور محض ظن جو ظالمانہ کام پر حکومت رکھتا ہے حماقت ہے۔

سقراط جو تم کہتے ہو وہ سرتاپا صحیح ہے۔

بہت خوب اگر ہم کہیں کہ ہم نے عادل انسان کو دریافت کر لیا اور عادل ریاست کو اور جس کو عدالت کہتے ہیں وہ ان میں پائی جاتی ہے تو یہ ہمارا بیان غلط نہ سمجھا جائے گا۔

نہیں بلاشک ایسا نہ ہوگا۔

پس ہم ایسا کہیں ؟

ہم کہیں گے۔

میں نے کہا ایسا ہی ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس کے بعد ہم یہ تحقیق

کریں گے کہ عدم عدل (ظلم) کیا ہے۔

ظاہراً ہم ایسا ہی کریں گے۔

پس کیا یہ عدالت کے عکس کی حیثیت سے ایک حالت نزاعی ہے درمیان تینوں اصلوں کے اور میلان مداخلت اور دست اندازی اور ذہن کے ایک جزء کی بغاوت بمقابلہ کل کے یہ جزء باغی قصید کرتا ہے حکومت اعلیٰ کے ذہن کے اندر جس کا اس کو حق نہیں ہے بخلاف اس قصد کے اس کی خاص جگہ اور منصب یہ ہے کہ کسی رکن کی خدمت کرے جو ارکان از روئے استحقاق مقام حکومت میں ہوں؟

میں جانتا ہوں کہ ایسے افعال اور ابتری اور پریشانی اصول مذکورہ کی ہماری رائے میں ظلم ہے۔ اور شہوت پرستی اور بزدلی اور حماقت اور مختصر یہ کہ کل بدی۔

ہاں ٹھیک ایسا ہی ہے۔

اور کیا ابھی یہ بالکل صاف نہیں ہوا کہ ظالمانہ کام کیا ہے اور ظالم ہونا کیا ہے اور دوسری جانب عادلانہ کام کیا ہے۔ ہم کو ماہیت عدالت اور ظلم کی معلوم ہے؟

کیونکر؟

کیونکہ یہ آثار نفس میں بعینہٖ مثل آثار صحت اور مرض کے جسم میں ہیں۔

کس طریقہ سے؟

میں تسلیم کرتا ہوں کہ شرائط صحت کے صحت پیدا کرتے ہیں اور شرائط مرض کے مرض پیدا کرتے ہیں۔

ہاں۔

اسی طریق سے عمل عدالت کا عادت عدالت کی پیدا کرتا ہے اور عمل ظلم کا عادت ظلم کی پیدا کرتا ہے؟

لامحالہ۔

پس صحت پیدا کرنا جسمانی قوتوں کو اس طرح سے مقرر کرنا تاکہ وہ حکومت

کریں اور ان پر حکومت ہو باہم دیگر طبیعت کے موافق اور مرض پیدا کرنا کہ وہ باہمدیگر حاکم اور محکوم ہوں طبیعت کے منافی۔

سچ ہے۔

اسی طرح کیا یہ درست نہ ہوگا کہ عدالت کے پیدا کرنے کیلیے نفس کی قوتوں کو اس طرح معین کریں کہ باہمدیگر حاکم و محکوم ہوں طبیعت کے موافق اور ظلم کا پیدا کرنا اس کا حاکم اور محکوم ہونا ہے باہمدیگر طبیعت کے منافی۔

بالکل ایسا ہی ہے۔

پس ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ نیکی ایک قسم کی صحت اور حسن اور نیک خصلت نفس کی اور بدی مرض اور بدصورتی اور ناتوانی نفس کی ہے۔

سچ ہے۔

اور کیا ہم یہ نہ اضافہ کریں کہ تمام اچھی مشقیں راجع کرتی ہیں نیکی کے حاصل کرنے کی طرف اور تمام بری مشقیں بدی کی جانب مائل کرتی ہیں۔

بلاشک ایسا ہی کرتی ہیں۔

اب ہمارے لیے یہ تحقیق بظاہر باقی ہے کہ آیا عادلانہ کردار مفید بھی ہے یا نہیں اور معزز مقاصد کی جستجو اور عادل ہونا کیا ایک انسان نامور ہو جاتا ہے یا نہیں اور ظالمانہ کام کرنا اگر سزا یاب نہ ہو تو کیا تنبیہ سے بہتر ہو سکتا ہے؟

نہیں سقراط میرے نزدیک یہ تحقیق ایک مضحک صورت پیدا کرتی ہے اب جبکہ حقیقی ماہیت عدل اور ظلم کی ظاہر ہو گئی مذکورۂ بالا توضیح سے۔ کیا لوگ خیال کرتے ہیں جبکہ ساخت جسم کی خراب ہو گئی تو جینا بیکار سا ہو جاتا ہے گو کہ ہر قسم کے کھانے پینے کی مقدرت ہو اور لاانتہا دولت اور قوت حاصل ہو اور کیا ہم سے کہا جائیگا کہ جب ساخت اس اصل کی جس پر حیات کا مدار ہے تباہ اور برباد ہو گئی تو

151

زندگی جینے کے قابل رہی انسان اور جو جی چاہے کرے اِلّا بدی اور ظلم سے نجات نہ ہو اور نیکی اور عدالت نہ حاصل کرسکے؟
میں نے جواب دیا ہاں یہ مضحک ہے تاہم جب ہم اس نقطہ پر پہنچ گئے ہیں تو ہم کو چاہیئے کہ ہمت نہ ہاریں جب تک کہ ہم کو اپنے نتائج کی صحت دریافت نہ ہوجائے۔
نہیں ضرور ہے اور جو کچھ ہو مگر ہمت نہ ہارنا چاہیئے۔
میرے ساتھ آؤ دیکھو کتنی مختلف قسمیں بدی کی ہیں میرے یقین کے موافق صرف انھیں کو ملاحظہ کرو جو ملاحظہ کے قابل ہیں۔
میں تمھاری پیروی کرتا ہوں: تم صرف مجھ سے کہدو۔ اب میں حجت کے اس بلند منظر پر پہنچ گیا ہوں میں دیکھ رہا ہوں جیسے کوئی بلند منارے سے دیکھے کہ نیکی کی تو صرف ایک صورت ہے مگر بدی کی لاانتہا قسمیں ہیں منجملہ چار خصوصیت کے ساتھ توجہ کے قابل ہیں۔
تمھاری کیا مراد ہے؟
معلوم ہوگا کہ ذہن کی بھی اتنی ہی خصلتیں ہیں جتنی جداگانہ صورتیں حکومت کی ہیں۔
مہربانی کرکے بتاؤ کتنی ہیں؟
پانچ قسمیں حکومت کی ہیں اور پانچ خصلتیں ذہن کی ہیں۔
بتاؤ وہ کیا ہیں۔
میں بتاؤں گا۔ ایک صورت حکومت کی وہ ہے جس کو ہم بیان کر رہے تھے اور اس کے دو مختلف نام ہیں۔ اگر حاکم جماعت ایک شخص ایسا پیدا ہو جو سب سے اچھا ہو تو اس کو بادشاہی کہیں گے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں اور سب برابر فضیلت رکھتے ہوں تو اس کو حکومت شرفا کہیں گے۔
سچ ہے۔

152

اس کو میں ایک صورت کہتا ہوں۔ خواہ قوت اعلیٰ ایک کے ہاتھوں میں ہو خواہ چند کے۔ تو اہم قوانین ریاست کے ابتر نہ ہونگے اگر ان کی تربیت اور تعلیم ایسی ہو جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

اس نے جواب دیا ہم عادلانہ طور سے اسی کی توقع کریں گے۔

153

مقالہ پنجم

پس ایسی ریاست یا نظام ہے جس کو ہم نیک اور حق کہتے ہیں اور ایسا ہی نیک انسان بھی ہوتا ہے اور اگر یہ ایک حق ہے تو اور سب کو میں بد اور باطل کہوں گا۔ یہی حدود ریاست کے نظام اور فرد واحد کی سیرت کی ساخت پر اطلاق کئے جائیں گے۔ اور بد صورتیں چار قسموں پر باقی رہجائیں گی۔

اس نے پوچھا وہ کیا ہیں؟

اس محل پر میں ان کو بہ ترتیب بیان کرنا چاہتا تھا جس طرح مجھ پر ظاہر تھیں جو کہ ایک دوسرے کے بعد بہ ترتیب تھیں کہ پولی مارخس جو ایڈیمانٹس سے کسی قدر دور بیٹھا تھا اس نے ہاتھ بڑھا کے اپنے بھائی کے لباس کو شانہ کے پاس سے پکڑا اور اپنی طرف کھینچا اور آگے کو جھک کے چند الفاظ اس کے کان میں کہے ان میں سے ہم نے یہ چند سن لئے۔

کیا ہم اس کو جانے دیں یا اور کیا کریں؟

یقیناً نہیں ایڈیمانٹس نے بلند آواز سے کہا۔ اس پر میں نے کہا مہربانی کرکے بتاؤ وہ کیا ہے جس کو تم نہیں جانے دینا چاہتے؟

اس نے جواب دیا تم کو۔

پھر میں نے پوچھا یہ کیوں جناب؟

ہم کو خیال ہے کہ تم تساہل کرتے ہو اور ایک پوری فصل تم غائب

کیئے دیتے ہو اور وہ فصل نہایت اہم مضامین سے ہے تاکہ تم کو بحث نہ کرنا پڑے اور ہم سمجھتے ہیں تم نے یہ گمان کیا تھا کہ ہم تمھاری اس فروگذاشت پر نظر نہ کریں گے اور ہم نے اس جملے پر کفایت کی کہ ہر شخص کی نظر میں یہ ضابطہ کہ "دوستوں میں کل جائداد مشترک ہے" عورتوں اور بچوں پر جاری ہوگا۔

اچھا۔ اور کیا میں اے ایڈیمانٹس حق پر نہ تھا؟

ہاں۔ لیکن لفظ حق مثل اور سب لفظوں کے توضیح طلب ہے۔ ہم سے کہنا چاہیئے کس تجویز سے جملہ ممکنات میں یہ اشتراک جائداد کو جاری کرنا چاہیئے۔ لہذا اس کو ترک نہ کرو ہم سے کہو کیا منصوبہ تم تجویز کرتے ہو۔ کیونکہ ہم کو دیر سے انتظار ہے اس توقع پر کہ تم ان شرائط کو بیان کروگے کہ بچوں کی پیدائش کس طرح واقع ہوگی اور پیدائش کے بعد طریقہ پرورش کا کیا ہوگا اور فی الواقع تم عورتوں اور بچوں کے اجتماع کی پوری تفصیل بیان کروگے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے: کیونکہ ہماری یہ رائے ہے کہ اس منصوبہ کا نفاذ موافق حق اور باطل کے ضروری معاملہ ہے جس پر حیات کا مدار ہے مشترکہ حکومت میں پس یہ دیکھ کے کہ تم ایک اور صورت حکومت کی بیان کرنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ ان امور کا قابل اطمینان فیصلہ کرو۔ ہم نے وہ قصد کیا ہے جس کو تم نے سن لیا کہ ہم تمکو نہ چھوڑینگے جب تک تم ان سوالات پر مثل اور امور کے پوری بحث نہ کرلو۔

گلاکن نے کہا میری رائے بھی اس تحریک کی تائید میں ہے۔

مختصر یہ کہ تھریسمارخس نے کہا تم ہمکو اس تجویز میں متحد سمجھو۔

میں نے فریاد کی کیا کام تم نے کیا ہے! کہ مجھ کو گرفتار کرلیا تم نے از سر نو پھر ایسا بڑا سوال پیدا کیا گویا کہ ہم حکومت مشترکہ کے مضمون کو پھر شروع کرتے ہیں! میں خوش ہو رہا تھا کہ یہ کام ہم نے پورا کرلیا اور بہت ہی خوش تھا کہ یہ سوالات چھوڑ دیئے جائیں اور جس طرح اُس وقت پہنچے تھے ان کو قبول کرلیا۔ تم کو نہیں معلوم نہیں کہ ان مطالب

159

سے پیدا کرنے سے گویا مکھیوں کے چھتے کو تم نے چھیڑ دیا میں نے اسی وقت دیکھ لیا تھا کہ کیا ہوگا اسی لیے اس مضمون کا فروگزاشت کر دیا تھا ایسا نہ ہو کہ لاانتہا مشکل میں پڑ جائیں۔

تھریسیمارخس نے کہا کیونکر؟ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم یہاں سونے کی تلاش میں آئے ہیں اور فلسفیانہ مباحثہ کی توضیح کے سننے سے کام نہیں ہے۔

155

میں نے جواب دیا اس تقریر کو مناسب طول ہوگا۔

گلاکن نے کہا سچ ہے سقراط ایسے مباحثہ کے سننے کے لئے باخبر آدمیوں کے نزدیک پوری زندگی مناسب وقت ہے۔ پس ہماری کچھ پروا نہ کرو مگر براہِ عنایت تم خود کاہلی نہ کرو اپنے خیالات ان مضامین کے متعلق جن کے بارے میں ہم نے پوچھا ہے بیان کرو میری مراد اس اجتماع کی ماہیت سے ہے جن میں بیبیاں اور بچے جو ہمارے محافظین کے ساتھ موجود رہیں گے اور بچوں کی تربیت اثنائے پیدائش سے لے کے زمانۂ تعلیم کی مدت کے درمیان یہ کاروبار سب کاموں سے بڑھ کے تکلیف دہ سمجھا گیا ہے۔ صاف صاف بیان کرنے کی کوشش کرو کن اصول پر یہ کام چلایا جائیگا۔

اے میرے خداداد وصف سے موصوف دوست اس مسئلہ پر بحث کرنا سہل نہیں ہے کیونکہ اس کو زیادہ بے اعتقادی گھیرے ہوئے ہے بہ نسبت ہمارے پہلے مسائل کے۔ اولاً تو ہمارے منصوبہ کے قابل عمل ہونے کا یقین نہ کیا جائے گا دوسرے اس بات کو مان کے کہ وہ بخوبی چل سکے گا اس میں کلام کیا کہ یہ مطلوب بھی ہے۔ اسی سبب سے میں اس سے بحث کرتے ہوئے پس و پیش کرتا ہوں کہیں اے میرے عزیز دوست یہ نہ خیال کیا جائے کہ میں ایک وہمی بحث میں مشغول ہوں۔

اس نے جواب دیا تمھارے ہچکچانے کی کوئی وجہ نہیں ہے

اس لئے کہ تمھارے سامعین نہ بے وقوف ہیں نہ بے اعتبار رہیں نہ مخالف۔

اس بات پر میں نے پوچھا اے میرے فاضل دوست کیا اس طرح مجھ کو مطمئن کر کے تم جرائت دلاتے ہو؟

ہاں میں یہی کیا ہے۔

تو مجھے یہ کہنے دو کہ تم نے بالکل برعکس کام کیا۔ اگر مجھ کو اس مضمون کے علم پر اعتماد ہوتا تو تمھارا جرأت دلانا بجا اور درست ہوتا کیونکہ ایسے بھاری اور دلچسپ مطالب پر ذہین دوستوں کی جماعت میں گفتگو کرنا جرائت اور اطمینان کے ساتھ ممکن ہے اگر کوئی شخص درحقیقت اس مضمون کا علم رکھتا ہو مگر ایک قیاس کا پیدا کرنا ایسے شخص کا جو ابتک خود مشکوک ہو اور تحقیق کا طالب ہو جیسا میں ہوں ایک لغزش گاہ ہے مجھے خوف دلاتا ہے اس کا تو خوف نہیں کہ لوگ مضحکہ کرینگے کیونکہ یہ طفلانہ کام ہے۔ بلکہ اس لیئے کہیں ایسا نہ ہو صدق پر میرا قدم ثابت نہ رہے اور میں گر پڑوں اور اپنے ساتھ دوستوں کو بھی گرادوں اور ایسی زمین پر گراؤں جہاں غلط قدم اٹھانا خصوصیت کے ساتھ خطرناک ہے میں عرض کرتا ہوں کہیں انتقام الٰہی مجھ پر نازل نہ ہو اس کلام پر اے گلاکن جو میں کہنا چاہتا ہوں کیونکہ حقیقتاً میں یقین کرتا ہوں کہ یہ جرم زیادہ قابل معافی ہے کہ کوئی شخص بلا ارادہ کسی کی موت کا باعث ہو بہ نسبت اس کے کہ کسی کو فریب دے کسی شریف اور نیک اور عادلانہ قانون کے متعلق۔

دشمنوں کے اندر ایسے خطرہ میں پڑنا بہتر ہوگا نہ کہ دوستوں میں پس اس جرأت دلانے کے لئے تمھارا انتخاب نہایت عمدہ ہے۔

گلاکن اس بات پر ہنس پڑا اور کہا سقراط اگر تمھارا نظریہ ہمکو نقصان پہنچائیگا تو ہمارا خون تمھاری گردن پر نہ ہوگا۔ ہم تم کو اس فریب دہی

156

کے جرم سے بری کرتے ہیں دلیری سے گفتگو کرو۔
میں نے جواب دیا یقیناً قانون سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک جرم سے بری کر دیا گیا تو وہ عقبیٰ میں بھی اس جرم سے پاک ہو جاتا ہے اور غالباً دنیا میں بھی۔
بہت خوب پس یہ خوف تم کو تقریر کے جاری کرنے میں مانع نہ ہو۔
پس مجھ کو اپنے مضمون کے ایک جز کی طرف رجوع کرنا چاہیے شاید مجھ کو اس مضمون کو مناسب محل پر بیان کرنا لازم تھا۔ بہر طور موجودہ ترتیب ممکن ہے کہ سب سے بہتر ہو۔ جب مرد اپنا حصہ کام پورا کر چکیں تو ہم عورتوں کے کام کی طرف متوجہ ہوں خصوصاً یہ ترتیب ہمارے تقابل کی ہے۔ کیونکہ مردوں کی پیدائش اور تعلیم جس حیثیت سے ہوئی جس کو ہم نے بیان کیا ہے میری رائے میں صحیح طریقہ بچوں کے اور بیبیوں کے اختیار کرنے کا اس طرح ملے گا کہ ابتدائی تحریک کی پیروی کی جائے جس کا ہم نے ان کو افادہ کیا ہے۔ مقصد ہمارے نظریہ کا میرے یقین میں یہ تھا کہ مرد گویا گلہ کے محافظ بنائے جائیں۔
ہاں۔
ہم کو اسی جادہ پر چلنا چاہیئے اور اسی کے مطابق نوع کی افزائش اور اطفال کی پرورش کے لیئے ضابطے عطا کرنے چاہئیں۔ اور ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ مناسب ہیں یا نہیں۔
تمھاری کیا مراد ہے؟
اس طرح۔ کہ پاسبان کتّوں کی مادائیں گلہ کی نگہبانی کریں نر کتّوں کے ساتھ اور اُن کے ساتھ شکار کریں اور ان کے جملہ فرائض میں شریک ہوں یا یہ کہ ان کو گھر پر رہنا چاہیئے کیونکہ وہ بہ سبب بچوں کی پیدائش اور پرورش کے اس قابل نہیں رہی ہیں اور نر محنت کریں اور جملہ گلوں کی نگاہبانی ان کی سپردگی میں ہو۔

ہم کو توقع ہے کہ جو کام کرنا ہے ان میں شریک ہوں صرف مادائیں کو ضعیف سمجھیں اور ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں اور نروں کو توانا سمجھیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ جانوروں کو اگر یکساں تربیت اور تعلیم نہ دی جائے تو ان سے وہی کام لیا جائے؟

157

یہ نہ ہوگا۔

پس اگر ہم عورتوں کو انھیں کاموں میں لگائیں جن میں مرد لگائے جاتے ہیں تو ان کو ویسی ہی تعلیم بھی دینا چاہئے۔

ہاں۔

مردوں کو ہم نے موسیقی اور جمناسٹک کی تعلیم دی تھی۔

ہاں۔

پس چاہئے کہ ہم عورتوں کو بھی انھیں دو فنون کی تعلیم دیں اور اسکے ماوراان کو فوجی تعلیم بھی دینا چاہئے اور ان سے ویسا ہی سلوک کیا جائے جو مردوں سے کیا جاتا ہے۔

جو تم کہتے ہو اس سے تو بالطبع یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

شاید اکثر تفصیلات اس مسئلہ کے جو پیش نظر ہے عموماً مضحک معلوم ہوں اگر حسب تجویز مذکور ان سے کام لیا جائے۔

بلا شک ایسے ہی ہوں گے۔

ان میں سے کس کو تم زیادہ مضحک پاؤ گے؟ کیا بداہتہً یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ برہنہ اسکولوں میں مردوں کے ساتھ مشق کریں نہ صرف نوعمر عورتیں بلکہ سن تمیز کو پہنچکے بھی۔ ٹھیک ان بڈھے مردوں کی طرح جمناسیا میں جن کے منھ پر جھریاں پڑی ہیں اور بد قوارہ ہو گئے ہیں مگر اب تک ذوق شوق سے مشق اور ورزش کیا کرتے ہیں؟

ہاں۔ بیشک آج کل یہ یقیناً مضحک معلوم ہوگا۔

پس چونکہ ہم نے اس مضمون کو شروع کیا ہے پس ہم کو متعدد ذہنی اور

مذاق کی ان باتوں سے ڈرنا نہ چاہئیے جو ہوشیار آدمی جمناسیا اور موسیقی کے اس انقلاب پر خاص کر سلاح جنگ لگانے اور گھوڑوں کی سواری پر کہیں گے۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔

برعکس اس کے چونکہ ہم نے مباحثہ شروع کیا ہے ہم کو چاہئیے کہ قانون کے نشیب و فراز پر گامزن ہوں اور ان خوش طبع لوگوں سے بہ منت عرض کریں کہ وہ اپنا یہ طریقہ ترک کریں اور وقار پیدا کریں اور ان کو یاد دلایا جائے گا کہ ابھی کچھ دن نہیں ہوئے ہیں کہ یونانیوں میں مردوں کا برہنہ ہونا برا سمجھا جاتا تھا اور مضحک معلوم ہوتا تھا اور آج بھی وحشیوں (غیر یونانی) قوموں میں یہی طریقہ ہے۔ اور جب کریت کے رہنے والوں نے پہلے اور ان کے بعد لیسی ڈیمونیہ والوں نے جمناسٹک کی ورزشیں شروع کیں تو زندہ دل لوگوں نے ان جدید رسوم پر خوب مضحکہ اور مذاق اوڑایا۔ کیا تم ایسا نہیں خیال کرتے؟

میں خیال کرتا ہوں

جب تجربے سے ثابت ہو گیا تھا کہ برہنگی بہتر ہے بہ نسبت لباس پوشی کے اور جبکہ مضحک اثر جو پیش نظر تھا دلیل سے مغلوب ہو گیا اور جب برہنگی کی فضیلت متعین ہو گئی میں خیال کرتا ہوں کہ اسی زمانے میں یہ بھی برہان سے ثابت ہو گیا کہ جو شخص سوائے بدکاری کے کسی چیز کو مضحک خیال کرتا ہے اور جو شخص سوا نادانی اور بدی کے اور کسی چیز کو مضحک قرار دیکے خندہ بیجا کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص کسی اور نشان کی سوا نیکی کے سنجیدگی سے قدر شناسی کرتا ہے وہ بیوقوف ہے۔

بالکل یقین ہے۔

پس کیا ہم کو پہلے اس امر پر اتفاق نہ کر لینا چاہئیے کہ جو ضوابط تجویز کئے گئے ہیں قابل عمل ہیں یا نہیں اور ہر شخص کو خواہ وہ خوش طبع ہے یا سنجیدہ مزاج ہے سوال کرنے کا موقع دینا چاہئیے کہ آیا طبیعت انسانی

158

مونث کی ایسی ہے کہ وہ مردوں کے ہر کام میں شرکت کر سکے یا وہ کسی ایک کے مساوی نہیں ہے یا بعض کے مساوی ہے اور دوسروں کے مساوی نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو کس طبقہ کے متعلق فوجی خدمت ہے؟ کیا ابتدا کرنے کے لیئے یہ بہترین طریقہ نہ ہوگا اور گمان غالب ہے کہ بہترین انجام کے لیئے بھی؟

ہاں ٹھیک ایسا ہی ہے۔

کیا تم پسند کروگے کہ معترض کی جانب سے اپنے خلاف حجت لانا چاہیئے تاکہ الخصم کا منصب بغیر دفاع کے نہ رہے ہمارے حملے کے خلاف؟

کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کو پسند نہ کریں۔

پس ہم اے سقراط اور گلاکن اس کی جانب سے کہیں گے ضرورت نہیں ہے کہ کوئی غیر تمہارے خلاف کچھ پیش کرے۔ کیونکہ خود تم نے ابتدا میں جبکہ ریاست کی تعمیر کا نظام پیش نظر تھا اس کو تسلیم کیا تھا کہ ہر شخص کو ریاست میں وہ کام کرنا چاہیے جو اس کی طبیعت کے مناسب ہو وہی ایک کام جو اس کے متعلق ہو۔ مجھے خیال ہے کہ ہم نے اس کو تسلیم کیا تھا اور ہم کیا کر سکتے تھے؟ کیا تم کو اس امر سے انکار ہے کہ عورت اور مرد کی طبیعتوں میں نمایاں فرق ہے۔

بیشک فرق ہے۔ پس کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہر جنس کیلئے مختلف کام مقرر کیا جائے جو اس کی مخصوص طبیعت کے لیئے مناسب ہو؟

بلاشک۔ پس اگر ایسا ہے تو اب تم ضرور خطا کرتے ہو اور خود اپنی نقیض پیدا کرتے ہو جب تم یہ کہتے ہو کہ مرد اور عورت ایک ہی کام میں مصروف ہوں درآنحالیکہ ان کی سرشتوں میں بیّن اختلاف ہے؟ کیا اے میرے ہوشیار دوست اس اعتراض کا کچھ جواب دے سکتے ہو؟

یہ آسان نہیں ہے کہ ایک لمحہ میں اس کا جواب پیدا کیا جائے۔

مگر میں تم سے درخواست کروں گا اور میں بالفعل یہی کرتا ہوں کہ ان حجتوں کو بیان کرو جو ہماری جانب ہیں اور ہمارے لئے ان کی توضیح کردو۔

159

یہ اعتراضات اور دوسرے ان کے میں نے پہلے ہی سمجھ رکھے تھے کہ ہوں گے اور اسی وجہ سے مجھ کو خوف تھا اور میں پس وپیش کرتا تھا کہ اس قانون میں دخل دوں جس کو عورتوں اور بچوں پر قابض ہونے سے اور بچوں کی پرورش سے تعلق ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ کام ایسا آسان نہیں معلوم ہوتا ہے۔

کیوں نہیں: مگر حقیقت یہ ہے کہ خواہ تم ایک چھوٹے سے تناوری کے حوض میں گر پڑو خواہ کسی بڑے سمندر میں تم کو اسی طرح پیرنا ہی پڑے گا۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

پس صورت موجودہ میں سب سے بہتر نہیں ہے کہ ہاتھ پیر لگائیں (تناوری کریں) اور صیحح وسلامت نکلیں اس بحث سے اس امید پر کہ ولفین[1] ہم کو اپنی پشت پر سوار کرکے ہم کو (ساحل پر پہنچادے) یا کوئی اور ذریعہ نجات کا موجود ہوجائے؟

ایسا ہی معلوم ہوگا۔

میں نے کہا پس آؤ دیکھیں ہم کوئی راستہ پا سکتے ہیں۔ تم کہتے ہو ہم نے تسلیم کیا ہے کہ مختلف طبیعتوں کے لوگ مختلف پیشے اختیار کریں اور طبیعتیں مردوں عورتوں کی مختلف ہیں اور اب ہم یہ مانتے ہیں کہ مختلف طبیعتوں کے لوگ ایک ہی پیشہ میں مصروف ہوں کیا یہ الزام تمھارا ہمارے خلاف ہے؟

ٹھیک یہی ہے۔

---

[1] یہ تلمیح ہے ابرین کے قصہ کی ہیرودوتس کی کتاب میں ۱۲۔ (مترجم)

سچ ہے کہ قوت فن مناظرہ کی عجیب و غریب ہے۔

کیوں ایسا ہے؟

کیونکہ مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اس میں خلاف اپنی مرضی کے گر پڑتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ تحقیق کرتے ہیں حالانکہ محض تقریر کرتے ہیں کیونکہ وہ کسی حد کے معنی میں امتیاز نہیں کرتے کسی مسئلہ کے مباحثہ میں بلکہ جو کہا جاتا ہے اس کے خلاف کہتے ہیں صرف نزاع لفظی سے وہ فن مکالمت کو کام میں لاتے ہیں اور فلسفیانہ تحقیق سے کام نہیں لیتے۔ اکثر کا یہی حال ہے۔ بلاشک۔ کیا اس وقت یہ ہم پر عاید ہوسکتا ہے؟

یقیناً یہ ہوتا ہے: بہر طور ظاہرا ہم بلاقصد لفظی نزاع میں پڑ گئے ہیں۔

کیونکر؟

16

ہم محض تحکم کے حرف پر بہت زور دے رہے ہیں کہ مختلف طبیعتوں کو ایک ہی تلاش میں نہ مشغول ہونا چاہئے صرف لفظی بحث کے بالکل دلیرانہ عبارت سے اور بالکل بھول گئے ہیں کہ الفاظ ''یکساں طبیعت اور ''مخالف طبیعتیں'' کس مفہوم سے استعمال کئے جاتے تھے اور تعریف میں ہمارے پیش نظر کیا تھا۔ جب ہم نے مختلف اشغال مختلف طبائع کے لیے مقرر کئے تھے اور یکساں اشغال متحد طبیعتوں کے لئے۔

یہ سچ ہے کہ ہم نے اس پر غور نہیں کیا۔

جب یہ صورت ہے تو ہمارے لیے یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ از خود یہ سوال کریں آیا گنجے آدمی اور لمبے بالوں والے آدمی یکساں طبیعت رکھتے ہیں یا متقابل (مخالف) اور اگر ہم دوسری صورت کو اختیار کریں تو ہم کہ سکتے ہیں کہ اگر گنجے کفش دوزی کریں تو لمبے بالوں والوں سے یہ کام نہ لینا چاہیئے اور اگر لمبے بالوں والے جوتے بنائیں تو دوسروں مثلاً گنجوں کو اس کی ممانعت کرنا چاہیئے۔

نہیں یہ بات قابل مضحکہ ہو گی۔

کیا یہ قابل مضحکہ ہو گی الا اس سبب سے کہ ہم الفاظ "یکساں" اور مختلف عام مفہوم میں نہیں استعمال کرتے تھے ایک خاص نوع کے یکساں اور مختلف میں مشغول تھے جو براہ مستقیم تحقیقات زیر بحث پر جاری تھے؟ مثلاً ہم نے کہا کہ دو آدمی جو ذہناً طب کے پیشہ سے موصوف تھے وہ یکساں طبیعت رکھتے تھے کیا تم ایسا نہیں خیال کرتے؟

میں خیال کرتا ہوں۔

اور یہ کہ ایک انسان جو اچھا طبیب ہو سکتا ہے اس کی طبیعت اس شخص سے مختلف ہے۔ جو اچھا نجار ہو سکتا ہے۔

البتہ مختلف ہے۔

پس اگر مرد اور عورت ذات کسی فن یا پیشہ کے اعتبار سے مختلف معلوم ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ پیشہ مخصوص ہونا چاہیئے ایک سے یا دوسرے سے لیکن اگر دونوں ذاتوں (مرد و عورت) میں تولید نوعی کے اعتبار سے فرق پائیں تو ہم بیان کریں گے کہ ابھی تک برہانی طور سے نہیں ثابت ہو سکا کہ دونوں میں جو فرق ہے وہ ہمارے مقصد سے کوئی تعلق رکھتا ہے بخلاف اس کے ہم اس کو درست خیال کریں گے کہ محافظ اور ان کی بیبیاں یکساں مطالب میں مشغول ہوں۔

اور یہ حق ہے۔

کیا ہم اپنے مخالفوں سے یہ مطالبہ نہ شروع کریں گے کہ ہم کو آگاہ کرو کہ وہ کونسا فن یا پیشہ جس کو ریاست کے نظام سے تعلق ہو جس کے اعتبار سے طبیعت مرد اور عورت کی یکساں نہیں ہے بلکہ مختلف ہے؟

ہم کو یقیناً ایسا کرنے کا حق ہے۔

اچھا شاید دوسرے یہ عذر کریں جیسے اس سے کچھ پیشتر تم نے

161

عذر کیا تھا کہ قابل اطمینان جواب فوراً نہیں دیا جا سکتا لیکن اگر غور کرنے کی مہلت دیجائے تو جواب دینا دشوار نہ ہوگا۔

سچ ہے یہ عذر ممکن ہے۔

کیا تم پسند کرو گے کہ ہم معترضین سے یہ درخواست کریں کہ اس امر کے ملاحظہ کے لئے ہمارا ساتھ دو اور دیکھو کہ کوئی پیشہ جس کو نظم ریاست سے تعلق ہے وہ عورتوں سے مخصوص ہے۔

بہر طریق۔

پس ہم ان سے اس طرح خطاب کریں گے: مہربانی سے بیان کرو جب تم کہتے ہو کہ فلاں شخص ایک خاص مطالعہ کے لیے ذہن رکھتا ہے اور ایک دوسرا شخص ایسا ذہن نہیں رکھتا تو تمھارا یہ مفہوم ہے کہ پہلا شخص اس کو آسانی سے سیکھ سکتا ہے اور دوسرا شخص مشکل سے سیکھتا ہے اور یہ کہ ایک تھوڑی سی تعلیم سے بہت کچھ خود اس مضمون سے جس کا اس نے مطالعہ کیا ہے دریافت کر سکتا ہے درحالیکہ دوسرا بہت سی تعلیم اور مشق سے یاد بھی نہیں رکھ سکتا جو کچھ اس نے سیکھا ہے اور ایک کے ذہن کو جسمانی قوتوں سے مدد ملتی ہے اور دوسرے کی مخالف پڑتی ہے؟ کیا یہی نشانیاں نہیں ہیں جن سے تم طبیعی ذہانت یا اس کے مفقود ہونے کسی تحقیق کے باب میں شناخت کرتے ہو؟

ہر شخص کہے گا کہ ہاں۔

کیا تم کوئی ایسا شعبہ انسانی محنت کا ایسا جانتے ہو جس میں عورت ذات مرد سے ان خصوصیات میں کمتر درجہ پر نہیں ہوتی؟ تو کیا ہم تفصیل کے ساتھ فن پارچہ بافی یا پکوان تلنا (کچوریاں، سموسہ وغیرہ بنانا) یا مربے اچار بنانا تا ان کاموں میں خیال کیا جاتا ہے کہ عورتیں مردوں سے بہتر کام کرتی ہیں ان کاموں میں اگر وہ ہار جائیں تو بہت ہنسی ہوتی ہے؟

تم بالکل ٹھیک کہتے ہو ہر کام میں ایک ذات کو دوسری پر

بہت فضیلت ہوتی ہے۔ بلاشک اکثر عورتیں ہیں جو اکثر کاموں میں اکثر مردوں سے بہتر ہیں مگر عموماً وہ بات ہے جو تم سمجھتے ہو۔

پس میں اے دوست یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ کوئی پیشہ جو نظم ریاست سے متعلق ہے نہ عورت سے بحیثیت عورت کے تعلق رکھتا ہے نہ مرد بحیثیت مرد کے بلکہ طبیعی موہوبات جا بجا پائے جاتے ہیں دونوں ذاتوں میں یکساں طور سے اور جس قدر عورت کی سرشت سے تعلق ہے عورت ہر تلاش میں داخل ہو سکتی ہے اور مرد بھی اگرچہ ان سب میں عورت کمزور ہے بہ نسبت مرد کے۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

تو کیا ہم ہر فریضہ کی مرد سے تخصیص کر دیں اور عورتوں سے کسی کو تعلق نہ ہو؟

ہم کیونکر ایسا کر سکتے ہیں؟

بلکہ بخلاف اس کے ہم یہ مانیں گے کہ عورت کی طبیعت علم طب سے مناسب ہے اور دوسری عورت کی طبیعت نہیں ہے اور ممکن ہے کہ ایک عورت موسیقی سے مناسبت رکھتی ہو اور دوسری نہ ہو۔

بلاشک۔

اور کیا ہم یہ نہ کہیں ممکن ہے کہ ایک عورت جمناسٹک کی ورزشوں کی صلاحیت سے موصوف ہو اور فن مبارزت سے اور دوسری کو مبارزت سے کوئی علاقہ نہ ہو اور نہ جمناسٹک کا ذوق رکھتی ہو۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔

پھر یہ کہ ایک علم دوست ہو اور دوسری ناپسند کرتی ہو؟

اور ہو سکتا ہے کہ ایک جیدار ہو اور دوسری نہ ہو۔

یہ بھی سچ ہے۔

اگر ایسا ہو تو کچھ عورتیں ایسی ہیں جو محافظ کے عہدے کے لایق ہوں اور دوسری نا قابل ہوں۔ کیونکہ کیا اوصاف نہ تھے جنسے ہم نے مردوں کو منتخب کیا تھا اور ان کی قابلیت اس عہدے کے لیئے نمودار کی تھی؟

ہاں ہیں۔

پس جہاں تک کسی ریاست کے محافظ کے عہدے کا تعلق ہے تو مرد اور عورت کی طبیعت میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ مختلف درجے ضعف اور قوت کے متفاوت ہیں۔

بظاہر کوئی فرق نہیں ہے۔

پس ہم واجبی طور سے قابل عورتوں کا بھی انتخاب کریں گے تاکہ وہ زندگی اور فرائض میں قابل مردوں کے شریک ہوں چونکہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ وہ اس کام کے لائق ہیں اور ان کی طبیعت مماثل مردوں کے ہے۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

اور کیا ہم یکساں تحقیق یکساں طبیعتوں کے لیئے متعین نہ کریں؟

پس ہم چکر کھا کے ہم اپنے پہلے مقام پر پہنچ گئے۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ امر طبیعت کے منافی نہیں ہے کہ جمناسٹک اور موسیقی ہمارے محافظوں کی بیبیوں کے لیئے معین کی جائیں۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

پس ہماری مجوزہ قانون سازی نا قابل عمل یا وہی نہیں ہے۔ کیونکہ مجوزہ قانون طبیعت کے موافق ہے: بلکہ موجودہ رسم و رواج اس ہمارے رسم کے مخالف ہے اور یہ بداہتہً طبیعت کے منافی ہے۔

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

ہماری تحقیق یہ تھی کہ آیا مجوزہ انتظام قابل عمل ہے اور یہ

بالکل مطلوب ہے۔ کیا نہیں ہے؟

ہے۔

کیا ہم اس بات پر متفق ہیں کہ قابل عمل ہے؟

ہاں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ انتظام بالکل حسب دلخواہ بھی ہے یا نہیں ہے؟

ہاں ظاہر ہے۔

بہت خوب اگر یہ سوال ہو کہ ایک عورت کو کس طرح محافظ کے عہدے کے قابل بنایا جائے۔ ہم ایک تعلیم مردوں کے لیے اور دوسری تعلیم عورتوں کے لیئے نہ رکھیں گے خصوصاً جبکہ سرشت جس پر عمل کرنا ہے دونوں صورتوں میں ایک ہی ہو۔

نہیں تعلیم یکساں ہوگی۔

اچھا پھر میں چاہتا ہوں کہ تمھاری رائے سوال ذیل کے بارے میں چاہتا ہوں۔

مہربانی کرکے بتاؤ وہ سوال کیا ہے؟

کسی اصل پر تم اپنے ذہن میں ایک مرد کو دوسرے سے بہتر اندازہ کرتے ہو؟ یا سب کو یکساں سمجھتے ہو؟

یقیناً میں ایسا نہیں کرتا۔

پس تو ہماری مثالی ریاست میں تمھاری رائے میں ان دونوں طبقوں میں سے بہتر انسان بن گئے ہیں۔ محافظ تعلیم یافتہ جن کا تم نے بیان کیا ہے یا کفش دوز جن کو کفش دوزی کی تعلیم دی گئی ہے؟

اس کا پوچھنا تو مضحکہ ہے۔

میں تمھارا مفہوم سمجھتا ہوں مگر مجھ کو بتاؤ کہ تمام شہریوں میں وہ (محافظ) سب سے بہتر نہیں ہیں؟

ہاں بہت بہتر۔

اور وہ عورتیں اور سب عورتوں سے بہتر نہ ہوں گی؟

بہت بہتر یہ بھی۔

کیا کسی ریاست کے لیئے اس سے بہتر کوئی بات ہے جس میں حتی الامکان بہترین مرد اور عورتیں شامل ہوں؟

اس سے بہتر نہیں ہے۔

اور یہ نتیجہ موسیقی اور جمناسٹک کے کام میں لانے سے ہوا جس کا بیان ہم کر چکے ہیں؟

بلاشک۔

164 پس ہمارا مجوزہ ضابطہ صرف قابل عمل ہی نہیں ہے بلکہ ریاست کے لیے بہت حسب دلخواہ بھی ہے۔

ہے۔

پس بیبیاں ہمارے محافظون کی ورزش کے لیئے کپڑے اُتاریں گی کیونکہ ان کا لباس کپڑا نہیں ہے بلکہ نیکی ہے اور وہ جنگ میں شریک ہوں گی اور دوسرے فرائض میں بھی جو ریاست کے محافظ کے عہدے میں شامل ہیں اور کسی دوسرے پیشوں میں مصروف نہ ہونگی البتہ فرائض میں جو سبک ہوں وہ کام ان کو دیے جائیں بہ مقابلہ مردوں کے کیونکہ وہ ذاتی کمزوری رکھتی ہیں۔ لیکن وہ مرد جو جمناسٹک کی ورزشوں میں عورتوں کی برہنگی کے خیال پر ہنستا ہے اس نے حکمت کے درخت سے کچا پھل توڑ لیا ہے، اور وہ حسب ظاہر خود نہیں سمجھتا کہ کس بات پر ہنستا ہے یا کیا کرتا ہے کیونکہ یہ نہایت عمدہ مقولہ ہے اور ہمیشہ رہیگا کہ مفید اشرف ہے اور مضر ارذل ہے۔

یقیناً بہمہ وجوہ۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک موج ہے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اس پر غالب آئے قانون کی بحث میں درباره عورتوں کے اس موج نے ہم کو ڈبو یا بر دنہیں کیا کہ محافظ مردوں اور عورتوں کا یہ ہے کہ جملہ اشغال

میں شریک رہیں یہ نظریہ ہمارا درست آیا قابل عمل اور موافق مصلحت ہوتے ہیں۔

ہاں۔ اس نے جواب دیا۔ یہ ایسی ویسی لہر نہیں جس کو تم جھیل گئے اور پار ہو گئے۔

ہاں میں نے کہا تم اس موج کو عظیم نہ کہو گے جب دوسری موج کو دیکھو گے۔

ہاں کہے جایئے اور مجھے دیکھنے دیجئے۔

اخیر قانون اور جو اس کے ماقبل ہیں ان میں میں خیال کرتا ہوں ایک اور قانون شامل ہے جس کا یہ منشا ہے۔

کیا ہے؟

یہ عورتیں ان سب مردوں کی مشترک بیبیاں ہونگی اور کسی کی خاص بی بی کوئی نہ ہوگی اور جو بچے پیدا ہوں گے وہ بھی مشترک رہیں گے نہ والدین اپنی اولاد کو جانیں گے اور نہ بچہ والدین کو۔

165

اس نے جواب دیا یہ قانون بہ نسبت سابق کے بے اعتباری پیدا کرے گا نہ یہ قابل عمل ہے نہ موافق مصلحت۔

میں نے کہا دوسرے کی نسبت تو کوئی انکار نہ کریگا کہ یہ نہایت مفید ہے کہ بیبیاں اور بچے مشترک رہیں بشرط امکان مگر مجھے توقع ہے کہ اس نظام کے قابل عمل ہونے کے باب میں بہت بحث ہوگی۔

دونوں شقوں پر خوب مناظرہ ہو سکتا ہے۔

ایک مقام بحثوں کے اتفاق کی بھی ہے میں سوچ رہا تھا کہ بھاگ جاؤں اور ایک سے چھٹکارا ہو اگر تم اس منصوبہ کے مفید ہونے پر متفق ہو اس طرح کہ میں صرف اس کے امکان سے بحث کروں۔

مگر تم اس بھاگ جانے کی کوشش میں دیکھ لیئے گئے تھے پس مہربانی کر کے تم کو دونوں عنوانوں پر توجیہ کرنا ہوگی۔

مجھے عدالت کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔ صرف مجھ پر اس قدر مہربانی کرو۔ مجھے مہلت دو ان لوگوں کی طرح جن پر کاہلی سوار ہے جو اپنے خیالات میں مست ہوتے ہیں جب تنہا سفر کرتے ہیں۔ تم جانتے ہو ایسے لوگ قبل اس کے کہ ان کو جب اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کا کوئی ذریعہ دستیاب ہو درگزر کرتے ہیں تاکہ محنت سے بچیں کہ یہ خواہشیں قابل عمل ہیں یا نہیں اور یہ فرض کر لیتے ہیں کہ جو کچھ ان کی خواہش ہے وہ ان کو بالفعل حاصل ہے اس کے بعد وہ باقی کاروبار کو ترتیب دیتے ہیں اور اپنا دل خوش کرنے کو جو کچھ فرضی حالات میں وہ کرنا چاہتے ہیں اس پر خیال دوڑاتے ہیں اس طرح سے وہ ایک کسلمند ذہن کی کاہلی کو اور بڑھا دیتے ہیں بس اس لمحہ میں میں بھی سستی کو راہ دیتا ہوں اور آیندہ کی بحث کے لیے امکان کے سوال کو ملتوی رکھتا ہوں اب میں امکان کو فرض کئے لیتا ہوں اور دریافت کروں گا اگر تم مجھ کو اجازت دو گے کہ حکام کیا بندوبست کریں گے جب ہماری حکمرانی نافذ ہو جائے گی اور اس کے ثابت کرنے کی کوشش کے عمل کے لئے منصوبۂ مذکورۂ بالا ریاست اور محافظ دونوں کے لیے سب سے زیادہ مفید ہوگا۔ میں تمھارے ساتھ پہلے ان شقوں کو کماحقہ جانچوں گا اور باقی امور پر تمھاری اجازت سے پھر غور کروں گا اس نے جواب دیا۔

تم کو میری اجازت حاصل ہے لہٰذا تحقیقات جاری رکھو میں نے کہا

میرا خیال ہے کہ ہمارے حکام اپنے نام کے اعتبار سے لائق ثابت ہوں اور ان کے معین بھی اسی طرح لائق ہوں تو جو احکام ان کو پہنچیں گے بخوشی ان کی تعمیل کریں گے اور حکام بھی ضمنی اطاعت قانون کی کریں گے اور اگر قانون میں تفصیلی احکام نہ ہوں گے تو وہ فحوائے قانون کے موافق عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہم کو اسی کی توقع رکھنا چاہئیے۔

لہٰذا مقنن کی حیثیت سے یہ تمھارا فرض ہے کہ تم عورتوں کو انتخاب

166

کرو جس طرح تم نے مردوں کو انتخاب کیا اور ان کو ایک جگہ رکھو لیکن جہاں تک ممکن ہو اس کی خبرداری رکھو کہ ان دونوں کی طبیعت مماثل ہو۔ اب چونکہ ان کے سکونت کے مکانات ان کا دسترخوان سب مشترک ہے اور کسی کے پاس کوئی چیز ذاتی ملکیت کی حیثیت سے نہیں ہے مرد عورت دونوں ایک ساتھ رہیں گے اور چونکہ میل جول میں کوئی تفریق نہیں ہے زور آوری کو ورزشوں اور روزانہ زندگی میں شرکت ہے میرا خیال ہے کہ جبلت ان کو مجبور کر کے تعلق پیدا کرا دیگی کیا تم نہیں خیال کرتے کہ یہ ناگزیر ہوگا؟

یہ ضرورت ریاضی کے استدلال کی سی نہ ہوگی بلکہ عشق کی ضرورت ہوگی یہ ضرورت زیادہ مجبور کرنے والی ہے بہ نسبت اس دوسری ضرورت کے ترغیب کی قوت میں اور انسانوں کے مجمع کو اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔ مگر بطور دیگر اے گلاکن بے قاعدہ میل جول بلکہ کسی قسم کی بے قاعدگی ایک مبارک شہر کے ارکان میں خباثت کا باعث ہوگی اور اس کو (حکام) مجسٹریٹ جائز نہ رکھیں گے۔

ٹھیک ایسا ہی ہوگا۔

ظاہر ہے کہ ہماری دوسری خبرداری اسکی مقتضی ہوگی کہ ازدواجی میل کو تا حدِ امکان پاک و پاکیزہ بنائیں۔ یہ پاکیزگی ان شادیوں سے مربوط ہوگی جو عوام الناس کی بھلائی کی غرض سے ہیں۔

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

پس اے گلاکن مجھ سے کہو کہ یہ غرض کس طرح حاصل ہو۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم اپنے گھر میں شکاری کتے بھی رکھتے اور اکثر شکاری چڑیاں بھی۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ کبھی تم نے ان کے ملنے ملانے اور نسل کشی کے بارے میں بھی ان جانوروں کے توجہ کی ہے۔

کس اعتبار سے؟

اولاً اس لئے کہ اگرچہ اچھی طرح پرورش پاتے ہیں کیا بعض ایسے نہیں ہیں جو دوسروں سے افضل ہیں یا ہو جاتے ہیں؟

ایسے ہیں۔
کیا تم سب سے ایک ہی طرح نسل کشی کرتے ہو۔ یا تم اس کا شوق رکھتے ہو کہ حتی الامکان جو سب سے بہتر ہیں ان سے نسل کشی کی جائے؟
بہترین ہے۔
اور کس عمر میں؟ جب بالکل بچے ہوں یا بہت بوڑھے ہوں یا جوانی میں؟
جب وہ خوب جوان ہوتے ہیں؟

167

اور اگر تم دوسرا طریقہ اختیار کرو تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ چڑیوں اور کتوں کی نسل بہت ناقص ہو جائیگی؟
میں سمجھتا ہوں۔
کیا تم خیال کرتے ہو کہ گھوڑوں کا اور طریقہ ہوگا یا اور دوسرے جانوروں میں؟
ہرگز نہیں۔ ایسا خیال کرنا لغو ہے۔
سبحان اللہ! میں نے بلند آواز سے کہا میرے پیارے دوست کیسے اول قسم کے انسان ہمارے حکام کو ہونا چاہئے اگر یہ تمثیل نسل انسانی پر بھی درست آتی ہے۔
ضرور درست آتی ہے۔ لیکن اول قسم کیوں؟
وہ بہت کچھ دواؤں کے استعمال پر مجبور ہوں گے۔ تم جانتے ہو جبکہ بیماروں کو دوائیں درکار ہوتی اور تدبیر غذا پر رضامند ہوتے ہیں تو ہم ایک معمولی حکیم کو اس کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن جب دوا دینے کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم جانتے ہیں کہ ایک زیادہ لائق حکیم کو بلانا چاہیئے۔
یہ سچ ہے مگر اس معاملہ سے اس کو کیا تعلق ہے؟
اس طرح گمان غالب ہے کہ ہمارے حکام بہت کچھ جھوٹ

اور فریب سے کام لیں گے اپنی رعایا کے نفع کے لیئے۔ اور اگر تم کو یاد ہو ہم نے کہا تھا کہ ایسے اعمال دوا کی صورت میں مفید ہوں گے۔

ہاں اور ہم حق پر تھے۔

اچھا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سچا اصول خصوصاً مسائل ازدواج اور تولید پر جاری ہوتا ہے۔

کیونکر؟

اس کا یہ نتیجہ ہے کہ جو کچھ تسلیم کیا گیا ہے کہ دونوں ذاتوں (مرد وعورت) حتی الامکان جلد جلد قریب لائے جائیں اور جو بدترین ہیں ان کو شاذونادر اور جو بچے اول کی مقاربت سے پیدا ہوں ان کی پرورش کی جائے اور دوسروں کے بچے چھوڑ دیئے جائیں اگر اس گلہ کو اعلیٰ درجہ کی خوبی حاصل کرنا ہے اور یہ عملدرآمد سب سے مخفی رکھی جائے الا خود مجسٹریٹوں سے۔ اگر یہ جماعت محافظوں کی اندرونی مخالفتوں سے آزاد بھی رکھی جائے۔

تم بالکل حق پر ہو۔

پس ہم کو بعض دن عید کے مقرر کرنا ہوں گے ان میں دلھنوں اور دولھاؤں کو ایک جگہ کریں اور قربانیاں کریں اور شعرا مناجاتیں تصنیف کریں اور اس موقع کے مناسب دھنیں رکھیں۔ لیکن شادیوں کی تعداد پر مجسٹریٹوں کے اختیار میں رکھیں گے تاکہ جہاں تک ممکن آبادی اسی نقطہ پر رہے جنگ اور بیماریوں کے اثرات کو اور جملہ اسباب کو ملحوظ رکھیں گے تاکہ ہمارا شہر ہمارے مقدور بھر بہت بڑا اور بہت چھوٹا نہ ہو سکے۔

تم حق پر ہو۔

ہم ایک دانشمندانہ طریقہ قرعہ اندازی کا میں خیال کرتا ہوں کہ ایجاد کریں گے تاکہ ادنی درجہ کے لوگ جن کا میں ذکر کر چکا ہوں مرد و عورت کے ملنے کو اتفاق سے منسوب کریں نہ حکام سے۔

168

یقیناً۔

اور وہ نوجوان جنھوں نے میدان جنگ میں یا کہیں اور امتیاز حاصل کیا ہے علاوہ اور انعامات اور اعزاز کے نہایت آزادی کیساتھ عورتوں سے مل سکیں گے تاکہ اس بہلانے سے زیادہ تعداد ایسے ماں باپ کے بچوں کی پیدا ہوگی۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔

اور جو نہیں بچے پیدا ہوں ان کو وہ افسر لے لیں جو اس مقصد کیلئے جو مقرر کئے گئے ہیں خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں یا دونوں :۔ کیونکہ سرکاری عہدوں میں بھی مرد اور عورتیں دونوں شریک رہیں گی۔

وہ شریک ہوں گے۔

یہ افسر میں خیال کرتا ہوں اچھے ماں باپ کے بچوں کو اور ان کو عام پرورش خانہ میں خاص دائیوں کے سپرد ہوں گے جو شہر کے کسی خاص محلے میں سکونت رکھتی ہوں گی۔ اور ادنیٰ درجہ کے ماں باپ کے بچے اور تمام ناقص الخلقت بچے جو دوسروں سے پیدا ہوں۔ حسب مناسب چھپا دیئے جائیں کسی خاص مخفی اور نا معلوم مقام میں۔

ہاں اگر نسل محافظوں کی خالص رکھنا ہے۔

اور یہی افسر بچوں کی پرورش کا اہتمام کریں گے جو ماؤں کو پرورش خانہ میں لائیں گے جب ان کی چھاتیاں دودھ سے بھری ہونگی لیکن اس کی ازحد احتیاط رکھیں گے کہ کوئی ماں اپنے خاص بچے کو نہ پہچان سکے اور دوسری عورتیں مہیا کریں گے جن کے دودھ ہوگا اگر مائیں کافی نہ ہوں گی۔ اور وہ اس وقت کو محدود رکھیں گے جس وقت تک ان کو دودھ پلانا ہے اور رات کو بیٹھنے کا کام اور دوسری تکالیف جو بچوں کی پرورش میں ہوتے ہیں دائیوں اور ملازموں کے سپرد ہوگا؟

تم نے محافظوں کی بیبیوں کے لیئے بچوں کا پیدا ہونا بہت آسان کام کر دیا ہے۔

ہاں اور ایسا ہی ہونا چاہیئے اب ہم کو اپنی غرض کے دوسرے معروض کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ہم نے کہا تھا تم کو یاد ہو گا کہ بچے ایسے ماں باپ سے ہونا چاہئیے ہیں جو ریعان شباب میں ہوں۔

سچ ہے۔

اور کیا تم مجھ سے اتفاق کرو گے کہ ریعان شباب عقلاً عورتوں کے لیئے بیس برس اور مرد کیلیئے تیس برس کا سن ہے؟

ان برسوں کو تم کہاں جگہ دیتے ہو؟

میں عورت کے لیئے یہ ضابطہ قرار دوں گا کہ ریاست کے لیئے بچے پیدا کرنے کا زمانہ اس کی عمر کے بیس برس سے لے کے چالیس سال تک ہو۔ اور مرد کے لیئے زندگی کی دوڑ میں انتہائی شگفتگی کا زمانہ گزرنے پر اس وقت سے ریاست کے لیئے بچے پیدا کریں پچپن سال کی عمر تک۔

بلاشک مرد عورت دونوں میں یہ عہد کمال شباب کا ہے جسم اور ذہن دونوں کے لیئے۔

پس اگر کوئی مرد جو اس عمر سے زیادہ یا کم ہے اور وہ ریاست مشترکہ کے لیئے بچے پیدا کرنے کے کام میں دخل دیتا ہے تو ہم اس کے اس فعل کو جرم قرار دیں گے خلاف مذہب اور عدالت کے وہ ایسا بچہ ریاست کے لیئے پیدا کرتا ہے کہ اگر گرفت سے بچ گیا تو بجائے اس کے کہ زاہد مرد اور عورتیں قربانیاں کریں اور منا جاتیں پڑھی جائیں جو رسوم ازدواج کے موقعوں پر بجا لائی جاتی ہیں اور تمام شہر متاثر ہوتا تاکہ جو بچے پیدا ہوں وہ ماں باپ سے زیادہ نیک اور مفید ہوں۔ یہ بچے پردۂ ظلمت میں خوفناک نا پرہیز گاری کی مدد سے عالم ہستی میں آئے ہوں گے۔

تم حق پر ہو۔

یہی قانون موثر ہوگا اگر کوئی مرد جس کی عمر اب تک بچہ کشی کے قابل ہے ایک عورت سے جس کی عمر بھی مناسب ہے تعلق پیدا کرے بغیر وساطت مجسٹریٹ کے ہم اس کا اس لئے مواخذہ کریں گے کہ اس نے ریاست میں ناجائز نامبارک اور ناپاک بچہ پیدا کیا۔

تم بالکل درست کہتے ہو۔

مگر بمجرد مقررہ عمر سے تجاوز کرنے کے عورتوں اور مردوں کو آزادی دیں گے کہ مرد جس سے چاہیں میل کریں بشرطیکہ لڑکی یا ماں یا نواسی یا نانی دادی نہ ہو اور اسی طرح عورتوں کو اجازت دیں گے جس مرد سے چاہیں تعلق کریں الاّ بیٹا یا باپ یا جو ان کے قریبی رشتہ دار ہوں بخط مستقیم خواہ صعوداً خواہ نزولاً سخت احکام دینے کے بعد کہ نہایت کوشش کریں تاحدامکان کہ اگر اتفاقاً حاملہ ہو جائیں تو کوئی بچہ روشنی نہ دیکھے اور اگر بعض اوقات کسی طرح مجبوری ہو تو بچہ کو جدا کر دیں یہ سمجھ کے کہ ثمرہ اس مقاربت کا پرورش نہ کیا جائے گا۔ 170

یہ بھی ایک معقول منصوبہ ہے مگر ان کو باپوں اور بیٹوں اور ان قرابتین میں جن کو تم نے ابھی بیان کیا ہے تمیز ہو سکے گی؟

میں نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ صرف وہ تمام لڑکے درمیان ساتویں اور دسویں مہینے کے پیدا ہوئے ہیں اس تاریخ سے جب کہ اس تعداد سے کسی ایک کی شادی ہوئی وہ ان کو اگر مرد ہے تو اپنے بیٹے کہے گا اور اگر عورت ہے تو اپنی لڑکیاں کہے گا۔ اور وہ بچے اس کو باپ کہیں گے اور ان کی اولاد کو پوتے (پوتیاں) اور وہ بھی اس شخص کو اور جو اس کے ساتھ دولھا بنے تھے اور دولھنوں کو دادا اور دادیاں کہیں گے اسی طرح سب بھائی اور بہنیں سمجھی جائیں گی ان کو جس زمانے میں وہ پیدا ہوئے ان کے باپ اور مائیں ان کو عالم ہستی میں لا رہے تھے۔ اور جو ہم نے ابھی کہا تھا یہ سب ایک دوسرے کو چھونے سے پرہیز کریں گے۔ مگر

قانون ان بھائیوں اور بہنوں کی مقاربت کی اجازت دے گا اگر قرعہ کا اتفاق اس طریقہ پر ہو اور اگر دلفیہ کی پجارن بھی اپنی منظوری دے۔

اس نے کہا یہ بالکل درست ہے۔

گلاکن یہ خصلت اس عورتوں اور بچوں کی جماعت کی ہے جو تمہاری ریاست کے محافظوں میں جاری ہوگی۔ اب دلیل اس امر کے قیام کے لیے جاری ہونا چاہئے کہ یہ منصوبہ باقی دستور ریاست کے ساتھ موافقت رکھتا ہے اور بہترین انتظام ہے جو فہم میں آسکتا ہے۔ یا تم کوئی اور طریقہ تجویز کر سکتے ہو؟

بہرطور جو تم کہتے ہو وہی اسی پر عمل کرو۔

پہلا قدم انتظام کی جانب اس نقطہ پر ہمارے آپس میں بجائے خود یہ سوال ہوگا کہ کس چیز کا نام اعلیٰ درجہ کا کمال کسی ریاست کے دستور کا ہے قانون کے بنانے میں مقنن کو جس کا قصد کرنا چاہئے اور سب سے بڑھی ہوئی برائی کیا ہے اور اس کے بعد یہ سوال ہونا چاہیے کہ وہ منصوبہ جس کو ہم نے بالفعل بیان کیا ہے کمال کے حدود سے مناسبت رکھتا ہے اور بدی کے نقشے پر ٹھیک نہیں اترتا؟

قطعًا ایسا ہی ہے۔

کیا تم ریاست کے لیئے اس سے بڑھی ہوئی کوئی برائی سمجھتے ہو جو ریاست کے پرزے اڑا دے اور بجائے ایک ریاست کے متعدد ریاستیں بنا دے؟

یا اس سے بڑھا ہوا کوئی کمال ہو سکتا ہے جو ریاست کو ایسا اتصال بخشے کہ متحد ہو جائے؟

ہم نہیں جانتے۔

پس کیا شرکت احساس خوشی اور رنج میں شہریوں کے رشتۂ اتحاد کو مضبوط کرتی ہے جبکہ وہ سب تاحد امکان مسرت اور الم میں یکساں ہیں ان کے نفع اور نقصان ایک ہی ہیں؟

171

یقیناً ایسا ہی ہے۔

اور کیا تنہائی ان احساسات کی عدم اتحاد نہیں پیدا کرتی جبکہ بعض بہت خوش ہوتے ہیں اور دوسرے اتنے ہی رنجیدہ ہوتے ہیں انھیں امور سے شہر اور اس کے باشندے متاثر ہوتے ہیں؟

بیشک ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور یہ حالتیں چیزوں کی نہیں پیدا ہوتی ہیں جبکہ الفاظ 'میرا' اور 'نہیں میرا' شہر میں سب ایک ساتھ نہیں کہتے ؟ اور جبکہ وہی اختلاف لفظ 'دوسرے کا' کے استعمال میں موجود ہے ؟

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

اس شہر کا انتظام بہترین ہے جس میں سب سے تناسب اہل شہر کا الفاظ 'میرا' اور 'نہیں میرا' ایک ہی طور سے یکساں چیزوں کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

ہاں۔ بہت بہتر۔

یا بالفاظ دیگر وہ شہر جو تقریباً ایک شخص واحد انسان کی حالت پر آجاوے۔ جیسے ہماری انگلی میں اگر چوٹ لگے تو تمام موانست جو تمام بدن میں پھیلی ہوئی ہے نفس تک اور اس سے ایک عضوی اتحاد زیر حکم اصل حاکم پیدا ہو گیا ہے اس چوٹ کو محسوس کرتا ہے اور ایک کلی اور متحد الزمان حس الم کا عضو مجروح کی ہمدردی میں پیدا ہے لہذا ہم کہتے ہیں کہ انسان کی انگلی میں درد ہے اور کسی حصہ بدن کے باب میں خواہ وہ کوئی جزو بدن ہو وہی بیان درد کا ہو سکتا ہے جو کہ اس جزو نے برداشت کیا اور جب سہولت ہوئی تو وہی خوشی ہوتی ہے۔

بلاشک یہی حالت ہے اور ہم اپنے سوال کی طرف رجوع کرتے ہیں نہایت قریب کی تمثیل ہے اس صورت میں اور ریاست کی حالت جس کا نظم و نسق بہترین ہو۔

پس میں گمان کرتا ہوں کہ جب کسی شہری کو کسی بھلائی یا برائی کا

اتفاق ہو تو ایسی ریاست جس کا ہم بیان کر رہے ہیں غالباً متاثر ہوگی نہ کوئی اور ریاست اور اس متاثر رکن کو اپنا ایک جزو تصور کرے گی اور اس کی خوشی یا رنج سے کل کی حیثیت سے ہمدردی کرے گی۔

اگر ریاست کما حقہ منتظم ہے تو ایسا ہی کرے گی۔

میں نے کہا اب اس کا وقت ہے کہ اپنی ریاست کی طرف پھر متوجہ ہوں اور ملاحظہ کریں کہ آیا ریاست میں وہ صفتیں بدرجہ اتم موجود ہیں جن کو ہم نے تحقیق کیا ہے یا کوئی اور ریاست اس پر سبقت لے گئی ہے۔

بہتر ہے کہ ہم ایسا ہی کریں۔

پس دوسری ریاستیں اور ہماری بھی مثل سب کے مجسٹریٹ رکھتی ہے اور عوام الناس۔ کیا نہیں رکھتیں؟

رکھتی ہیں۔

اور وہ ایک دوسرے کو شہری کہہ کے خطاب کریں گے؟

بیشک۔

مگر سوا شہری کہنے کے عوام الناس اور شہروں میں مجسٹریٹوں کو کیا کہتے ہیں؟

اکثر صورتوں وہ ان کو آقا کہتے ہیں مگر جمہوریتوں میں صرف مجسٹریٹ کہتے ہیں۔

لیکن ہمارے شہر میں کیا نام سوا شہریوں کے عوام مجسٹریٹوں کو عطا کریں گے؟

عوام ان کو حافظ اور معین کہیں گے۔

اور وہ عوام کو کیا کہیں گے؟

وہ عوام کو تجنبشی اور پرورش کنندہ کہیں گے۔

اور دوسری ریاستوں میں مجسٹریٹ لوگوں کو کیا کہتے ہیں کیا؟

نوکر۔

اور مجسٹریٹ ایک دوسرے کو کیا کہتے ہیں؟

جوڑی دار مجسٹریٹ۔

اور ہمارے؟

جوڑی دار محافظ

کیا تم کہہ سکتے ہو کہ آیا دوسری ریاستوں میں جوڑی دار مجسٹریٹ اپنے جوڑی دار مجسٹریٹوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک کو عزیز اور دوسرے کو اجنبی کہے گا؟

اکثر کہیں گے۔

اور ایسا کرتے ہوئے کیا وہ مقدم کو سمجھے اور کہے گا کہ وہ اس کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اور موخر کو کہ اس کی ذات سے تعلق نہیں رکھتا؟

ایسا ہی کرتا ہے۔

کیا تمھارا محافظ اپنے ایک جوڑی دار محافظ کو سمجھے اور کہے گا اجنبی؟

ہرگز نہیں کیونکہ ان کو لازم ہے کہ ہر ایک کو جس سے ملے بھائی یا بہن یا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیٹی یا کوئی بچوں سے یا والدین سے ان کے۔

کیا خوب بات کہی ہے مگر مجھ کو ایک سوال کا اور جواب دو۔ 173

خاندانی ناموں کے مقرر کرنے سے تم کو اطمینان ہو جائے گا یا تم یہ بھی ان سے درخواست کرو گے کہ ہر صورت میں ناموں کے موافق عمل کریں۔ باپوں کے ساتھ سلوک جو کچھ معمولاً حکم دینا چاہیئے، باپوں کے بارے میں یہ کہ لڑکے کو چاہیئے کہ اپنے والدین کی عزت کرے ان کا معین ہو اور ان کا مطیع ہو نہیں تو خدا کے اور بندوں کے سامنے ان کی خرابی ہو گی اگر وہ اس کے خلاف کام کرے تو مذہب اور عدالت پر ظلم ہو گا؟

یہ جملہ امور یا اور دوسرے شہری پہلے ہی سے بچوں کے کانوں میں

ڈال دیں ان لوگوں کے بارے میں جو ان کے باپ یا دوسرے رشتہ دار بتائے گئے ہیں؟

ان لوگوں کے بارے میں یقیناً کیونکہ یہ تو مضحکہ ہوگا اگر خاندانی نام صرف لبوں پر جاری ہوئے اور افعال ان کے موافق نہ ہوئے۔

پس یہ حالت سب سے بالاتر ہے جس میں بھلائی یا برائی کسی شخص پر گزرتی ہے تو تمام رکن ایک دل ہو کے کہتے ہیں میرے لیے یہ اچھا ہے میرے لئے یہ برا ہے۔

بہت صحیح۔

اور ہم نے نہیں کہا کہ ایک عام ہمدردی خوشی اور رنج میں طرز خیال اور گفتگو کے ساتھ ساتھ چلتی ہے؟

ہاں اور یہ ہم نے ٹھیک کہا تھا۔

تو کیا ہمارے شہری اُسی غرض میں شرکت کے لیئے معروف نہ ہوں گے جس کو وہ اپنا کہتے ہیں اور یہ غرض عام رکھتے ہوئے نمایاں درجے کی ایک جماعت رکھتے ہیں جو خوشی اور رنج کی شریک ہے؟

ہاں نہایت نمایاں درجے کی۔

اچھا منجملہ ہمارے دستور کی دوسری شکلوں کے یہ شرکت اس واقعہ کی وجہ سے ہے کہ ہمارے محافظ بیبیاں اور بچے مشترک رکھتے ہیں؟

ہاں خصوصاً اسی واقعہ پر موقوف ہے۔

لیکن اگر تم کو یاد ہو تو ہم نے تسلیم کر لیا تھا کہ یہ اعلیٰ تکمیل ایک ریاست کی ہے ایک کما حقہ منتظم ریاست کو ہم نے مقابلہ کیا تھا کہ بدن کو اعضا کے ساتھ یہی نسبت ہے خوشی اور رنج کے معاملہ میں۔

ہاں: اور یہ ہمارا تسلیم کرنا جائز تھا۔

پس ہم نے یہ دریافت کیا کہ سب سے اعلیٰ کمال ریاست کا بیبیوں اور بچوں کی شرکت پر منحصر ہے چاہیئے کہ طریقہ جاری ہمارے معینوں میں ٹھیک ایسا ہی ہے۔

اور یہ انتظام ہمارے سابق کے نتائج کے ساتھ موافق تھا کیونکہ میں یقین کرتا ہوں ہم نے کہا تھا کہ ذاتی ملکیت مکان یا اراضی یا کوئی اور چیز ممنوع قرار دی جائے محافظوں کے لیئے ان کو وجہ پرورش دوسرے شہریوں سے وصول ہونا چاہئے بطور معاوضہ ان کے عہدے کے اور اس کو مشترک رکھنا چاہیے اگر ان کا محافظ ہونا مقرر ہو چکا ہے۔

سچ ہے۔

پس وہ ضابطے جو پیشتر وضع کیے گئے تھے اور اس سے بڑھ کر وہ جنکو ہم اب بیان کرتے ہیں لوگوں کو اصلی محافظ بناتے ہیں اور ان کو روکتے ہیں کہ شہر کو ٹکڑے نہ کریں اس طرح کہ لفظ 'میرا' کو ہر ایک ایک مختلف چیز پر جاری کریں بالعوض اس کے کہ سب ایک ہی شئے کو کہیں اور علیحدہ علیحدہ اس چیز کو اپنے جداگانہ مکان کی طرف کھینچ کے لے جاتے ہیں جس چیز کو وہ بغیر مدد اور لوگوں کے وہ حاصل کرتے ہیں اور منجملہ اور چیزوں کے جداگانہ بیبیاں اور بچے بھی ہوتے ہیں: جنکی دلچسپی جداگانہ ہوتی ہے اور وہ لذتیں اور الم بھی جداگانہ رکھتے ہیں' وہ بخلاف اس کے متحد ہو کے ایک مرکز کی جانب رجوع کرتے ہیں اس واقعہ سے کہ ان کی رائے ان چیزوں کے متعلق جو ان کی ہیں ایک رائے رکھتے ہیں اور اس طرح تا حد امکان وقتِ واحد میں لذت اور الم سے متاثر ہوتے ہیں؟

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

ماورا اس کے تمام قانونی مقدمات اور استغاثے غائب ہوجائینگے ان میں سے یہ دیکھ کے کہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کو آدمی اپنا کہہ سکے سوائے اُس کے جسم کے اور جملہ اشیا جائداد مشترک ہے؟ اور یہ ان کو تمام تنازعات سے محفوظ رکھے گا جو جداگانہ زر اور بچوں اور عزیزوں کے رکھنے سے پیدا ہوا کرتے ہیں؟

وہ ان جملہ بکھیڑوں سے بری رہیں گے۔

مزید براں حقوق کے ذریعہ سے ایسے مقدمے نہ ہوں گے جن میں گرفتاری بزور قوت عمل میں آتی ہے یا مار پیٹ یا مورچہ بندی ان میں نہ ہوگی۔ کیونکہ ہم غالباً یہ مانیں گے کہ کسی ہم عمر کی مار پیٹ سے اپنی حفاظت کرنا عزت اور عدالت دونوں کے مناسب ہے اس بات کو سمجھ کے کہ ذات کی حفاظت ضروری ہے۔

ٹھیک ہے۔

میں نے کہا اس قانون میں یہ بھی فائدہ ہے اگر کسی کو اتفاقاً کسی دوسرے پر غصہ آجائے تو غصہ کو نکالنے کی یہ صورت پیدا کرے گا کہ اس سے خود مقابلہ کرے اس صورت وہ جنگ زیادہ سنگین نہ ہوسکیگی۔

یقیناً۔

175 ایک معمر آدمی مجاز ہوگا کہ اپنے سے کم عمر والے کو قابو میں لائے اور زجر و توبیخ کرے۔

صاف ظاہر ہے۔

اور یقیناً جو توقع کی جائے گی کہ کوئی نوعمر انسان اپنے سے بڑے کو نہ مارے اور نہ کسی اور طریق سے اس پر تشدد کرے جب تک کہ مجسٹریٹ اس کو اجازت دے۔ نہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ نوعمر آدمی اپنے سے بڑے کی توہین کرے کسی اور طریقے سے کیونکہ دو نگاہباں ہیں جو بیچ بچاو کریں گے یعنے خوف اور شرم اس کو روکے گی کہ وہ تشدد کا ہاتھ ایسے شخص پر دراز کرے جس کو بجائے اپنے ماں باپ کے تصور کرتا ہے اور خوف اس لیے کہ ایسا نہ ہو کہ جس شخص پر حملہ کیا گیا ہے اس کی اور لوگ مدد کریں بیٹوں بھائیوں اور باپوں کی حیثیت سے۔

ہاں ہمارے ضابطوں کے یہ نتائج ہوں گے۔

پس ہر طریقے سے قوانین باہمی امن و صلاح ہمارے لوگوں میں حاصل کریں گے۔

ہاں اعلیٰ درجہ کی۔

اگر اس طبقہ کے لوگ اندرونی مناقشات سے آزاد رہے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے کہ باقی شہری ان سے یا باہمدگر جھگڑا کریں گے۔

نہیں خطرہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ برائیاں بہت ہی ادنیٰ درجہ کی ہیں اور ایسی ذلیل ہیں کہ میں اُن کے بیان کرنے میں بھی تکلف کرتا ہوں جس سے وہ مستثنیٰ ہو گی ہیں اُن خوشامدوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں جو غریب امیروں کے حق میں کرتے ہیں۔ اور وہ پریشانیاں اور ایذائیں جو لوگوں کو خاندان کی پرورش میں ہوتی ہیں اور روپیہ حاصل کرنے کے لیے محض خانہ داری کے مصارف کے لیئے اب قرض لینا اور اب کنارہ کش ہونا اور غیر امتیازی ذرائع سے املاک پیدا کرنا جس کو وہ اپنی بیبیوں اور نوکروں کے ہاتھوں میں رکھتے ہیں اور انھیں کے انتظام میں وہ املاک رہتی ہے۔ ان حوادث سے جو تکلیفیں میرے عزیز دوست وہ بالکل ظاہر ہیں اور علاوہ وہ ذلیل ہیں اور اس قابل نہیں کہ بیان کی جائیں۔

سچ اندھے بھی ان کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

جب وہ ان تمام برائیوں سے بری ہوں تو وہ نہایت مبارک زندگی بسر کریں گے بہ نسبت اس زندگی کے زیادہ مبارک ہوگی جو اولمپیا کے کھیلوں میں جیتنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔

یہ کیونکر؟

جو بہجت ان کی طرف منسوب ہے ان میں ایک جزو برکتوں کا شامل ہے جو ہمارے لوگوں کو میسر ہے ان کی ظفریابی زیادہ شاندار ہے جیسی ان کی عام پرورش زیادہ کامل ہے۔ جو ظفریابی ان کو حاصل ہوتی ہے وہ حفاظت پوری ریاست کی ہے اور زندگی میں تو انکو تاج اور مراعات ملک کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں بصورت پرورش اور جملہ مطلوبات زندگی خود ان کو اور ان کی اولاد کو اور مرنے کے بعد عزت سے ان کی تجہیز و تکفین ہوتی ہے۔

ہاں بیشک یہ شاندار رعایتیں ہیں۔

میں نے کہا پس ہمکو یاد ہے کچھ مدت پہلے کسی معترض نے یہ الزام لگایا تھا کہ ہم اپنے محافظوں کو خوش نہیں کرتے اس اختیار کے ساتھ کہ شہریوں کے پاس جو کچھ ہے وہ لے لیں کوئی ذاتی شے ان کی مقبوضہ نہیں ہے! جس کا مجھ کو یقین ہے ہم نے یہ جواب دیا تھا کہ اس مبحث پر ہم پھر غور کریں گے اگر یہ ہمارے سامنے آئے گا۔ لیکن ہمارا مقصد یہ تھا کہ محافظوں کو حقیقی محافظ بنائیں اور خود ریاست کو تاحد امکان خوش کریں۔ بغیر اس خیال کے کہ کسی طبقہ پر ہم اپنی توجہ کو قایم کردیں اور اس کے خوش کرنے کا سامان مہیا کریں؟

مجھے یاد ہے۔

اچھا چونکہ اب ہم کو معلوم ہوا کہ زندگی معینوں کی زیادہ شاندار اور زیادہ مطلوب ہے بہ نسبت اولمپیا کے کامیاب کھیلنے والوں کے کیا یہ خیال ہوسکتا ہے کہ زندگی کفش دوزوں کی یا اور کاریگروں کی یا زراعت پیشہ لوگوں کی کسی معنی سے اس سے مقابلہ کی جاسکتی ہے؟

میں خیال کرتا ہوں کہ نہیں۔

بہرصورت یہ بھی بجا ہے کہ میں نے جو اس وقت کہا تھا اس کو دوبارہ کہا جائے کہ اگر کبھی ہمارے محافظ اپنے آپ کو خوش کرنے کی کوشش کریں کہ وہ محافظ نہ رہ سکیں اگر وہ ایسی زندگی سے مطمئن نہ ہوں جو صرف معتدل ہے اور مستقل اور جو ہمارے نزدیک بہترین ہے ان پر مسرت کا ایک احمقانہ اور طفلانہ مفہوم غالب ہوجائے جو اس کو مجبور کرے کہ اپنی قوت کو شہر کی کل اچھی چیزیں اپنی کرلینے میں صرف کریں تو ان کو دریافت ہوجائے گا کہ ہزیوڈ کا یہ مقولہ نہایت دانشمندانہ ہے کہ بعض اعتبارات سے نصف زیادہ ہے کل سے، اگر وہ میری نصیحت مانیں تو وہ اس زندگی پر کاربند ہوں جو ان کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

تو تم یہ اصول تسلیم کرتے ہو کہ عورتیں مردوں کے قدم بقدم رکھی جائیں

ہمارے بیان کے موافق تعلیم میں بچے پیدا کرنے میں اور دوسرے شہریوں کی نگہبانی کرنے میں اور یہ کہ خواہ گھر پر رہیں یا میدان میں بھیجی جائیں، وہ مردوں کے ساتھ حفاظت کے فرائض میں شریک رہیں گی اور ان کے ساتھ شکار میں مثل کتوں کے ساتھ ہوں گی اور ہر چیز میں مردوں کی شریک ہوں گی جس حد تک یہ امر ممکن ہے اور ایسا کرنے میں وہ ایسے طریقے کی پیرو ہونگی جو بہت مرغوب ہے اور وہ طبعی تعلق جو مرد و عورت کی باہمی موانست پر حاوی ہے شکست نہ کریں گی؟

اس نے جواب دیا میں یہ سب تسلیم کرتا ہوں۔

میں نے کہا پس ہمارے لیے یہ دریافت کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ آیا ایسی جماعت امکاناً مردوں میں قایم رہ سکتی ہے جس طرح دوسرے جانوروں میں ہے اور اس کے امکان کے کیا شرایط ہیں؟

یہ مشورہ میں دینے کو تھا تم نے مجھ پر سبقت کی۔

ان کے جنگی کاموں کے بارے میں میں خیال کرتا ہوں کہ اس کا دیکھنا آسان ہے کہ ان کی رہنمائی کس طرح کی جائیگی۔

اُس نے دریافت کیا کس طرح؟

مرد عورت دونوں ایک ساتھ میدان جنگ میں جائیں گے اور وہ اپنے ایسے بچوں کو جو توانا ہوں گے لڑائی پر ساتھ لیجائیں گے تاکہ اور اہل حرفہ کے بچوں کی طرح وہ اس مشغلہ کا معائنہ کریں جس میں بڑے ہو کے وہ خود مصروف اور صرف معائنہ نہیں بلکہ وہ خدام اور ملازموں کی طرح کام کریں گے جملہ جنگی فرائض میں اور اپنے باپوں اور ماؤں کی خدمت میں حاضر رہیں گے۔ تم نے بیشک مختلف حرفوں میں دیکھا ہوگا کہ کس طرح سے مثلاً کمھاروں کے بچے دیکھتے رہتے اور جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو ماں باپ کے لیے مہیا کر دیتے ہیں اور اٹھا لاتے ہیں قبل اس کے کہ وہ خود باسن بنانا شروع کریں۔

بیشک میں نے دیکھا ہے۔

تو کیا کمھار ہمارے محافظوں سے زیادہ خبرداری دکھائیں گے اپنے بچوں کی تعلیم میں کہ وہ اپنے فرائض کو دیکھیں اور اپنے فرائض کی مزاولت کریں؟

نہیں یہ تو بیشک ایک مضحکہ ہوگا۔

اس کے علاوہ اپنی اولاد کے سامنے ہر مخلوق زیادہ دلیری کیساتھ جنگ آزما ہوگا۔

سچ ہے: مگر اے سقراط اگر لڑائی بگڑی اور انقلاب رونما ہوا جو اکثر جنگ میں ہوا کرتا ہے تو بڑے خطرے کا سامنا ہے اور ماں باپ کے ساتھ بچے بھی تصدق ہو گئے لہذا پس ماندہ شہر کمزور ہو جائے گا اور تدارک امکان سے باہر ہوگا۔

میں نے جواب دیا یہ بالکل صحیح ہے۔ مگر اولاً میں یہ سوال کروں گا۔ آیا تم یہ خیال کرتے ہو کیا ہم اس کے پابند ہیں کہ ایسی تدبیر عمل میں لائیں کہ ہر ممکن خطرے سے محفوظ رہیں؟

کسی طرح نہیں۔

اگر خطرے سے ہمیشہ مقابلہ کرنا ہے تو کیا اس کو ایسی صورت میں نہ ہونا چاہئے جس میں کامیابی ایک ذریعہ ترقی کا ہوگا؟

صریحاً ایسا ہونا چاہئے۔

کیا تم اس امر کو ایسا غیر اہم سمجھتے ہو کہ اس کے لئے نقصان کا برداشت کرنا جائز نہیں خیال کرتے آیا وہ جن کا مردی کا زمانہ پیشہ سپاہگری میں صرف ہوگا وہ جنگ کا کچھ تماشا بچپن میں دیکھ لیں یا نہ دیکھیں؟

نہیں جس مقصد کو تم بیان کرتے ہو یہ بہت اہم ہے۔

پس یہ ضابطہ مقرر ہونا چاہئے کہ بچے جنگ کا معاینہ کریں اور کوئی تدبیر ایسی ہو کہ ان کی سلامتی یقینی ہو پھر سب درست ہوگا کیا نہ ہوگا؟

ہوگا۔

پس اولاً کیا ان کے باپ ایسے صاحب فہم اور ہوشیار ہوں جس قدر انسان کے لیے ممکن ہے کہ کونسا معرکہ خطرناک ہوگا اور کونسا اس کا عکس ہوگا؟

ظن غالب ہے کہ وہ ایسے ہوں۔

اگر ایسا ہو تو وہ اپنے بچوں کو ایسے معرکوں میں لیجائیں گے جو خطرناک نہ ہوں اور پہلی قسم کے معرکے میں لیجانے سے احتیاط کرینگے

ٹھیک ایسا ہی ہوگا۔

اور میں فرض کرتا ہوں کہ وہ ایسے افسران پر مقرر کریں گے جنکا انتخاب ان کے نکمے پن کے لیے نہ ہوگا بلکہ ایسے لوگ جو تجربہ کار اور ہوشیار ہوں گے اور عمر کے لحاظ سے بھی ان کے راہنما اور اتالیق ہوسکیں گے۔

مناسب ہے کہ ایسے ہی ہوں۔

پھر بھی ہم کو تسلیم کرنا چاہئیے کہ اکثر آدمی ایسے نتائج پاتے ہیں جو ان کی توقع کے خلاف ہوتا ہے۔

ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے۔

پس ایسی ضرورتوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اے یار عزیز ہم اپنے بچوں کے لیے پہلے ہی سے پر مہیا کریں گے تاکہ بروقت ضرورت اڑ کے نکل جائیں۔

تمھاری کیا مراد ہے؟

جہاں تک ابتدائے عمر سے ممکن ہو ہم ان کو گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھائیں اور جب ہم ان کو گھوڑے کی سواری سکھا دیں تو ہم سوار کرا کے لڑائی دکھائیں ایسے گھوڑوں پر نہیں جو شوخ ہوں عمدہ جنگی گھوڑے نہ ہوں اپنی رفتار اور شائستگی کے لیے انتخاب کیے جائیں۔ کیونکہ اس تدبیر سے ان کو بہترین نظر اپنے آیندہ کے پیشہ کی ہو جائیگی اور اسی وقت

محفوظ رہ سکیں گے اور ضرورت کے وقت بھاگ سکیں گے پختہ عمر کے قواد کے زمرے میں۔

میں خیال کرتا ہوں تمھارا منصوبہ بالکل درست ہے۔

میں نے کہا اب فوجی خدمت کے ضابطے بیان کئے جاتے ہیں کس بنیاد پر تمھارے سپاہی ہوں باہمدگر اور دشمن کے اعتبار سے بھی؟ مجھ سے کہو کہ میری رائیں بجا ہیں یا نہیں۔

میں یہ تو سمجھ لوں کہ وہ ہیں کیا۔

اگر کوئی سپاہی اپنی قطار چھوڑ کے بھاگ جائے یا ہتھیار پھینک دے یا کسی ایسی ہی بزدلی کے فعل کا مجرم ہو تو اس کا تنزل کر کے اس کو اہل حرفہ کے زمرے میں یا کاشت کاری کے مزدوروں میں ملا دینا چاہیے؟

قطعاً۔

اور اگر کوئی سپاہی زندہ دشمن کے ہاتھوں میں پڑ جائے کیا ہم کو لازم نہیں ہے کہ اسے کسی ایسے شخص کے نذر کریں جو اس کو رکھنا چاہے وہ اس کی لوٹ کے ساتھ جو چاہے کرے۔

ہاں بہرطور۔

اور اگر کوئی سپاہی نہایت امتیاز اور عزت حاصل کرتا ہے کیا تم یہ نہیں خیال کرتے کہ ہمیں معرکۂ کارزار میں اس کو تاج پوش کیا جائے اور ہار پہنایا جائے جملہ نوجوان اور بچے باری باری سے جو اسکے ساتھ کے سپاہی ہوں اس رسم میں شریک ہوں؟

ہاں میرا یہی خیال ہے۔

اور مصافحہ کریں؟

ہاں مصافحہ کریں۔

مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اس کے بعد جو قضیہ میں نے پیش کیا ہے اس سے تم موافقت نہ کرو گے؟

وہ کیا ہے؟

یہ کہ اس کو بوسہ دینا چاہیئے اور سب اس کا بوسہ لیں۔

یقیناً میں موافق ہوں۔ اور میں قانون میں یہ اضافہ کروں گا کہ معرکۂ جنگ کے دوران میں وہ جس کا بوسہ لینا چاہے وہ اس سے انکار نہ کرے تاکہ اگر کوئی سپاہی اتفاقاً کسی جوڑی دار مرد یا عورت کا قدر شناس ہو تو اس کو صلۂ شجاعت کے حاصل کرنے کے لئے زیادہ تحریک دی جائے۔

میں نے جواب دیا خوب اور ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ بہادر آدمی کو بہ نسبت اور لوگوں کے اکثر سے زیادہ ازدواجی تعلق کی اجازت دیجائے اور ان واقعات میں معمول سے زیادہ انتخاب کی آزادی کو کام میں لائے تاکہ اس سیرت کے باپ سے اتنے بچے حاصل ہو سکیں جس قدر ممکن ہیں۔

سچ ہے ہم نے ایسا کہا تھا۔

پھر اور عزتیں ہیں جن سے ہومر کے قول سے بھی یہ عین عدل ہے ان نوجوانوں کو انعام دیا جائے جو عمدہ سیرت سے امتیاز پیدا کریں۔ ہومر کہتا ہے کہ اجیکس نے معرکۂ جنگ میں شہرت حاصل کی اور بطور امتیاز کے گائے کی پشت کے گوشت کا انعام دیا گیا یہ سمجھا گیا تھا کہ اس عزت افزائی سے علاوہ شان و شوکت کے قوت میں بھی ترقی ہو گی لہذا خصوصیت کے ساتھ ریعان شباب میں بہادر آدمی کے لیے مناسب ہے۔

نہایت منصفانہ خیال ہے۔

پس اس نقطہ پر کم از کم ہم ہومر کے مشورہ کی پیروی کریں گے۔ ہم بھی قربانیوں کی عید میں اور دوسری ایسی ہی ضیافتوں میں اپنے لائق سپاہیوں کی عزت کریں گے حسب درجۂ لیاقت جس کا ان سے ظہور ہوا ہے نہ صرف دعاؤں سے اور اور رعایتوں سے جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا تھا بلکہ ساغر لبریز بھی عطا کریں گے اور عمدہ غذا اور مقامات عزت

سے اس کا منشا صرف یہ نہ ہوگا کہ بہادر مرد اور عورتوں کی عزت ہو بلکہ ان کی تعلیم میں بھی ترقی ہو۔

اس نے کہا کیا اچھا منصوبہ ہے۔

بہت خوب: اور جب کوئی میدان جنگ میں قتل ہوگا تو کیا ہم اولاً یہ شہرت نہ دیں گے کہ وہ جو عزت سے مقتول ہوئے ہیں وہ سنہری نسل سے ہیں؟

یقیناً ہم ایسا کریں گے۔

اور ہم ہزیود کے مسئلہ پر یقین نہ کریں گے کہ جب کوئی اس نسل کا مرتا ہے۔

"وہ روحوں میں بدل گئے ہیں زمین پر گھومتے پھرتے ہیں اہل کرم اور مقدس ہیں۔

ہم کو خطروں سے محفوظ رکھتے ہیں قوی ہیں اور جن کو خوبی گفتار عطا ہوئی ہے اُن کے حافظ ہیں"

ہاں یقیناً ہم ایسا کریں گے۔

اب ہم فال کے بارے میں دریافت کریں گے کیونکر اور کن امتیازوں سے ہم کو چاہئے کہ فوق انسانی اور خدائی قالب کے انسانوں کو دفن کریں اس طریقے سے اور ایسے رسوم کے ساتھ جو فال نے بیان کئے ہیں؟

ہاں یقیناً ہم ایسا ہی کریں گے۔

اور ان کے مقبروں کو اعلیٰ درجہ کے موجودات کا مقبرہ کہیں گے اور ان کی واجبی عزت کریں گے اور عظمت کریں گے اور انھیں رسوم کو جاری رکھیں گے جب کوئی شہری جس کی شجاعت کی وجہ سے حین حیات عزت کی جاتی تھی بوڑھا ہو کے یا کسی اور سبب سے فوت ہو؟

یقیناً ایسا کرنا عین انصاف ہے۔

اور ہمارے سپاہیوں کا چلن اپنے دشمنوں کے ساتھ سلوک کرنے میں کیا ہوگا؟

کس اعتبار سے ؟

اولاً غلام بنانے کے رواج کو لو۔ کیا یہ قرین انصاف ہے کہ یونانی آزاد آدمیوں کو یونانی شہروں کے غلام بنائیں۔ کیا لازم نہیں ہے کہ حتی الامکان اس رسم کے روکنے کی کوشش کریں۔ اور خود اپنی نسل کے محفوظ رکھنے کا رواج جاری کریں اس دوراندیشانہ خوف سے کہ وحشیوں کے پاس خود نہ گرفتار ہو جائیں ؟

مذکورۂ بالا بہتر طریقہ ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

قطعاً ایسا ہی ہے : ان کے خیالات اس صورت میں زیادہ وحشیوں کی مخالفت کی جانب رجوع کریں گے اور اس طرح وہ غالباً ایک دوسرے کو کم ستائیں گے۔

پھر کیا یہ اچھا ہے کہ بعد فتح کے مقتولین کے سوائے ہتھیاروں کے کپڑے وغیرہ بھی اتارلیں ؟ کیا یہ رواج بزدلوں کے لیے ایک بہانہ نہیں نکالتی کہ ان لوگوں کا مقابلہ نہ کریں جو اب تک لڑ رہے ہیں وہ بہانہ کریں گے کہ وہ اپنا فرض ادا کرنے کی راہ پر ہیں جبکہ وہ جھک کے مردے کے کپڑے اتارتے ہوں گے اور کیا اب سے پہلے اکثر فوجیں لوٹ کی عادت سے ہلاک نہیں ہوئی ہیں ؟

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

اور اس لالچ میں نہایت ہی کمینہ پن ہے کہ مردے کو لوٹیں اور کیسا زنانہ پن اور رذالت کا نشان ہے کہ کسی کے مردے سے دشمنی کے خیالات رکھیں جبکہ حقیقی دشمن (روح) اُڑ گیا ہو اور صرف دشمنی کے آلہ کو چھوڑ گیا ہو جس سے وہ جنگ کرتا تھا ؟ کیا ایسے لوگ جو یہ کام کرتے ہیں تمھارے خیال میں کتوں سے بہتر ہیں جو ان پتھروں پر غراتے ہیں جو ان پر پھینکے گئے ہوں اور اس شخص کو چھوڑ دیتے ہیں جس نے پتھر پھینکے تھے ؟

نہیں ذرا بھی بہتر نہیں ہیں۔

پس مردوں کے کپڑے اتارنے کے رسم اور مردوں کے اٹھانے میں مزاحمت کرنے کے رواج کو ترک کر دینا لازم ہے۔

ہاں ضرور یہی ہم کو کرنا چاہیئے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ کیا ہم کو چاہیئے کہ اپنے دشمنوں کے اسلحہ مندروں میں لیجا کے نذر چڑھائیں خصوصاً یونانیوں کے اسلحہ اگر ہم باقی ماندہ یونانیوں کے ساتھ خوش فہمی پیدا کرنا چاہتے ہوں بلکہ بخلاف اس کے ہم کو خوف کرنا چاہیئے کہ مندر کے تقدس کو نقصان پہنچیگا اگر ہم ان میں ایسی فتح کی نشانیاں لیجائیں جن کو ہم نے اپنے بھائیوں سے لوٹا ہے جب تک کہ فال کا دیوتا ایک مختلف فیصلہ صادر نکرے۔

تم بالکل سچ کہتے ہو۔

اچھا میں نے کہا اور تمھارے سپاہی اپنے دشمنوں کی اراضی کے ساتھ کیا سلوک کرینگے یونانیوں کی زمینوں کا تباہ کرنا ان کے گھروں کا جلا دینا۔

اس نے جواب دیا میں خود تمھاری رائے اس مضمون کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

پس میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں بجائے خود ان کارروائیوں کو ناپسند کرتا ہوں۔ میں صرف یہ اجازت دوں گا کہ فصل پر غلہ اٹھا لیا جائے کیا تم چاہتے ہو کہ اس کے وجوہ تم سے بیان کروں۔

ہاں میں یہ پسند کروں گا۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو نام استعمال میں ہیں ایک جنگ اور دوسرے بغاوت[1]۔ اسی طرح دو امر میں جو ناموافقت کی دو متباین

---

[1] لفظ یونانی اسٹیس (Stoxois) جس کا ترجمہ انگریزی میں سڈیشن (Sedition) یعنی بغاوت کیا گیا ہے باہمی فرقوں کی لڑائی کے لیے مشہور ہے جس کے لیے اردو میں خانہ جنگی ہے اس قسم کی جنگ یونان میں بہت سخت ہوا کرتی تھی جس میں شرفا اور عوام دو فریق ہوتے تھے۔ بہرطور

قسموں کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایک صورت میں دونوں فریق باہم دوست اور عزیز ہیں دوسری میں غیر اور اجنبی۔ جب دشمنی قسم اول میں ہوتی ہے تو اس کو بغاوت کہتے ہیں اور جب غیروں اور اجنبیوں میں ہوتی ہے تو اس کو جنگ کہتے ہیں۔

جو تم کہتے ہو اس میں کوئی بات غیر معقول نہیں ہے۔

اب یہ دیکھو کہ اب جو میں کہنے والا ہوں وہ بھی ویسا ہی معقول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جملہ ارکان یونانی نسل کے بھائی اور عزیز ہیں باہمدیگر لیکن غیر اور اجنبی وحشی (بربری) دنیا سے ہیں۔

سچ ہے۔

لہذا جب یونانی اور بربری باہمدیگر لڑ رہے ہوں تو ہم ان کو طبعی دشمن کہیں گے اور اس قسم کی دشمنی کو ہم جنگ سے نامزد کریں گے مگر جب یونانیوں کا یونانیوں سے مقابلہ ہو تو ہم کہیں گے کہ وہ طبعاً دوست ہیں لیکن صورت مفروضہ میں یونان کی حالت مریض کی سی ہے جو خانہ جنگی میں مبتلا ہے اور اس قسم کی دشمنی کو ہم بغاوت سے نامزد کریں گے۔

میں اس رائے سے بالکل موافق ہوں۔

میں نے کہا پس یاد رکھو یہ حالت جو بہ اقرار خود بغاوت کہی گئی ہے جب کبھی ایسی حالت پیدا ہو اور شہر میں تفرقہ پڑا ہو جبکہ ہر فریق دوسرے کی زمینوں کو اجاڑے اور گھروں کو جلائے تو یہ تنازع مجرمانہ خیال کیا جائے گا اور دونوں فریق وطن کے دشمن سمجھے جائیں گے کیونکہ اگر وہ وطن دوست ہوتے تو ان کا دل کس طرح تاب لاتا کہ اپنی دایہ اور ماں کو ذبح کر ڈالے۔ بلکہ یہ خیال کیا جائے گا کہ فاتح فریق انصافاً اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کہ اپنے دشمنوں کے لاشوں کو اٹھا لیجائے اور یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ ایک دن صلح ہو جائے گی اور ہمیشہ جنگ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ خانہ جنگی نہایت مناسب ترجمہ ہے ۱۲۔

نہ رہے گی

اُس نے کہا ہاں یہ احساس بہت کچھ انسانیت پر دلالت کرتا ہے بہ نسبت پہلے خیال کے۔

بہت خوب اور کیا وہ شہر جس کی تم بنا ڈالتے ہو کیا یونانی شہر نہ ہوگا؟

یقیناً ہونا چاہیئے۔

بس اس کے شہری کیا شرافت اور انسانیت نہ رکھتے ہونگے؟

یقیناً ہوں گے۔

اور کیا وہ وطن دوست یونانی نہ ہوں گے جو تمام ملک ہیلاس[1] کو اپنا ہی ملک تصور کرتے ہونگے اور اپنے اہل ملک کے ساتھ رسوم مذہبی میں شریک ہوں گے؟

بالکل یقین ہے کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔

پس چونکہ وہ تمام یونانیوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں تو وہ اس لڑائی کو بغاوت (خانہ جنگی) کی نظر سے دیکھیں گے اور اس کو محاربہ کہنے سے منکر ہوں گے؟

وہ یہی کریں گے۔

اور اثنائے جنگ میں یہ خیال کرتے رہیں گے کہ ان لوگوں میں صلح ہوا چاہتی ہے؟

ٹھیک ایسا ہی ہے۔

وہ دوستانہ سرگرمی سے ان کی اصلاح کریں گے اور ان کو ملامت کریں گے ان کو یہ خیال نہ ہوگا کہ ان کو غلام بنائیں یا تباہ کریں ان کا طرز عمل مدرسہ کے استاد کا سا ہوگا نہ دشمنوں کا سا۔

ٹھیک ہی ہے۔

---

[1] ہیلاس قدیم نام ملک یونان اور اہل ملک ۱۲

چونکہ وہ خود یونانی ہیں یونان کو تباہ نہ کریں گے نہ وہ ان کے مکانات جلائیں گے اور نہ اس امر کو تسلیم کریں گے کہ اہل شہر مرد عورت اور بچے ان کے دشمن ہیں۔ دشمن صرف انھیں کو کہیں گے جو لڑائی کے باعث ہوئے۔ اور ان وجوہ سے وہ زمین کو برباد کرنے سے پرہیز کریں گے اور مکانوں کے منہدم کرنے سے کیونکہ مالک زمین اور مکانات اکثر صورتوں میں ان کے دوست ہیں اور وہ جنگ کو صرف اس حد تک جاری رکھیں گے جب تک کہ بیگناہ لوگ مجرموں کو سزا دیں جو انکے وبال جان ہوے تھے۔

اُس نے جواب دیا میں فوراً تسلیم کروں گا کہ ہمارے شہری اپنے اخلاق کا ضابطہ اسی کو مقرر کریں اور مخالفوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک غیریں اور ہیں وحشیوں کے ساتھ اُس سلوک کو جاری کروں گا جو بالفعل یونانی ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔

پس ہم اپنے قوانین کے نفاذ میں اس قانون کا اضافہ کریں گے کہ ہمارے محافظ زمینوں کے برباد کرنے اور مکانات کے جلانے سے منع کئے جائیں؟

اُس نے جواب دیا ہی کرنا چاہیئے اور ہم کو تسلیم کرلینا چاہئے کہ یہ قانون اور سابق کے قوانین بجا اور درست ہیں۔

مگر اس نے کہا سقراط میں حقیقتاً یہ خیال کرتا ہوں کہ اگر اس طرح تم کو بحث کے جاری رکھنے کی اجازت دی جائے تو تم ہرگز یاد نہ کرسکوگے اس چیز کو تم نے اس سے پیشتر ملتوی رکھا تھا قبل اس کے کہ تم ان سوالات کی بحث میں داخل ہوتے یعنے اس امر کے ثابت کرنے کا کام کہ چیزوں کی ساخت ممکن ہے اور اس کا تحقق کس طرح سے ہو کیونکہ اس بیان کے ثبوت میں کہ اگر اس کا تحقق ہو تو یہ شہر کے اقسام کے جملہ فوائد کا ضامن ہوگا جو شہر اس کا مقام ہے میں خود ایسے واقعات کو پیش کرسکتا ہوں جن کو تم نے ترک کردیا تھا مثلاً ایسے سپاہی کامل طور سے دشمنوں سے

لڑیں گے اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کے چھوڑ دینے پر رضا مند نہ ہوں گے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو بھائی یا باپ یا بیٹے سمجھتے ہیں اور بے تکلف یہ محبت کے لقب استعمال کرتے ہیں اور اگر عورتیں فوجوں میں کام کریں خواہ مردوں کے ساتھ صف بصف شریک ہوں یا بطور محفوظ فوج کے عقب میں رہیں اور دشمنوں پر عقب سے حملہ کریں اور جب ضرورت ہو کام پر مستعد رہیں اور مدد پہنچائیں میں جانتا ہوں کہ اس طور سے وہ ہرگز مغلوب نہ ہو سکیں گے۔ مزید براں یہ کہ جملہ فوائد جن کو تم نے فرو گذاشت کر دیا جن سے وہ گھروں پر مستفید ہوتے ہیں لیکن میں ان تمام قابلیتوں کی موجودگی کو کلیتہً تسلیم کرتا ہوں اور دوسری ہزار ہا اس ساخت میں اگر وہ پیدا کی گئی تھیں تم کو ضرور نہیں ہے کہ ان کو زیادہ تر بیان کرو۔ بلکہ ہم کو کوشش کرنا چاہیئے کہ ان کو یقین کریں کہ یہ چیز قابل عمل ہے اور دوسرے سوالات کو بجائے خود چھوڑ دیں۔ میں نے جواب دیا تم نے میری حجت کا کیا جلد قتل عام کیا ہے! تم کو میری مضطربانہ آوارگی پر رحم نہیں آیا۔ شاید تم نہیں جانتے کہ بعد اس کے کہ میں پہلی دو موجوں پر غالب آیا اب تم نے تیسری ٹکرانے والی موج کو میرے سر پر ڈال دیا جو تینوں سے بڑھی ہوئی کوہ شکن اور مہیب ہے۔ مگر جب تم اس کو دیکھو بلکہ سنو گے تو تم خیال کرو گے کہ میری کردار بالکل قابل عفو ہے اور تم اس بات کو مان لو گے کہ میرے پس و پیش کرنے اور لرزنے کی عمدہ وجہ موجود تھی کہ ایسا تعجب انگیز نظریہ چھیڑا جائے اور اس کی بحث اختیار کی جائے۔

اس نے کہا جتنا زیادہ اس دھن میں کلام کرو گے اتنا ہی کم ہم کو گمان ہوگا ہم تم کو بغیر توضیح اس امر کے جانے نہ دیں گے کہ یہ ساخت کس طرح ممکن ہے۔ لہٰذا اپنی توضیح جاری کرو اور زیادہ تاخیر نہ کرو۔

پس میں نے کہا اولاً ہم کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ہم عدالت اور ظلم کی ماہیت کی تحقیق میں اس نقطہ پر پہنچے ہیں۔

سچ ہے: مگر اس کا کیا ذکر ہے؟

کیوں کچھ نہیں۔ لیکن اگر ہم کو دریافت ہو کہ عدالت کیا ہے تو ہم کو یہ توقع ہوگی کہ سیرت عادل انسان کی کسی وجہ سے عدالت سے متغائر نہ ہوگی اور وہ اس کا کامل مقابل ہوگا؟ یا ہم اس پر قانع ہوں گے بشرطیکہ عادل اسقدر اس کے قریب تر آجائے جسقدر کہ ممکن ہو اور تمام عالم سے زیادہ اس کا شریک بڑی مقدار سے ہوگا۔

وہ جس کا ذکر آخر میں کیا گیا ہے۔ ہم قانع ہوں گے۔

پس تجویز، ہماری بحث کی بذاتِ خود عدالت کی ماہیت میں اور سیرت کامل عادل کی اور اس کے ساتھ ہی امکان اس کے وجود کا اور اسی طرح ماہیت ظلم کی اور سیرت کامل ظالم کی اس نظر سے تھی کہ وہ دونوں بطور نمونوں کے استعمال کیے جائیں اس طرح سے کہ دو انسانوں پر نظر کرنے سے اور یہ دیکھنے سے کہ سعادت اور اس کے مقابل کے اعتبار سے وہ کیسے ہیں ہم اس امر کے تسلیم کرنے پر بجائے خود مجبور ہوں گے کہ وہ شخص جو ان سے تقریبی مشابہت رکھتا ہے بلحاظ سیرت کے اس کا حصہ تقریبی مشابہت اُن کے حصہ سے رکھتا ہے۔ مگر ہمارا یہ ارادہ نہ تھا کہ عمل میں ان کا امکان ثابت کیا جائے۔

اس نے کہا یہ بالکل درست ہے۔

کیا تم کسی صناع کی لیاقت کا نقص تصور کروگے اگر وہ انسانی حسن کے ایک کامل نمونے کی تصویر کھینچے اور تصویر میں کوئی کوتاہی نہ کرے مگر چونکہ وہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ایسا انسان جس کی اس نے تصویر بنائی ہے ممکن ہے کہ موجود ہو؟

نہیں بیشک میں نقص نہ سمجھوں گا۔

اچھا تو کیا ہم اسی طرح ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ایک ریاست کو بطور نظریہ کے بناتے ہیں جو ریاست کی کامل مثال ہو؟

ہاں یقیناً

پس کیا تمھاری رائے میں ہمارے نظریہ کو کچھ نقصان پہنچے گا

اگر ہم یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ ایسے منتظم طریقہ کے ساتھ جیسا کہ مذکور ہوا کسی شہر کا ہونا ممکن ہے ؟

ہرگز نہیں ۔

یہ صحیح حالت اس صورت کی ہے لیکن تمھاری تسلی کے لیے میں اس بات کے دکھانے کی کوشش کروں گا کہ کس خاص طریقے سے اور کن شرائط کے ساتھ ہمارے مثالیہ کا تحقق ہو سکتا ہے ۔ بہ نظر اس برہان کے کہ جو تم نے پہلے تسلیم کیا تھا اس کو دوبارہ فرض کرو ۔

تمھاری کیا مراد ہے ؟

بہر صورت کیا ایک نظری نقشہ کامل طور سے عملاً متحقق ہو سکتا ہے ؟ یا یہ قانون قدرت ہے کہ عمل ایسا قریب قریب صدق کے نہیں ہو سکتا جس قدر کہ نظریہ ہو سکتا ہے ؟ اس کی کچھ پروا نہ کرو اگر بعض اس کے خلاف خیال کرتے ہوں ۔ مگر مجھ سے یہ کہو کہ آیا تم واقعہ کو تسلیم کرتے ہو یا نہیں ۔

میں تسلیم کرتا ہوں ۔

پس تم یہ فرض مجھ پر نہ عائد کرو کہ تمام نظریہ پوری صحت کے ساتھ فی الواقع ظاہر کیا جائے بلکہ اگر ہم اس کے دریافت کرنے میں کامیاب ہوں کہ کس طرح ایک ریاست ہمارے بیان کے مطابق منتظم ہو سکتی ہے تو تم کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ہم نے اس منصوبہ کے تحقق کے امکان کو دریافت کر لیا ہے جس پر تم مجھے غور کرنے کو کہتے ہو ۔ کیا تم قانع نہ ہو گے اگر اس حد تک کامیاب ہو ؟

میں تو بجائے خود قانع ہو جاؤں گا ۔

علیٰ ہذا میں بھی ۔

ہمارا دوسرا قدم بظاہر یہ ہونا چاہیئے اس کے تلاش کرنے کی کوشش کی جائے کہ ہماری ریاستوں کی عمل درآمد میں اب کیا نقص ہے جو حسب بیان مذکور انتظام کا مانع ہے ۔ اور وہ کم از کم تغیر کیا ہے جس سے ریاست

اس ساخت کی صورت کو حاصل کر سکے اگر ممکن ہو تو صرف ایک ہی تغیر کیا جائے ورنہ دو یا زیادہ صرف اس شمار سے جو کم سے کم ہوا ور ان کی تاثیر کی اہمیت بہت ہی کم ہو۔

بہر طور ہم کو ایسا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

میں نے کہا اچھا ایک تغیر ہے جس کے ذریعہ بموجب اپنے خیال کے ہم یہ دکھا سکتے ہیں کہ مطلوب انقلاب حاصل ہو سکتا ہے لیکن یہ انقلاب یقیناً نہ چھوٹا سا ہے نہ سہل تغیر ہے اگرچہ ممکن ہے۔

وہ کیا ہے ؟

اب میں عنقریب اسی بیان سے مقابلہ کیا چاہتا ہوں جس کو میں نے بڑی موج سے تشبیہ دی ہے۔ تاہم وہ بولا جائے گا اگرچہ وہ مجھ کو ڈبو ہی کیوں نہ دے مثل ایک قہار موج کے مضحکہ اور بدنامی سے۔ مہربانی کر کے جو میں کہتا ہوں اس کی طرف توجہ کیجئے۔

اس نے کہا کہہ ڈالیئے۔

ورنہ یا تو فلاسفہ بادشاہی حکومت ریاستوں میں حاصل کر لیں یا وہ لوگ جو اب بادشاہ اور صاحب اختیار کہے جاتے ہیں کافی مقدار سے اصلی فلسفہ کے سیراب ہوں یعنے جب تک سیاسی قوت اور فلسفہ ایک ہی شخص میں جمع ہو جائیں تو اکثر ان اذہان سے جو پیروی کرتے ہوں ایک کی دوسرے کو خارج کر کے یا تو وہ حکماً دونوں سے ممنوع ہو گا تو نجات نہ ہو گی میرے عزیز گلاکن شہروں کے لیے اور میرے یقین سے انسانی نسل کو بھی مخلصی نہ ہو گی نہ وہ حکومت مشترکہ جس کا بطور نظریہ کے ہم نے نقشہ کھینچا ہے اس وقت عالم امکان میں نہ آئے گا اور دن کی روشنی کو دیکھے گا بلکہ ادراک تمام و کمال عام رائے کا نقیض کرے میرے پس و پیش کرنے کا باعث ہو گا کہ اس کو ظاہر کروں کیونکہ مشکل ہے کہ کوئی اور طریقہ سعادت کے حصول کا نہیں ہے خواہ یہ حصول ریاست کے لیے ہو خواہ فرد واحد کے لیئے۔

اس محل پر گلاکن نے کہا سقراط وہ عبارت اور اعتقادات جو تم نے ظاہر کیے ہیں ان کی یہ ماہیت ہے تم کو توقع رکھنا چاہیے کہ ایک کثیر تعداد حملہ آوروں کی تم پر فوراً ٹوٹ پڑے گی۔ گویا کہ وہ اپنے پیراہن اتار کے پھینک دیں گے اور جو حربہ ان کے ہاتھ آجائے گا وہ خوب تم کو درست کریں گے۔ اس طرح ہے کہ اگر تم حجت کے ہتھیاروں سے اُن کو دفع نہ کر سکو گے اور فرار نہ ہو جاؤ گے تو یقیناً یہ سزا دی جائے گی کہ تمھارا مضحکہ خوب سا ہو گا۔

تمھیں تو ہو جو یہ آفت میرے اوپر لائے ہو؟

ہاں اور میں نے بہت خوب کیا مگر برعکس اس کے میں اقرار کرتا ہوں کہ میں تم کو چھوڑ نہ دوں گا بلکہ تمھاری مدد کروں گا ایسے حربوں سے جو میرے قبضہ قدرت میں ہیں جو کہ خوشنودی اور دلیر کرنا ہے اور شاید میرے جوابوں میں زیادہ ہوشیاری ظاہر ہو گی بہ نسبت کسی دوسرے کے۔ پس اس اعانت پر بھروسا کر کے سست اعتقاد لوگوں کو کوشش کر کے دکھا دو کہ جو تم کہتے ہو وہ سچ ہے۔ میں نے کہا ضرور کوشش کروں گا کیونکہ تم مجھ سے قابل رفاقت کا وعدہ کرتے ہو۔ بس ہم کو حملہ آوروں سے جن کو تم بیان کرتے ہو اگر مخلصی کا موقع مل سکتا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ ضرور ہے ہم ان کو فلاسفے کی تعریف بتا سکیں اور یہ دکھائیں کہ ہماری مراد کن لوگوں سے ہے جب ہم یہ بیان کر سکیں کہ ایسے لوگوں کو حکومت کرنا چاہیئے، تاکہ ان کی سیرت بالکلیہ ظاہر ہو جائے تو ہم اس دلیل سے اپنے آپ کو بچا سکیں کہ یہ احاطہ ان لوگوں کا ہے کہ وہ فلسفہ کو اختیار کریں اور کسی ریاست میں قاید کا منصب لیں اور دوسروں کا یہ کام کہ فلسفہ کو علیحدہ رکھیں اور ان لوگوں کی پیروی کریں۔

ہاں اس نے کہا یہی مناسب موقعہ ہے کہ تعریف مذکور بیان کی جائے۔

پس آؤ میرے قدم بقدم اور ہم تم کوشش کریں کہ کسی نہ کسی طرح